اعتقاداتِ شیخ صدوقؒ

مکتبۂ امامیہ - اُردو بازار - لاہور ۲

اعتقادیہ شیخ صدوقؒ

تحریر

آقائے شیخ صدوق طاب ثراہ

ترجمہ

مولانا الحاج شیخ محمد اعجاز حسن بدایونی اعلی اللہ مقامہ

ناشر

مکتبہ امامیہ اردو بازار لاہور ۲

بار دیگر	جون ۱۹۶۴ء
تعداد اشاعت	ایک ہزار
کتابت	محمد اصغر قریشی
طباعت	تعلیمی پریس لاہور
قیمت	دو روپے
ناشر ...	مکتبۂ امامیہ لاہور

2/50

عرضِ ناشر

اعتقادیہ شیخ صدوق اعلیٰ اللہ مقامہ کا ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے۔
یہ امر مسلّمہ ہے کہ ادیانِ عالم میں صرف دینِ اسلام ہی حق پر ہے اور
اس دین کے شارع سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام ہیں۔ ان حضرات کے
فرمودات کا علم ہر شخص کے لیے بے حد ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں
شیخ صدوق اعلیٰ اللہ مقامہ کی ایک نہایت وقیع تصنیف "اعتقادیہ"
ہے جو صدیوں سے مشعلِ راہ چلی آ رہی ہے۔ بہت عرصہ پہلے اس کا
اردو ترجمہ شائع ہوا تھا۔ مترجم ملتِ جعفریہ کے درخشندہ ستارے
ماضی قریب کے ایک ذمہ دار عالمِ دین الحاج مولانا سید محمد اعجاز حسن
صاحب قبلہ بدایونی اعلیٰ اللہ مقامہ تھے۔ خداوند تعالیٰ ممدوح کے
درجات بلند فرمائے۔ ہم مولانا مرحوم کے لائق فرزند مولانا شیخ شبیہ الحسنین صاحب
بدایونی مدظلہ العالی کے ممنونِ احسان ہیں کہ انھوں نے اس گرانقدر تصنیف
کی اشاعت کی اجازت فرمائی ہے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء
ناشکر گذاری ہوگی کہ اگر ہم جناب شیخ الحاج محمد حسین زرکی نارووالی

کا شکریہ ادا نہ کریں کہ جنھوں نے اس مفید کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں مبلغ آٹھ سو روپے کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا ہے۔ اِنَّ اللہ لَا یضیع اجر المحسنین۔ خداوند تعالیٰ ممدوح کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کا یہ عمل دیگر متمول حضرات کے لیے باعث تقلید ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حمد بے حد اسی ذاتِ ابدی و سرمدی و قادر و مختار حی و قیوم و عالم اسرار و
دانائے راز خلاقِ عالم کے لیے شایان اور زیبا ہے جس کا نہ کوئی شریک
ہے اور نہ مشیر وزیر ہے۔ نہ وہ جسم و بدن رکھتا ہے نہ اُس کے جسم کے
لوازمات ہیں۔ نہ وہ کسی مکان میں ہے نہ اُس کے واسطے کوئی خاص
سمت اور جہت ہے۔ اس کی قدرت کا نُور سارے جہان کو روشن کیے
ہوئے ہے۔ وہی اکیلا ساری دنیا کا فرماں روا اور شہنشاہِ حقیقی ہے۔ تمام
شاہانِ دنیا اُس کے قبضۂ قدرت میں ہیں، جس وقت جس کو چاہے
نیست و نابُود کر دے۔ راجاؤں کی گدّی اور راج شاہوں کا تخت اور
تاج اس کے سامنے ہیچ ہے۔ جب وہ چاہتا ہے ایک دم میں تباہ و
برباد کر دیتا ہے۔ تمام بندے اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا حاجت مند
نہیں۔ اس کا ہر کام مضبوط اور بے عیب ہے۔

یہ بڑے بڑے آسمان اسی نے بنائے۔ یہ چوڑی چکلی زمین اسی
نے بچھائی۔ یہ روشن سورج اور چمکتا چاند اسی کے حکم سے طلوع اور
غروب کرتا ہے۔ یہ درخشاں تارے اسی کے فرمان سے اندھیری رات
میں جگمگاتے ہیں۔ یہ کالی کالی گھنگھور گھٹائیں اسی کی رحمت کا مینہ برساتی
ہیں۔ اسی کے اشارے سے زمین میں غلّہ، دریا میں مُونگا، صدف

یں موتی، پہاڑ میں جواہر، درخت میں پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ وہی دانہ سے پودا، پودے میں بال، بال میں اناج ظاہر کرتا ہے اس کی قدرت کا کیا ٹھکانا ہے۔ اسی نے جنت و دوزخ بنائے نیکوں کے واسطے جنت کی نعمتیں، مزے دار کھانے، بیش بہا کپڑے خدمت کے لیے لڑکے، ...... اور ماہ جبیں حوریں، سیر و تفریح کے لیے پُر فضا باغ کہ جن میں موتی سے جھلکتے ہوئے پانی کی نہریں جاری ہیں پیدا کیے۔ اور گنہگاروں کے لیے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ، کھولتا ہوا پانی، کھانے کے لیے تھور اور گندا گوشت، پینے کے لیے خون اور پیپ اور پگھلا ہوا تانبا، ایذا رسانی کے لیے سانپ بچھو اور خونخوار اژدہے، سزا کے لیے آگ کے لال لال گرز، پہننے کے لیے تکلیف دہ کپڑے مہیا کیے۔

اسی نے بندوں کی ہدایت کے واسطے اور اچھے کاموں کی طرف رغبت دلانے اور بری باتوں سے بچانے کے لیے عقل سلیم عطا فرمائی۔ اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے اور ہر نبی کے لیے وصی اور خلیفہ مقرر فرمائے۔

درود نامعدود خدا کے حبیب اور رسول جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر کہ جن کے وجود ذی جود کی برکت سے خدا نے سارے جہان کو پیدا کیا اور ساری خلقت پر آنجنابؐ کو بزرگی بخشی۔ تمام نبیوں کا پیشوا اور رسولوں کا سرتاج بنایا۔ جنت و دوزخ کا آنحضرتؐ کو اختیار دیا۔ جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ و عزرائیلؑ سے مقرب بارگاہ ملائکہ کو

جو لاکھوں فرشتوں کے افسر ہیں آنجنابؐ کی شرفِ خدمت سے سرفراز فرمایا۔ اور ہر قسم کے گناہ سے عصمت ہر طرح کی نجاست و کثافت سے طہارت آنجنابؐ کو خدا نے بخشی اور لباسِ نبوت سے آراستہ، تاجِ رسالت سے پیراستہ کر کے اپنے احکام پہنچانے اور نئی شریعت جاری کرنے اور جدید مذہب پھیلانے کے واسطے ایسے زمانہ میں بھیجا کہ نبیوں کی آمد کا سلسلہ قطع ہو چکا تھا۔ بندوں کی ظلم و تعدی اور فتنہ و فساد، لوٹ اور غارت گری، کبر و نخوت، خود رائی، بدچلنی، کفر و نفاق اور خونریزی آپس کی شرارت اور خانہ جنگی، بداخلاقی، بے تمدنی، بدامنی، بتوں کی عبادت، بے علمی اور جہالت، خانہ کعبہ پر کافروں کا تسلط، شعر و سخن کا چرچا، فصاحت و بلاغت کا زور شور، ناشائستہ رسموں کی ترقی، نازیبا افعال کی زیادتی یہی چاہتی تھی۔ کہ ایسا رسول بھیجا جائے جو اعلیٰ درجہ کا حکیم و دانا، قوی دل، حسب و نسب میں سب سے اشرف خلق و تواضع میں سب سے افضل، زمانہ کی ضرورتوں سے آگاہ، انسانی بُری صفتوں سے پاک، صفاتِ حمیدہ اور خصائل پسندیدہ سے آراستہ کمالاتِ انسانی کا جامع علمِ الٰہی کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو، کفر و نفاق کا مٹانے والا، بدامنی و بغاوت کو دور کرنے والا، بتوں کی عبادت سے روکنے والا، معبودِ حقیقی کی جانب بلانے والا، ایسا دین جاری کرنے والا ہو جسے زوال نہ ہو۔ جو قیامت تک باقی رہے۔ اس رسول کے اخلاقی آداب اور تمدنی طریقے اور میل جول کے برتاوے، ایسے

ہوں جو دشمنوں کو رام بنائیں، مخالفوں کے دل میں اثر کریں جس کی وجہ سے کفر و نفاق کمزور اور کبر و نخوت دور ہو جائے۔ چاروں طرف دین خدا کا ڈنکا بجنے لگے۔ اللہ اللہ کی آواز کان میں آنے لگے، بتوں کی نجاست سے خانہ کعبہ پاک ہو جائے۔

اور ایسی کتاب خدا کی طرف سے اس کے پاس نازل ہو جس کی فصاحت، بلاغت، صنائع بدائع، کنائے استعارے، تشبیہات عرب کی فصاحت اور بلاغت کو مٹائے جس کے سننے سے شعراء فصحاء بلغاء دنگ ہو جائیں، ادباء اور خطباء گنگ ہو جائیں، خانۂ کعبہ پر لٹکے ہوئے سات قصیدے اس کتاب کی فصاحت کو دیکھ کر اُتار لیے جائیں جس کی ایک آیت کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

وہ رسولؐ جن کے بعد نہ کوئی نبی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا، جن پر نبوّت ختم ہو چکی، قیامت تک جن کا دین برقرار رہے گا، شریعت جن کی منسوخ اور بے کار نہ ہوگی آنجناب کے بعد جو کوئی رسالت و نبوّت کا دعویٰ کرے وہ مفتری اور جھوٹا ہوگا۔ تمام رسولوں سے جو افضل ہیں، ساری مخلوق سے جو اشرف ہیں وہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جن کے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن حضرت عبد المطلب بن حضرت ہاشم بن حضرت عبد المناف تھے۔ اور جن کی والدہ معظمہ حضرت آمنہ بنت وہب تھیں، وہ جناب تمام انسانوں، جنات اور سارے فرشتوں کے واسطے نبی اور ہادی خدائی

کے لیے خدا کی رحمت تھے۔ اور وہ کتاب جو اعلیٰ درجہ کی فصیح و بلیغ پچھلی کتابوں کو بے کار بنانے والی خدا کی طرف سے آنے والی ہے وہ قرآن مجید ہے جس میں عبرت آمیز اور نتیجہ خیز گذشتہ واقعے وعظ و نصیحت کی باتیں، جنت کی بشارت، دوزخ کی دہشت زجر و توبیخ، خوف و رجا، حرام و حلال کے مسائل، شریعت کے احکام عبادات، معاملات، ایقاعات، احکامات، تعزیرات اور حدود وغیرہ کا ذکر ہے خدا کا درود وسلام حضرت رسولؐ کی آل پاک پر نازل ہو جن کی شان میں خدا نے فرمایا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا یعنی خدا کا ارادہ یہ ہے کہ ہر طرح کی نجاست کو اے اہل بیتِ رسالت تم سے دور رکھے اور جیسا حق ہے ویسے تم کو پاکیزگی عطا فرمائے وہ اہل بیت چودہ معصوم ہیں جنھوں نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ ان میں سے سب سے افضل حضور سرورِ عالمؐ کی ذات ہے، باقی تیرہ معصوم ہمیشہ دینِ محمدی کے پیرو رہے۔ اوّل عمر سے آخر زندگی تک نہ کبھی کوئی گناہ ان سے سرزد ہوا نہ کبھی انھوں نے شریعت کے خلاف کوئی کام کیا۔ یہ سب کے سب رسول اللہؐ کی ذریت ہیں، نورِ رسولؐ سے ان کی خلقت ہے۔ ان تیرہ میں سے ایک جناب مریم کبریٰ بتولِ عذرا زنانِ دو عالم کی سردار، رسول اللہؐ کی نورِ نظر، لختِ جگر صدیقہ طاہرہ معصومہ حضرت فاطمہ زہراؑ ہیں جو امیر المومنین حضرت مولا علیؑ شیرِ خدا

کے علاوہ باقی گیارہ اماموں سے افضل ہیں۔

بعد رسول جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل البشر اور خیر البشر حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔ ان جناب کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام پھر جناب امام حسین علیہ السلام پھر جناب حضرت حجت صاحب الامر علیہ السلام اپنے اجداد طاہرین میں سے نو اماموں پر فضیلت رکھتے ہیں جو پندرھویں شعبان ۲۵۶ھ کی شب میں بمقام سرمن رائے حضرت نرجس خاتون شہزادیٔ روم کے شکم مبارک سے متولد ہوئے اور چوہتر برس کے سن میں بحکم خدا بالکل غائب ہوگئے پھر کسی کو نظر نہ آئے۔ وہ جناب اس وقت تک زندہ ہیں خلائق کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ جب منظور خدا ہوگا آسمان وزمین کے مابین ایک منادی پکارے گا۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (حق آیا اور باطل دور ہوا بے شک باطل تو مٹنے ہی کی چیز ہے) اس ندا کے بعد وہ جناب ظاہر ہوجائیں گے۔ اور پورب سے پچھم تک ایک دین کردیں گے۔ شریعتِ محمدی کو پوری طرح جاری فرمائیں گے۔ آسمانی آواز سے پہلے اور غیبتِ کبریٰ کے بعد جو کوئی ان جناب کے دیکھنے کا دعویٰ کرے یا مہدیٔ موعود ہونے کا مدعی ہو وہ مفتری اور جھوٹا ہے۔ خدا کی اس پر لعنت ہے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے دس برس کے سن میں نبوت جناب رسالت مآبؐ کی تصدیق فرمائی اس وقت

تک سوائے جناب خدیجۃ الکبریٰؑ کے اور کوئی مسلمان نہ تھا۔ حضرت کا ایمان جناب رسولِ خدا نے قبول فرمایا۔ اور اسی وجہ سے صدیق اکبر کا لقب اُن حضرت کو دیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اگرچہ عقلِ انسانی کو کمال عام طور سے پندرہ برس پورے ہو جانے کے بعد حاصل ہوتا ہے لیکن اہل بیت رسالت اس قاعدے میں داخل نہیں ہیں، ان کا بچپنا اور جوانی اور بڑھاپا تینوں یکساں ہیں۔ ہر زمانہ میں ان کو کمال عقل حاصل ہے۔ جناب رسولِ خداؐ کا ایمان حضرت علی بن ابیطالبؑ کو جس کا اظہار دس برس کے سن میں ہوا تسلیم کر لینا اور خداوند عالم کا جناب عیسےؑ کو گہوارہ میں اور حضرت یحیٰیؑ کو بچپنے میں نبوت عطا فرمانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان حضرات کی عقلیں لڑکپن ہی میں کامل تھیں اور جس کسی کی عقل کامل ہوتی ہے ایمان بھی اس کا کامل ہوتا ہے۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری حج سے واپسی میں بمقام غدیر خم ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کی ۱۸ر تاریخ کو ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کے سامنے خطبۂ بلیغ پڑھنے کے بعد اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ (کیا میں تم لوگوں پر حاکم نہیں ہوں) ارشاد کر کے حاضرین کا اقرار لینے کے بعد حضرت علیؑ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بلند کر کے فرمایا تھا۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ (جس کا میں حاکم ہوں یہ علیؑ اس کے حاکم ہیں) اپنی خلافت کو امت کے ہاتھ میں نہ چھوڑا کہ امت جسے چاہے

خلیفہ بنالے۔ بلکہ ان جناب نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو اپنا خلیفہ
مقرر کیا۔

اما بعد کمترین عاجز سراپا تقصیر حاجی زائر شیخ محمد اعجاز حسن
بدایونی خلف جناب مستطاب مولانا الحاج الزائر الشیخ جعفر حسن صاحب
قبلہ پیش نماز بن جناب مستطاب مولانا الزائر الشیخ علی حسین صاحب
قبلہ پیش نماز اعلی اللہ مقامہ مومنین با تمکین کی خدمت میں عرض کرتا
ہے کہ زمانہ کی گردش اور آسمان کے چکر نے یہ نوبت پہنچادی ہے
کہ دینی تعلیم میں روز بروز کمی ہوتی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بیشتر دل
کو دینی احکام پر اطلاع حاصل نہیں۔ ضروریات دین انھیں معلوم نہیں
جب بچہ کسی قابل ہوا دنیاوی تعلیم میں ڈال دیا گیا جس کا انجام یہ ہوتا
ہے کہ نہ اس کا عقیدہ درست ہوتا ہے اور نہ مذہب کی پختگی اسے
حاصل ہوتی ہے نہ حلال و حرام کی شناخت اسے ہوتی ہے نہ
واجبات و مستحبات و محرمات و مکروہات اسے معلوم ہوتے ہیں
مذہب کی وقعت اس کی نظر سے گر جاتی ہے۔ ہر وقت ترقی دنیا
اسے مدنظر رہتی ہے۔ نماز اس پر گراں، روزہ کس پر بار ہو جاتا
ہے۔ اے برادران ایمانی انصاف کرو کہ قیامت کے دن جب
ساری مخلوقات انسانی میدان حشر میں کھڑی ہو گی تو اس وقت
خدائے عادل کی طرف سے کس چیز کا سوال کیا جائے گا۔ کیا یہ
دریافت کیا جائے گا کہ تم نے دنیا میں کتنا روپیہ کمایا۔ کتنی جائداد تم

نے پیدا کی۔ کس قدر تمہارے پاس گاؤں تھے۔ تمہارے یہاں کتنے نوکر چاکر تھے۔ تم کس عہدہ پر ملازم تھے۔ کون کون سے حکامِ وقت تک تمہاری رسائی تھی۔ ان باتوں کا ہرگز سوال نہ ہوگا۔ بلکہ وہاں تو یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے خدا کے معاہدے کیوں پورے نہ کیے۔ نماز کیوں نہ پڑھی روزہ کیوں نہ رکھا، زکواۃ کیوں نہ دی خمس اور حج کیوں ادا نہ کیا۔ نماز ایک ایسی اعلیٰ درجہ کی چیز ہے جس کے ضائع کرنے سے دین برباد ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور سرورِ عالم ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلصَّلٰوۃُ عُمُوْدُ الدِّیْنِ وَمَنْ ضَیَّعَ صَلٰوتَہٗ فَقَدْ ھَدَمَ دِیْنَہٗ یعنی نماز دین کا ستون ہے اور جس نے اپنی نماز ضائع کی اس نے اپنا دین گرایا۔ نماز کے قبول ہونے پر سارے اعمال کا قبول ہونا موقوف ہے جیسا کہ جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا۔ اَلصَّلٰوۃُ اِنْ قُبِلَتْ قُبِلَ مَا سِوَاھَا وَاِنْ رُدَّتْ رُدَّ مَا سِوَاھَا۔ یعنی اگر نماز قبول ہوئی تو ماسوا نماز کے جتنے اعمال ہوں گے وہ سب قبول ہو جائیں گے اور اگر نماز ردّ ہو گئی تو سارے اعمال مردود ہو جائیں گے۔ نماز وہ چیز ہے کہ روزِ قیامت سب سے پہلے اسی کا سوال ہوگا۔ جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے۔ اَوَّلُ مَا یُحَاسِبُ بِہِ النَّاس یوم القیٰمۃِ الصَّلٰوۃُ۔ یعنی روزِ قیامت آدمیوں سے تمام باتوں سے بیشتر نماز کا حساب لیا جائے گا۔ پس جو شخص نماز کے متعلق جواب دے گا وہ آگے بڑھے گا۔ اور جن لوگوں نے نماز کو ضائع کیا

ہوگا وہ اوندھے منہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ جیسا کہ خدائے عزوجل قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔ پس ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی نماز کھو دی اور خواہشاتِ نفسانی کے وہ پیرو ہو گئے۔ پس عنقریب جہنم سے وہ ملاقات کریں گے۔ سورۂ مدثر میں بے نمازیوں کے بارے میں ہے:۔ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ۔ یعنی جنتی بندے گنہگاروں سے یہ دریافت کرتے ہوں گے کہ تم کو بھڑکتی ہوئی آگ میں کس چیز نے پہنچایا وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہ پڑھتے تھے، روزہ کے متعلق حدیث میں ہے۔ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ لِلنَّارِ۔ یعنی روزہ سپر ہے آتشِ جہنم کے لیے زکوٰۃ نہ دینے والوں کی مذمت میں خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔ یعنی جو لوگ جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی (اشرفی اور روپیہ) اور راہِ خدا میں اس کو خرچ نہیں کرتے (زکوٰۃ نہیں دیتے) تو ان کو سخت عذاب کی خبر دے دو جس دن

کردہ سونا اور چاندی آتشِ دوزخ میں تپایا جائے گا۔ پھر اس کے ذریعہ سے ان لوگوں کی پیشانیاں، پہلو اور ان کی پشتیں داغی جائیں گی اور ان سے یہ کہا جائے گا کہ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا پس تم اس کا مزا چکھو۔ جو تم جمع کرتے تھے۔ حج کے بارے میں خدا فرماتا ہے: - وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ ۔ یعنی خدا کی خوشنودی کے لیے تمام آدمیوں پر حج بیت اللہ واجب ہے جس کو اس تک پہنچنے کی راہ میسر ہو جائے اور جو شخص کافر ہو جائے (حج واجب ادا نہ کرے) تو اللہ سارے عالم سے بے پرواہ ہے۔ مَنْ لَا يَحْضُرُهُ الْفَقِيْهُ میں وہ وصیت درج ہے جو حضور ختمی منزلتؐ نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کو فرمائی تھی جس میں یہ بھی تھا کہ اے علیؑ جو شخص باوجود استطاعت کے حج کو ترک کرے گا وہ کافر ہے پھر حضرت نے آیت مذکورہ تلاوت کرنے کے بعد فرمایا۔ اے علیؑ جو کوئی حج کو ٹالتا رہے یہاں تک کہ وہ مر جائے تو خداوندِ عالم روزِ قیامت اس کو یہودی یا نصرانی اٹھائے گا۔

خمس کے واجب ہونے کے متعلق قرآن میں ہے۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ۔ یعنی اور یہ جان لو کہ جب کسی طرح

کی غنیمت تمہارے ہاتھ آئے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کا اور رسولؐ کا اور (رسولؐ کے) قرابتداروں اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا حق ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو۔

یہ مال کہ جس کے جمع کرنے میں لوگ کیسی کیسی زحمت اٹھاتے ہیں اولاد کے کارن مصیبتیں جھیلتے ہیں بھلا کوئی بتا تو دے کہ آج تک کوئی اپنے ہمراہ لے گیا۔ لے گیا تو کیا اس مال کا مظلمہ۔ بندگانِ خدا اور خدا کے حقوق۔ زکواۃ نہ نکالی خمس نہ دیا۔ حج نہ کیا۔ یتیموں اور بیواؤں کی اس سے پرورش نہ کی۔ اکثر لوگوں نے وہ مال کمایا تو کیونکر دغا بازی سے، رشوت سے، سود لینے سے، زبردستی کسی کا حق دبا لینے سے۔ ناجائز پیشوں سے۔ حرام تجارت سے۔ جھوٹی گواہی دے کر، جھوٹا دعویٰ کر کے وغیرہ وغیرہ۔

میں یہ نہیں کہتا کہ معاش کی تلاش نہ کرو۔ نوکری نہ کرو۔ تجارت نہ کرو۔ مزدور کرو۔ لیکن جائز طور سے کرو۔ جائز طریقہ کیونکر معلوم ہو۔ علم دین کے حاصل کرنے سے ہر حلال و حرام کی شناخت ہو سکتی ہے۔ اور علم دین کیونکر حاصل ہو۔ یہ بات کتابِ خدا قرآن اور احادیثِ نبوی سے جو اہل بیت طاہرینؑ سے منقول ہیں، حل ہو سکتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں کیونکر سمجھ میں آئیں۔ اعربی پڑھو اور اگر کسی وجہ سے باقاعدہ عربی ادبیات نہ پڑھ سکو تو اردو زبان میں دینی

کتابیں موجود ہیں انہی کو دیکھو اور اپنے بچوں کو اور مستورات کو پڑھاؤ۔ عالی جناب مستطاب واعظ بے مثال مدّاح اہل بیت بے نظیر ذاکر، بے بدل مترجم کلام اللہ مولانا مولوی حکیم سیّد مقبول احمد صاحب قبلہ دہلوی نے اس خدمت کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ بہت سی دینی کتابوں کا اردو زبان میں بامحاورہ ترجمہ کیا۔ اور مفید کتابیں چھپوائیں۔ اور اسی وجہ سے حسب ارشاد ممدوح اس خادم نے اعتقادیہ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کا سہل و آسان اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ شیعوں کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے۔ جو اس کتاب میں درج ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرا ترجمہ ہر شخص کی سمجھ میں آجائے گا۔ میں نے اصل رسالہ کی مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں بڑی کوشش سے کام لیا ہے۔ اگر اس پر بھی کہیں ترجمہ غلط ہو گیا ہو یا اصل عبارت کی توضیح نہ ہوئی ہو تو اس کو ناظرین میری عاجزی پر محمول فرمائیں۔ اور ملامت کے بدلے دعائے خیر سے یاد کر لیا کریں۔ تاکہ میری روح پر احسان ہو۔ اور آپ کو خداوند عالم جزائے خیر عطا فرمائے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين
وحده لا شريك له و
صلى الله على محمد و آله
الطيبين الطاهرين وسلم
تسليما وحسبنا الله ونعم
الوكيل ۔

باب فی صفة اعتقاد الامامیة فی التوحید

قال الشیخ الربانی ابو جعفر
محمد بن علی بن الحسین
بن موسیٰ بن بابویه القمی
الفقیه المصنف لهذا
الکتاب اعلم ان اعتقادنا
فی التوحید ان الله
واحد احد لیس کمثله
شیئ قدیم لم یزل
ولا یزال سمیعا بصیرا
علیما حکیما قیوما عزیزا

میں خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں۔
حمد وثنا خدائے وحدہٗ لاشریک کے لیے
خاص ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار
ہے۔ خدا کا درود اور جیسا کہ حق ہے وہ
سلام حضرت محمد مصطفےٰ اور ان کی پاک اور
پاکیزہ آل پر نازل ہو۔ خدا ہمارے لیے
کافی ہے اور وہی اچھا کارساز ہے۔

یہ باب اس عقیدہ کے بیان میں
ہے جو فرقۂ امامیہ کا توحید میں ہے
شیخ ربانی ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین
بن موسیٰ بن بابویہ قمی فقیہہ اس کتاب
کے مصنف فرماتے ہیں

واضح ہو ہمارا عقیدہ توحید میں
یہ ہے کہ اللہ ایک ہے، یکتا ہے
کوئی چیز اس کی مثال نہیں۔ وہ ہمیشہ
سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ ہر
آواز بے کانوں کے سنتا ہے وہ ہر شے
کو بے آنکھ کے دیکھتا ہے (جانتا ہے)
وہ باخبر ہے اس کا ہر کام بے عیب ہے

قدوسا عالما قادرا
غنيا - لا يوصف بجوهر
ولا عرض ولا جسم ولا
صورة ولا خط ولا سطح
ولا ثقل ولا خفة ولا
حركة ولا سكون
ولا مكان ولا زمان
وانه تعالى متعال
عن جميع صفات خلقه

وہ زندہ ہے، اسے زوال نہیں۔ وہ غالب ہے۔ وہ پاکیزہ ہے۔ وہ عالم ہے وہ قادر ہے۔ وہ محتاج نہیں۔ نہ وہ جوہر[1] ہے اور نہ عرض[2]، نہ وہ جسم[3] ہے اور نہ صورت[4]۔ نہ وہ خط[5] ہے اور نہ سطح، نہ وہ ثقل ہے نہ خفت، نہ وہ حرکت ہے اور نہ سکون۔ نہ وہ مکان ہے اور نہ زمانہ۔ وہ اپنی مخلوق کی صفتوں سے برتر ہے۔ اللہ دونوں حدوں سے

۱۔ جوہر وہ ممکن چیز ہے جو اپنے وجود میں ایسے محل اور جگہ کا محتاج نہ ہو جو اس جوہر سے بے پرواہ ہو خواہ اس جوہر کے لیے کوئی محل ہی نہ ہو جیسے کہ حکماء کے نزدیک نفس ایسا جوہر ہے جسے محل کی ضرورت نہیں ہے۔ خواہ اس جوہر کے واسطے محل ہو لیکن وہ اس جوہر سے بے پرواہ ہو جیسے بقول حکماء صورت وہ جوہر ہے جو مادہ میں سمائی ہوئی ہے۔ وہ اس کا محل ہے لیکن وہ صورت کا محتاج نہیں۔

۲۔ عرض وہ امکانی چیز ہے جو اپنے وجود میں ایسے محل کی محتاج ہو جو اس عرض سے بے پروا ہو جیسے رنگ، ذائقہ وغیرہ۔ ۳۔ جسم وہ ممکن ہے جس میں لمبائی چوڑائی گہرائی ہو

۴۔ صورت وہ جوہر ہے جو جسم کا جزو ہے اور مادہ میں سمایا ہوا ہے۔

۵۔ خط وہ کنارا ہے سطح کا جس میں صرف طول ہوتا ہے۔ سطح وہ کنارا ہے جسم کا جس میں طول اور عرض ہوتا ہے۔

خارج عن الحدین
حد الابطال وحد
التشبیه وانه شیئ
لا کالاشیاء احد صمد
لم یلد فیورث ولم
یولد فیشارک ولم
یکن له کفوا احد
ولا ند له ولا ضد
ولا شبه له ولا صاحبة
له ولا مثل له ولا
نظیر ولا شریک له ولا
مشیر له لا تدرکه
الابصار وهو یدرک
الابصار وهو اللطیف الخبیر
ولا یدرکه الاوهام وهو

خارج ہے۔ نہ حدِ ابطال[1] میں ہے
(کہ اس کے لیے کمال نہ ہو) اور نہ حد
تشبیہ میں ہے (کہ اس کا کمال مخلوق
کے مشابہ ہو) وہ شے ہے مگر اشیاء
کے مانند نہیں، وہ یکتا بے نیاز ہے
نہ اس سے کوئی پیدا ہوا کہ اسے اپنا
وارث بنلئے۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا
کہ اس کا شریک کہلائے۔ اس کا ہمسر
نہیں۔ اس کے زوجہ نہیں۔ مثل نہیں
نظیر نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں
مشیر کار نہیں (دنیا اور آخرت میں)
آنکھیں اسے دیکھ نہیں سکتیں وہ آنکھوں
کے حال سے باخبر ہے وہ باریک بین
خبردار ہے۔ وہم و خیال اسے پا نہیں سکتا
وہ (بندوں کی) خیالی باتوں کو معلوم

---

[1] اس عبارت سے دو فرقوں کی رد مقصود ہے۔ ایک وہ فرقہ جسکا عقیدہ یہ ہے کہ خدا میں نہ کمال ہے نہ وہ کسی صفت کے ساتھ موصوف ہے۔ دوسرا گروہ جو کہتا ہے کہ خدا کی صفتیں صفاتِ مخلوق کے مشابہ ہیں۔ الحاصل خدا صاحبِ کمال بھی ہے اور اسکی صفات اوصاف مخلوق کے مانند نہیں ہیں۔

يد ركها ولا تاخذه
سنة ولا نوم وهو
خالق كل شيئ لا
الٰه الا هو له الخلق
وله الامر تبارك الله
رب العالمين - ومن
قال بالتشبيه فهو
مشرك ومن نسب
الى الامامية غير ما
وصف في التوحيد
فهو كاذب وكل
خبر يخالف ما ذكرت في
التوحيد فهو موضوع مخترع
وكل حديث لا يوافق
كتاب الله فهو باطل
وجد في كتب علمائنا
فهو مدلس - والاخبار
التي يتوهمها الجهال

کرلیتا ہے۔ نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند
وہی ہر چیز کا خالق ہے۔ اس کے سوا کوئی
معبود نہیں۔ وہی پیدا کرنے والا ہے
اور وہی حاکم ہے۔ بہت برکت والا ہے
اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ جو
شخص خدا کو تشبیہہ دے وہ مشرک ہے
جو شخص مذہب امامیہ کی طرف ان عقائد
کے ماسوا کو نسبت دے جو توحید
میں مذکور ہوئے وہ جھوٹا ہے اور جس
روایت کا مضمون ان عقیدوں کے
مخالف ہو جو توحید میں بیان ہوئے
وہ موضوع اور من گھڑت ہوگی۔ جس
خبر کا مضمون کتاب خدا کے موافق
نہ ہو۔ وہ خبر باطل ہے اور اگر ہمارے
علماء کی کتابوں میں ایسی روایت پائی
جائے تو وہ مدلس[1] ہوگی جن روایتوں
سے جاہلوں کو یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ
ان میں خدا کو مخلوق سے تشبیہہ دی گئی ہے

[1] مدلس وہ حدیث ہے جسکو مخالف مذہب نے دھوکا دینے کیلئے شیعوں کی طرف منسوب کردیا ہو۔

تشبیها اللہ بخلقه فمعا
نیها محمولة علی ما
فی القرآن من نظائرها
لان ما فی القرآن (پاره ۲۰
رکوع ۱۲ سورۃ قصص) کل شیئ
ھالک الا وجهه ومعنی
الوجه الدین والوجه
الذی یوتی اللہ منه و
یتوجه به الیه وفی
القرآن یوم یکشف عن
ساق ویدعون الی

تو اُن کے وہی معانی لینے چاہئیں جو
اس طور کی آیتوں کا مقصود ہے
مثلاً قرآن میں ہے سوائے وجہ خدا
کے ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ وجہ کے
معنی اس آیت میں دین (اسلام) ہے
اور وجہ بمعنی ذریعہ اور وسیلہ بھی ہے
اس صورت میں آیت کا مطلب یہ
ہوگا کہ معرفت خدا حاصل کرنے کا
ذریعہ اور اس کی طرف توجہ کا وسیلہ
فنا نہ ہوگا۔ اور قرآن میں ہے روز
قیامت ساق[1] ظاہر ہو جائے گی

[1] کشفت عن ساق عرب کا محاورہ ہے۔ سختی اور گھبراہٹ کے موقع پر یہ محاورہ مستعمل
ہوتا ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ عرب کے لوگ نیچے نیچے کُرتے پہنتے تھے۔ اور جب کسی
لڑائی سے بھاگتے تھے تو کُرتے اوپر اٹھا لیتے تھے۔ جس سے ان کی پنڈلیاں کھُل
جاتی تھیں۔ دیکھنے والا سمجھ لیتا تھا کہ یہ لوگ گھبرائے ہوئے ہیں۔ عرب کے
شاعر نے ساق کے کھلنے سے سختی اور شدت کا ظاہر ہونا مراد لیا ہے۔ جیسا کہ وہ
کہتا ہے۔ شعر۔ کشفت لهم عن ساقها ٭ وبدا من الشر الصراح یعنی لڑائی
نے ان کے لیے اپنی ساق کھول دی۔ اور خالص جنگ نمایاں ہوگئی۔ کہ امید فتح باقی
نہ رہی۔ مطلب یہ ہے کہ سخت لڑائی ہونے لگی۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

السُّجُودِ فالساق وجه الامر وشدته وفى القرآن وَنَفَخْتُ فيه من رُوحِ مخلوقه جعل الله منها فى آدم وعيسىٰ وانما قال روحى كما قال بيتى وعبدى وجنتى وناری وسمائى وارضى وفى القرآن بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يعنى لنعمة الدنيا ولنعمة الأخرة وفى القرآن

اور لوگوں کو سجدہ کا حکم دیا جائے گا۔ اس آیت میں ساق کے کھلنے سے قیامت کی سختی اور پوشیدہ باتوں کا ظاہر ہونا مراد ہے قرآن میں ہے اور میں نے اپنی روح (آدم و عیسیٰ کے بدن میں) پھونکی یعنی جو روح خدا کی پیدا کی ہوئی تھی وہ اس نے حضرت آدمؑ اور جناب عیسیٰؑ کے بدنوں میں ڈالی اور خدا نے جو فرمایا میری روح (یہ نسبت مجازی ہے) جیسا کہ اس نے فرمایا۔ میرا گھر، میرا بندہ میری جنت، میرا دوزخ، میرا آسمان اور میری زمین۔ قرآن میں ہے خدا کے دونوں یَد دراز ہیں (ید بمعنی نعمت ہے) دونوں یَد سے دنیا کی نعمت اور آخرت کی نعمت مراد ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسی طرح اس آیت میں بھی یہ محاورہ استعمال کیا گیا۔ مراد یہ ہے کہ قیامت ایسا ہولناک دن ہوگا کہ ہر قسم کی سختی اس دن ہویدا ہو جائیگی۔ اس روز لوگوں کو سجدہ کا حکم ہوگا بس جنھوں نے دنیا میں نماز پڑھی ہوگی وہ سجدہ کرلیں گے۔ اور بے نمازیوں کی کمریں ایسی سخت ہو جائیں گی کہ ہرگز وہ لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے جس کے سبب سے ان پر مار پڑے گی۔ وہ آگ کے دُرّے لگائے جائیں گے۔

مترجم بدایونی

(پارہ ۲۷ رکوع ۲ سورہ ذاریات)
وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِاَيْدٍ
والاید القوۃ - وَمِنْهُ
قولہ تعٰ (پارہ ۲۳ رکوع ۱۱ سورہ ص)
وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ
یعنی ذا القوۃ وفی القرآن
(پارہ ۲۳ رکوع ۱۴ سورہ ص) یا
ابلیس ما منعك ان
تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ
یعنی بقوتی وقدرتی و
فی القرآن (پارہ ۲۴ رکوع ۴ سورہ
زمر) وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ
یوم القیمۃ یعنی ملکہ لا
یملکھا معہ احد و
فی القرآن (پارہ ۲۴ رکوع ۴ سورہ زمر)
وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ
بِيَمِيْنِهٖ وفی القرآن
(پارہ ۳۰ رکوع ۱۴ سورہ)

اور قرآن میں ہے - ہم نے آسمان کو اید
سے بنایا - یعنی قوت سے بنایا - اید بمعنی
قوت ہے ۔ اور لفظ اَید کے یہی معنی
اس آیت میں ہیں کہ یاد کرو ہمارے بندے
داؤد کو جو صاحب اَیدُ یعنی صاحب قوت
تھا ۔ قرآن میں ہے (خدا نے فرمایا اے
ابلیس تو نے اس کو سجدہ (تعظیمی) کیوں
نہیں کیا جس کو میں نے اپنے دونوں یدٗ
یعنی اپنی قوت و قدرت سے پیدا کیا ہے
قرآن میں ہے روزِ قیامت ساری زمین
خدا کے قبضہ[1] میں ہوگی - یعنی صرف
خدا کی ملک ہوگی - کوئی اور خدا کا ساجھی
نہ ہوگا - قرآن میں ہے - تمام آسمان خدا
کی یمین[2] سے لپیٹے دیئے جائیں گے
قرآن میں ہے تمھارا رب آئے گا
اور فرشتے صف بصف حاضر ہونگے
مراد یہ ہے کہ تمھارے رب کا حکم آئے
گا - قرآن میں ہے وہ لوگ یعنی کفار

---

[1] اس آیت میں قبضہ مٹھی کے معنی میں نہیں ہے [2] یمین بمعنی قدرت ہے۔

وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ
صَفًّا صَفًّا یعنی جاء
امر ربک۔ وفی القرآن
(پارہ ۳۰ رکوع ۱۸ سورہ ۔)
كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ
لَمَحْجُوبُونَ یعنی عن
ثواب ربہم وفی القرآن
(پارہ ۲ رکوع ۹ سورہ بقرہ)
يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ
اللهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ
ای عذاب اللہ وفی القرآن
(پارہ ۲۹ رکوع ۱۷ سورہ) وُجُوهٌ
يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا
نَاظِرَةٌ یعنی مشرقۃ تنتظر
ثواب ربہا۔ وفی القرآن
(پارہ ۱۶ رکوع ۱۳ سورہ طٰہٰ) وَمَنْ
يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ
هَوَىٰ غضب اللہ عقابہ و

اپنے رب سے محروم رہیں گے۔
یعنی اس کے ثواب سے محروم رہیں
گے۔ قرآن میں ہے انہیں تو اب
اسی بات کا انتظار ہے کہ بادلوں
کے سایہ میں ان کے پاس خدا
آئے۔ یعنی اس کا عذاب آئے
قرآن میں ہے روز قیامت اکثر
چہرے بارونق ہوں گے۔ اپنے
پروردگار کی طرف دیکھ رہے[1]
ہوں گے۔ یعنی اکثر چہرے
چمکتے ہوں گے۔ اور اپنے
رب کے ثواب کی راہ تک
رہے ہوں گے۔ قرآن میں ہے
خدا فرماتا ہے جس پر میرا غضب
نازل ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔
غضب خدا کا اس کا عذاب
ہے۔ اور رضاء خدا اس کا ثواب ہے۔

---

[1] اس آیت میں خدا کی طرف نظر کرنے سے اس کے ثواب کا انتظار مراد ہے۔ (مترجم)

ورضاه ثوابه و فی القرآن
(پاره ۷، رکوع، سوره مائده) تعلم ما
فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک
یعنی تعلم غیبی و لا
اعلم غیبک و فی القرآن
(پاره ۳، رکوع ۱۱) و یحذرکم
الله نفسه ای عقابه
و فی القرآن ان الله و
ملائکته یصلون علی
النبی یا ایها الذین
امنوا صلوا علیه و فیه
هو الذی یصلی علیکم
و ملائکته فالصلوة من
الله رحمته و من الملائکة
استغفار و تزکیة و من
الناس دعاء و فی القرآن
و مکروا و مکر الله
والله خیر الماکرین و
فیه یخادعون الله

قرآن میں ہے حضرت یوسفؑ
نے عرض کیا۔ خدایا تو میرے دل
کی باتوں سے واقف ہے۔ میں
تیرے رموز سے آگاہ نہیں۔ یعنی
تو میرے راز کو جانتا ہے اور میں
تیرے بھیدوں کو نہیں جانتا۔ قرآن
میں ہے۔ خدا تم کو اپنے نفس
سے ڈراتا ہے۔ نفس سے عذاب
مراد ہے۔ قرآن میں ہے۔ خدا اور
اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں
اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو
دوسری آیت میں ہے خدا اور اس کے
فرشتے تم پر صلوات بھیجتے ہیں۔ صلوٰۃ خدا
سے اس کی رحمت اور صلوٰۃ ملائکہ سے
طلب بخشش اور رسول اللہؐ کی پاکیزگی بیان
کرنا اور آدمیوں کی صلوٰۃ سے دعا مراد ہے
قرآن میں ہے ان لوگوں نے مکر کیا اور
خدا مکر کرنے والوں میں بہتر ہے۔ قرآن میں
ہے۔ وہ لوگ خدا سے دھوکہ بازی کرتے

وَهُوَ خَادِعُهُمْ وفيه اللّٰه يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ فی القرآن سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وفيه نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ لعنی ذالك[1] انه يجازيهم جزاء المكر وجزاء المخادعة وجزاء الاستهزاء و جزاء السخرية وجزاء النسيان وهوان ينسهم انفسهم لانه عزوجل فی الحقيقة لا يمكرو

ہیں۔ اور خدا ان سے خدع کرنے والا ہے۔ قرآن میں ہے۔ خدا اُن سے ہنسی کرتا ہے۔ قرآن میں ہے خدا ان سے سخریہ کرتا ہے قرآن میں ہے وہ لوگ خدا کو بھول گئے۔ خدا نے ان کو فراموش کیا۔ ان سب آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ خدائے عزّوجل مکر کرنے والوں کو مکر کی جزا دھوکا بازوں کو دھوکے کی سزا، ہنسی کرنے والوں کو ہنسی کا بدلا، سخریوں کو ٹھٹھے کا نتیجہ، بھولنے والوں کو فراموشی کا عقاب[1] دیتا ہے۔ وہ یہ ہے

---

[1] عربی زبان میں سزا کا وہی نام رکھ لیا جاتا ہے جو اس فعل کا نام ہوتا ہے جس کی سزا دی جاتی ہے۔ مثلاً قرآن میں ہے جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ۔ یعنی بدکاری کی سزا بد ہے۔ فعل بد کو عربی میں سیئہ کہتے ہیں اور فعل بد کی سزا کو بھی سیئہ کہتے ہیں۔ ابو الغول طهوری عرب کا مستند شاعر کہتا ہے۔ شعر فنکب عنهم درا الاعادی وداووا بالجنون من الجنون۔ بنی مازن کی تلوار نے بنی وائل اور بنی یربوع کا اسلوب سے دفعیہ کیا کہ جیسے دشمن کو دفع کرتے ہیں اور جنون کا علاج جنون سے کیا۔ اس شاعر نے جنون یعنی لڑائی کی سزا کو جنون سے تعبیر کیا ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

لایخادع ولایستهزی ولایسخر ولاینسی تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔

کہ وہ لوگ اپنے آپ کو بھی بھول جاتے ہیں۔ کیونکہ درحقیقت خدا نہ مکر کرتا ہے اور نہ دھوکا دیتا ہے اور نہ ہنسی کرتا ہے اور نہ مسخراپن۔ اور نہ اسے نسیان[1] عارض ہوتا ہے (یہ سب باتیں عیب ہیں) خدا ان باتوں سے بعید بلند و برتر ہے۔

ولیس یرد فی الاخبار التی لیشنع بہا اھل الخلاف والالحاد الامثل ھٰذہ الالفاظ و معانیہا معانی الفاظ القرآن۔

جن حدیثوں پر مخالفوں اور بے دینوں کے حملے ہوتے ہیں ان میں اسی قسم کے الفاظ وارد ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ان لفظوں کے وہی معانی لینے چاہئیں۔ جو قرآن مجید میں ان الفاظ کے معنی لیے گئے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) عمر بن کلثوم تغلبی کہتا ہے۔ شعر۔ الا لایجھلن احد علینا فنجھل فوق جھل الجاھلینا۔ خبردار ہو جاؤ کہ ہمارے مقابلہ میں کوئی شخص جہالت نہیں کر سکتا۔ کہ ہم تو جاہلوں سے بڑھکر جہالت کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ یعنی ہم سے کوئی لڑ نہیں سکتا۔ کہ ہم لڑنے والوں کو بڑی سزا دیتے ہیں۔ اس شاعر نے جہالت کی سزا کو جہالت کہا ہے۔ اسی طرح ان آیتوں میں بھی مکر کی سزا کو مکر اور دھوکے کی سزا کو دھوکہ ٹھٹھے کی سزا کو ٹھٹھہ اور مسخراپن کی سزا کو تمسخر اور فراموشی کی سزا کو فراموشی سے تعبیر کیا ہے۔ (مترجم بدایونی)

[1] شیخ مفید تحریر کرتے ہیں کہ نسیان کے لغوی معنی ترک کر دینے کے ہیں اور نسیان کے معنی تاخیر میں ڈالنے کے بھی ہیں۔ لہٰذا آیہ نسوا اللہ فنسیھم کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ لوگ خدا کی عبادت و اطاعت ترک کر دیتے ہیں خدا ان کو ثواب دینا ترک کر دے گا۔

باب الاعتقاد فی صفات الذات وصفات الافعال

اس باب میں خدا کی صفات ذات اور صفات فعل کے متعلق عقیدہ کا بیان ہے

قال الشیخ ابو جعفر کلما وصفنا الله بصفة من صفات ذاته فانما نرید بکل صفة ههنا نفی ضدها عنه عز وجل ونقول لم یزل الله تعالیٰ سمیعا بصیرا علیما حکیما قادرا عزیزا حیا قیوما واحدا قدیما وهذه صفات ذاته

شیخ ابو جعفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب ہم خدا کی کوئی ایسی صفت بیان کرتے ہیں کہ جس کا تعلق اس کی ذات سے ہے تو غرض ہماری یہ ہوتی ہے کہ خدا سے اس صفت کی ضد متعلق نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ہم کہتے ہیں خدا ہمیشہ سے سمیع[1] و بصیر ہے۔ عالم ہے (جاہل نہیں) صاحب[2] حکمت ہے۔ قادر ہے (عاجز نہیں) غالب ہے (مغلوب نہیں) زندہ ہے (مردہ نہیں) قیوم ہے اسے زوال نہیں۔ قدیم[3] ہے۔ ایک ہے اس کا شریک نہیں یہ سب صفات[4] ذات کہلاتی

---

[1] یعنی خدا دیکھنے اور سننے کی چیزوں سے ناواقف نہیں۔ [2] یعنی خدا کا کوئی کام ناقص اور بے عیب نہیں ہوتا۔ [3] یعنی وجود خدا کے لیے نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا۔

[4] صفات ذات وہ صفتیں ہیں جن کے ساتھ خدا کی ذات ہمیشہ سے موصوف ہے اور ذات الٰہی کو ان سے خالی ماننا محال ہے مثلاً اللہ کا عالم ہونا، قادر ہونا، با اختیار ہونا۔ ازلی ہونا، ابدی ہونا غنی ہونا، زندہ ہونا، یکتا ہونا، صادق ہونا وغیرہ (مترجم بدایونی)۔

ہیں (اور عین ذات ہیں)

ولا نقول انہ عز وجل لم یزل خلاقا فاعلا شائیا مریدا راضیا ساخطا رازقا وھابا متکلما لان ھذہ الصفات افعال محدثۃ لا یجوز ان یقال لم یزل اللہ موصوفا بھا

اور ہم یہ نہیں کہتے کہ خدا ہمیشہ سے خالق ہے، فاعل ہے - ارادہ اور مشیت اس کی مخلوق سے برابر متعلق ہو رہی ہے وہ ہمیشہ سے راضی ہے اور نہ کسی سے ناراض ہے - وہ برابر قدیم سے روزی دیتا ہے، سخاوت کرتا ہے - وہ ازل سے کلام پیدا کرنے والا ہے - وجہ یہ ہے کہ یہ سب صفتیں صفاتِ فعل[1] ہیں - اور حادث ہیں - خدا کی ذات کو ہمیشہ سے ان صفتوں کے ساتھ موصوف[2] ماننا جائز نہیں -

---

[1] صفات فعل وہ صفتیں ہیں جو خدا کے فعل سے متعلق ہوتی ہیں - جیسا کام وہ کرتا ہے ویسی صفت سے وہ موصوف کہلاتا ہے - مثلاً اس نے کسی کو پیدا کیا خالق کہلایا کسی کو رزق دیا رازق اس کا نام ہو گیا - ان صفات کے ساتھ خدا کی ذات کا ہمیشہ سے متصف ہونا لازم نہیں بلکہ ذاتِ خدا کو ان صفتوں سے خالی ماننا جائز ہے ہمیشہ سے اس کا ان صفتوں سے موصوف جاننا جائز نہیں -

[2] عقیدہ یہ ہے کہ خدا سے ہر ایک فعل کا ہمیشہ ادا ہونا لازم نہیں ہے بلکہ افعال کا صدور کسی حکمت اور مصلحت پر موقوف ہوتا ہے - چونکہ فعل کا حادث ہونا ضروری ہے اس لیے صفاتِ فعل کا بھی حادث ہونا ضروری ہوا (باقی اگلے صفحہ پر)

باب الاعتقاد فی التکلیف — تکلیف کے متعلق عقیدہ

قال الشیخ ابوجعفر اعتقادنا فی التکلیف ھو ان اللہ لم یکلف عبادہ الا دون

شیخ صدوق فرماتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کو ان کی طاقت سے کم تکلیف دی ہے جیسا کہ وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا سے ہمیشہ سے افعال صادر ہوئے ہیں موجب کفر ہے۔ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ خدا ہمیشہ سے خالق اور رازق ہے تو وہ لوگ جن کو اس نے پیدا کیا اور روزی عنایت فرمائی ان کو بھی خدا کی طرح قدیم ماننا پڑے گا۔ حالانکہ خدا کے سوا کوئی چیز قدیم نہیں۔ اسی طرح جس مخلوق سے اس کا ارادہ اور اس کی مشیت متعلق ہوئی یا جس سے خدا راضی ہوا یا جس پر خدا نے عذاب کیا یا جس کو اس نے نعمت دی۔ یا جن چیزیں اس نے کلام پیدا کیا۔ اگر یہ سب چیزیں ہمیشہ سے مانی جائیں تو سب قدیم کہلائیں گی۔ اور چند چیزوں کے قدیم جاننے سے اسلام رخصت ہو جائے گا لہٰذا ضروری ہوا کہ خدا کی ذات تو ہمیشہ سے ہے لیکن خالق وغیرہ ہونے کی صفت اس وقت اس سے متعلق ہوئی کہ جب یہ افعال اس سے صادر ہوئے۔ ہاں خدا میں ان باتوں کی قدرت ہمیشہ سے تھی اگرچہ اس نے کسی کو پیدا نہیں کیا تھا۔ روزی عطا نہیں فرمائی تھی۔ (مترجم بدایونی)

مالیطیقون کما قال
لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا
وُسْعَہَا والوسع دون
الطاقۃ۔ قال الصادقؑ
واللہ ما کلف اللہ العباد
الا دون ما یطیقونہ لانہ
انما کلفھم فی کل یوم و
لیلۃ خمس صلوات و
کلفھم فی کل سنۃ
صیام ثلثین یوما و
کلفھم فی العمر حجۃ
واحدۃ وھم یطیقون
اکثر من ذالکؒ

ارشاد فرماتا ہے۔ خدا ہر نفس کو بقدر اس
کی وسعت کے تکلیف دیتا ہے۔ (عربی
محاورہ میں) طاقت سے گھٹے ہوئے درجہ
کا نام وسعت ہے۔ امام جعفر صادق
علیہ السلام نے فرمایا۔ قسم بخدا اللہ نے
اپنے بندوں کو اتنی ہی تکلیف دی ہے
جو اُن کی طاقت سے کم ہے۔ اس لیے
خدا نے شب و روز میں صرف پانچ نمازیں
اپنے بندوں پر فرض کی ہیں اور سال بھر
میں صرف تیس روزے (یعنی ماہ رمضان
کے روزوں) کی تکلیف دی ہے۔ اور
ہر دو سو درہموں میں (سال بھر کے بعد)
پانچ درہم زکوٰۃ دینی واجب کی ہے اور
عمر بھر میں صرف ایک حج کی تکلیف
دی ہے۔ حالانکہ بندے اس سے
زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔

باب الاعتقاد فی افعال العباد

افعال عباد کے متعلق عقیدہ

قال الشیخ ابو جعفر اعتقادنا

شیخ ابو جعفرؒ فرماتے ہیں افعال بندگان

في افعال العباد انها مخلوقة خلق تقدير لا خلق تكوين ومعنى ذالك انه لم يزل الله عالما بمقاديرها۔

کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ بخلق[1] تقدیری خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں بخلق[2] تکوینی خدا کی مخلوق نہیں ہیں خلق تقدیری کے معنی یہ ہیں کہ خدا ہمیشہ سے بندوں کے افعال سے باخبر ہے اوران کے اندازے یعنی اچھائی برائی سے آگاہ ہے۔

باب الاعتقاد في نفي الجبر والتفويض

جبر[3] و تفویض[4] کی نفی کا عقیدہ

قال الشيخ اعتقادنا في ذالك

شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس کے متعلق

---

[1] خلق تقدیری سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے بندوں کو پیدا کیا اور اچھے برے کاموں کی قوت انھیں عطا فرمائی۔ اب بندے اس قوت سے جو کچھ کرتے ہیں خدا کو سب معلوم ہے۔

[2] خلق تکوینی سے مراد یہ ہے کہ خدا افعال کو بندوں میں خود پیدا کردے یعنی ان کے اعضا پر جاری کردے مثلاً کسی نے چوری کی تو کہا جائے کہ خدا نے چوری کی۔ معاذ اللہ۔

[3] جبریہ وہ گروہ ہے جو کہتا ہے بندے بالکل مجبور ہیں۔ اچھا برا کام خدا ہی کرتا ہے

[4] مفوضہ وہ گروہ ہے جو کہتا ہے کہ خدا نے ہر کام بندے کے سپرد کر دیا ہے جو اس کا جی چاہے کرے۔ خدا اس کے کاموں میں دخل نہیں دے سکتا۔ یہ دونوں عقیدے باطل ہیں۔ (مترجم بدایونی) تفویض کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ غالیوں کا ایک فرقہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خدا نے صرف جناب محمدؐ اور حضرت علیؑ کو پیدا کر کے ساری دنیا کا انتظام انکے سپرد کر دیا ہے بس یہی دونوں پیدا کرتے ہیں۔ روزی دیتے ہیں۔ مارڈالتے ہیں۔ یہ عقیدہ شرک ہے۔

قول الصادق علیہ السلام
لا جبر ولا تفویض بل
امر بین بین فقیل لہ
وما امر بین بین فقال
ذالک مثل رجل رایتہ
علی معصیۃ فنھیتہ
فلم ینتہ فترکتہ
ففعل تلک المعصیۃ
فلیس حیث لا یقبل
منک فترکتہ کنت الذی
امرتہ بالمعصیۃ

ہمارا عقیدہ وہ ہے جو امام جعفر صادق علیہ
السلام نے فرمایا ہے۔ نہ جبر ہے نہ تفویض
بلکہ ایک امر ہے جو بین بین ہے۔ کسی
نے عرض کیا وہ بین بین کیا ہے؟ فرمایا
اس کی مثال یہ ہے کہ تم کسی شخص کو بُرے
کام پر آمادہ دیکھ کر منع کرو۔ لیکن وہ
تمھاری بات نہ ملنے پس تم اسے چھوڑ دو
اور وہ گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اسکے
قبول نہ کرنے کا اور تمھارے چھوڑ دینے
کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم نے اس کو
گناہ کا حکم[1] دیا ہے۔

---

[1] یہی مطلب اس صورت میں بھی ہے کہ خدا اپنے بندوں کے افعال دیکھتا ہے اور اس نے بدکاری سے منع بھی کر دیا ہے۔ اس نے ہرگز گناہ کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ ان کو یک لخت آزادی دے کر بے مہار چھوڑ دیا ہے ورنہ خدائے عزوجل ان کی ہدایت کے لیے نبی نہ بھیجتا۔ کتابیں ارسال کر کے حلال و حرام کی تکلیف نہ دیتا۔ جنت و دوزخ پیدا نہ کرتا۔ نیکوں کے لیے جنت بدوں کے لیے دوزخ قرار نہ دیتا۔ قرآن میں یہ نہ فرماتا کہ جو شخص جیسا کرے گا ویسا نتیجہ [illegible] انہی باتوں سے معلوم ہوگیا کہ جبریہ اور مفوضہ دونوں کا عقیدہ باطل ہے۔ (مترجم بدایونی)

باب الاعتقاد فی الارادة والمشیة — ارادہ اور مشیت خدا[1] کے متعلق عقیدہ

قال ابو جعفر اعتقادنا فی	شیخ ابو جعفر فرماتے ہیں اس میں ہمارا
ذالک قول الصادق علیہ	عقیدہ وہ ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام
السلام شاء اللہ واراد و	نے فرمایا کہ خدا چاہتا ہے اور ارادہ کرتا
لم یحب ولم یرض شاء اللہ	ہے اور دوست نہیں رکھتا اور راضی نہیں ہوتا

---

[1] ارادہ اور مشیت خدا کے چند معنی ہیں - اول علم بمصلحت یعنی جیسی مصلحت ہوتی ہے ویسا کام خدا کرتا ہے - دوسرے بمعنی فعل یعنی کسی کام کا کرنا ہی ارادہ ہے جیسے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا - تیسرے بمعنی مصلحت و مرضی مثلاً یرید اللہ بکم الیسر - چوتھے بمعنی امر یعنی حکم دینا جیسے خدا اپنے بندوں سے طاعت کا ارادہ کرتا ہے یعنی طاعت کا حکم دیتا ہے اور معصیت اور نافرمانی کا ارادہ نہیں کرتا یعنی حکم نہیں دیتا ہے - پانچویں بمعنی علم جیسا کہ حدیث میں ہے - جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے خدا کے ارادہ سے ہوتا ہے یعنی اسے معلوم ہے - چھٹے بمعنی تسہیل یعنی کسی کام کو سہل و آسان کر دینا - ساتویں بمعنی تمکین یعنی قدرت دینا آٹھویں بمعنی تخلیہ یعنی کسی کو اس کے حال پر چھوڑ دینا - ارشادیہ - واضح ہو جبکہ لفظ ارادہ کے بہت سے معانی ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہر جگہ ایک ہی معنی مراد لیے جائیں - بلکہ جیسا موقع اور محل ہو اسی معنی میں اس لفظ کو استعمال کرنا چاہیے - ۰ (مترجم بدایونی)

ان یکون شیئ الا بعلمہ واراد مثل ذالک ولم یحب ان یقال لہ ثالث ثلثۃ ولم یرض لعبادہ الکفر وقال عز وجل انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء و قال وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنْ یشاء اللہ وقال تعؑ (پارہ ۱۱ رکوع ۱۵) ولو شاء ربک لَاٰمَنَ مَنْ فی الارض کلھم جمیعاً افانت تکرہ النّاس حتّٰی یکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ وقال تعؑ وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللہِ۔ وکما قال تعؑ

یہ چار باتیں ہیں۔ شاء اللہ کے معنی یہ ہیں۔ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے خدا کو معلوم ہے۔ اَرَادَ اللّٰہُ کے بھی یہی معنی ہیں لَمْ یُحِبَّ (کی مثال) یہ ہے کہ خدا پسند نہیں کرتا ہے اس بات کو کہ یوں کہا جائے کہ خدا تین میں کا ایک ہے اور لَمْ یَرْضَ کے معنی یہ ہیں کہ خدا اپنے بندوں کے کفر سے راضی نہیں۔ خدا فرماتا ہے اے رسولؐ تم کسی کو راہِ راست پر نہیں لا سکتے لیکن خدا جسے چاہے ہدایت کرے اور فرمایا تم لوگ چاہو گے نہیں مگر اللہ جسکو چاہے اور فرمایا اگر تمھارے رب کی مرضی ہوتی تو زمین والے سب کے سب بجبر ایمان لاتے (اے رسولؐ) کیا تم ان لوگوں پر جبر[1] کرو گے کہ یہ سب کے سب مومنین ہو جائیں۔ (کسی پر جبر نہ کیجیو) فرماتا ہے کوئی شخص بغیر

۱؎ لیکن ہماری مرضی تو یہ ہے کہ بندے اپنی خوشی سے اسلام لائیں تاکہ ثواب پائیں۔ (مجمع البیان)

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا وکما قال تو (پارہ ۱۱ رکوع ۲) لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وقال تو وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ وقال تو پارہ، رکوع ۱ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكُوْا

اذنِ خدا ایمان نہیں لاتا[۱]۔ جیسا کہ فرمایا ہر ذی حیات خدا کے مقرر کیے ہوئے وقت پر اسی کے اذن سے مرتا ہے۔ اور اسی طرح اس نے فرمایا وہ لوگ یہ کہتے ہیں اگر ہمیں کچھ بھی اختیار ہوتا تو ہم اس جگہ قتل نہ کیے جاتے (اے رسول) تم ان سے کہہ دو اگرچہ تم لوگ اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کا قتل ہونا مقرر ہو چکا تھا۔ وہ ضرور اپنے مقتل میں نکل آتے۔ خدا فرماتا ہے اگر تمھارے رب کو (زبردستی) منظور ہوتا تو یہ لوگ ایسا نہ کرتے اب تم انھیں چھوڑ دو۔ افترا[۲] کرنے دو۔ نیز فرمایا۔ اگر

---

[۱] اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو لوگ کافر رہے انھیں اسلام لانے کے لیے خدا کا حکم ہی نہ تھا۔ کیونکہ اللہ نے تو اپنے بندوں کو اسلام لانے کا حکم دیا ہے۔ لیکن مجبور نہیں کیا۔ اب جو لوگ مسلمان ہو گئے وہ حکم خدا کے پابند ہوئے۔ اور جو کافر ہوئے وہ خدا کے مخالف ہے۔ [۲] خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ انھیں افترا کرنے دو۔ کسی کو جبریہ مسلمان نہ بنانا جیسا کہ تم کو تمھارے بعض اصحاب نے مشورہ دیا ہے کہ اب کافروں کو زبردستی مسلمان بنانا چاہیے۔ وجہ اس ڈھیل دینے کی یہ ہے کہ دنیا جائے امتحان ہے۔ یہاں جو شخص جیسا کام کرے گا۔ ہم بروز قیامت اسی کو جزا یا سزا دیں گے۔ (مجمع البیان مترجم)

وقال تعالیٰ (پارہ ۲۱ رکوع ۱۵) وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا و قال تعالیٰ (پ ۸ رکوع ۱) فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ وقال تعالیٰ (پ ۵ رکوع ۳) يُرِيدُ اللّٰهُ

خدا کو جبر منظور ہوتا وہ لوگ شرک نہ کرتے۔[1] نیز فرمایا اگر ہم چاہتے تو (بزور) ہر شخص کو راہِ ہدایت پر لے آتے۔ نیز فرمایا۔ جس شخص کے متعلق خدا کی یہ مصلحت ہوتی ہے کہ اس کو (اپنی مہربانی) سے ہدایت پر رکھے تو اس کے سینہ کو کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو اپنی کرامت سے دور رکھنا چاہتا ہے تو اس کے سینہ کو تنگ اور گھٹا ہوا[2] بنا دیتا ہے

---

[1] اگر خدا کو منظور ہوتا تو تمام بندے مومن اور معصوم ہو جاتے پھر نہ کوئی کافر ہوتا اور نہ کوئی گناہ کرتا۔ نہ جنت بنانے کی ضرورت ہوتی نہ دوزخ کے بنانے کی حاجت ہوتی۔ نہ خدا کو احکام بھیجنا پڑتے مگر دنیا چونکہ جائے امتحان تھی اس لیے خدا نے جنت دوزخ بھی بنائے اچھائی برائی بتلانے کے لیے انبیاء بھی بھیجے۔ اچھی باتوں کا اس نے حکم دیا۔ برے کاموں سے اس نے روکا۔ بندوں کو اس نے دو قوتیں عطا فرمائیں۔ ایک وہ قوت جو گناہ کی طرف راغب کرتی ہے دوسری وہ قوت جو گناہ سے روکتی ہے۔ خدا نے یہ دونوں قوتیں بندوں کے اختیار میں دے دی ہیں۔ چاہیں گناہ کریں خواہ گناہ سے بچیں اور یہ بھی بتلا دیا۔ جو گناہ کرے گا وہ دوزخی ہے اور جو گناہ سے بچے گا وہ جنتی ہے۔

[2] اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا اپنے بندوں کو گمراہ کرتا ہے کہ اس نے بعضوں کے دل تنگ کر دیے اب وہ لوگ اسلام کی طرف رغبت ہی نہیں کر سکتے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جو لوگ کفر اختیار کرتے ہیں اس کی سزا میں خدا ان لوگوں کو اپنی کرامت سے دور رکھتا ہے۔ ترجمہ کرنے والوں پر افسوس ہے نہ تفسیر قرآن دیکھی [illegible] ات عرب [illegible] دیکھے [illegible] جگہ لفظ ضلالت کے معنی گمراہی کرنے سمجھ لیے۔ حالانکہ یہی لفظ قرآن میں تقریباً دس معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔

22.05.2013 11:59

لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ
سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ
وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ - وقال تعالیٰ
(پ۵ ع۱) يُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ
لَا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا
فِي الْآخِرَةِ وقال تعالیٰ
يُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ
عَنْكُمْ وقال تعالیٰ (پ۲ رکوع ۷)
يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ
وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

یہ سزا ہے اس کے اسلام نہ لانے کی
گویا وہ شخص بزور[۱] آسمان کی طرف چڑھنا چاہتا
ہے۔ نیز فرماتا ہے خدا کا ارادہ یہ ہے کہ
تمہارے واسطے (احکام دین و دنیا) بیان
کر دے اور تم کو ان لوگوں کے طریقے[۲] دکھلائے
جو تم سے پہلے ہو چکے اور تمہاری توبہ قبول
فرمائے اور اس کی مشیت یہ ہے کہ وہ
کافروں کے لیے آخرت میں (ثواب کا)
کوئی نصیبہ قرار نہ دے۔ نیز فرمایا۔ اللہ کی
مصلحت یہ ہے کہ تمہاری تکلیف[۳] کو سہل کر دے

۱؎ اس آیت میں خدا نے اس شخص کو جس کا سینہ تنگ ہو جائے اس آدمی سے تشبیہ دی ہے جو کسی ناممکن بات کا مثلاً آسمان پر جانے کا ارادہ کرے۔ لہٰذا آیت کا مطلب یہ ہے کہ سزا دہی کے لیے جس کے سینہ کو تنگ کر دے پھر وہ کرامت خدا حاصل کرنی چاہے تو ایسا ہے گویا وہ آسمان پر بزور چڑھنا چاہتا ہے۔ آسمان پر چڑھنا اس کے امکان میں نہیں۔ اسی طرح کرامت خدا کا حاصل کرنا اسے ممکن نہ ہوگا۔ اس وقت اس کے دل میں گھٹن پیدا ہوگی سینہ امتنانگی کریگا۔

۲؎ اور ان کو حق و باطل سے آگاہ کر دے تاکہ تم لوگ۔ خوب دیکھ بھال کر ایک راہ پسند کر لو۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ خدا نے راستے بتا دیے اور ہر ایک اچھائی برائی سے اطلاع دے دی۔ پھر اختیار دے دیا۔ مجبور نہیں کیا تاکہ امتحان پورا ہو۔

۳؎ اور تم کو نکاح کی اجازت دیکر تکلیف کو سبک کر دے تاکہ تم لوگ حرامکاری سے محفوظ رہو۔ (مترجم)

وقال تعالیٰ (پ ۵ رکوع ۲)
وَاللّٰهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا وقال تعالیٰ وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ

هٰذا اعتقادنا فی الارادۃ والمشیۃ ومخالفونا یشنعون علینا فی ذالک ویقولون انا نقول ان اللہ تبارک و تعالیٰ اراد المعاصی واراد قتل الحسین بن علی علیہما السلام ولیس ھٰکذا نقول۔ لکنا نقول ان اللہ اراد ان تکون

نیز فرماتا ہے خدا تم سے آسانی کا خواہاں ہے وہ تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا۔ نیز فرمایا، خدا چاہتا ہے کہ وہ تمہاری توبہ قبول فرمائے اور جو لوگ اپنی خواہشوں کے پیرو ہیں ان کا قصد[1] یہ ہے کہ تم لوگ (دینِ حق سے) خوب برگشتہ ہو جاؤ۔ نیز فرماتا ہے خدا اپنے بندوں پر ظلم[2] کرنا نہیں چاہتا۔

ارادہ اور مشیتِ الٰہی کے متعلق یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ مگر ہمارے مخالفین ہم کو طعنے دے کر عیب لگاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ شیعوں کا قول یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کا مقصد یہی ہے کہ بندے گناہ کریں۔ اور اس کا قصد یہ تھا کہ حسین بن علی علیہما السلام قتل ہوں۔ حالانکہ ہمارا قول ہرگز یہ نہیں ہے۔ لیکن ہم تو یہ کہتے ہیں۔ خدا یہ چاہتا ہے کہ نافرمانوں کی نافرمانی

۱؎ اس آیت سے ظاہر ہوا کہ آدمی دوسرے آدمی کو گمراہ بنا دیتا ہے خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔

۲؎ اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا ظالم نہیں ہے کہ اپنے بندوں سے گناہ کرائے پھر ان کو سزا بھی دے بلکہ خدا تو عادل ہے جیسا جو کرے گا ویسا بھرے گا (مترجم بدایونی)

معصية العاصين خلاف
طاعة المطيعين واراد
ان تكون المعاصي غير
منسوبة اليه من جهة
الفعل واراد ان يكون
موصوفاً بالعلم بها قبل
كونها ولنقول اراد الله ان
يكون قتل الحسين
معصية له وخلاف
الطاعة ولنقول اراد الله
أنيكون قتله نهياً عنه
غير مامور به و
نقول اراد الله ان
يكون قتله سخطاً
لله غير رضيً ولنقول
اراد الله ان لا يمنع
من قتله بالجبر والقدرة
كما منع منه بالنهي و
القول ولو منع منه بالجبر

اور فرماں برداروں کی اطاعت یکساں نہ ہو
اور وہ یہ چاہتا ہے کہ فعل کے لحاظ سے
گناہ اس کی طرف منسوب نہ ہوں (کہ خدا
ہی کرتا ہے یا وہی گناہ کراتا) بلکہ وہ تو
گناہوں کے ہونے سے پہلے ہر ایک
گناہ کا علم رکھتا تھا۔ اور ہم تو یہ کہتے
ہیں۔ خدا کا منشا یہ تھا کہ قتل حسین
اس کی نافرمانی اور اطاعت کے خلاف
ہے اور ہمارا قول یہ ہے کہ ارادۂ خدا یہ
تھا کہ قتل حسینؑ ممنوع اور غیر مامور ہے
اور ہم اس کے قائل ہیں خدا نے ارادہ
کر لیا تھا کہ ان جناب کا قتل خدا کی
ناراضی اور (قاتلوں پر) دائمی عذاب
کا باعث ہے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں ان
حضرت کے قتل سے اپنے غلبہ اور
قدرت کے ذریعہ سے نہ روکا۔ صرف
زبان (وحی) سے اس کی ممانعت کر
دی۔ اور اگر وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے
زبردستی روک دیتا جس طرح سے

والقدرة كما منع منه
بالنهي والقول لاندفع
القتل عنه كما اندفع
الحرق عن ابراهيم حين
قال الله عز وجل للنار
كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى
اِبْرَاهِيْمَ ونقول لم
يزل الله عالما بان
الحسين سيقتل جبرًا
ويدرك بقتله سعادة
الابد ويشقى قاتله
شقاوة الابد - ونقول
ماشاء الله كان وما لم يشاء لم
يكن - هذا اعتقادنا
في الارادة والمشية دون
ما ينسبه الينا اهل
الخلاف ويشنعون
علينا اهل الالحاد

کہ رسولؐ کی زبانی ممانعت فرمائی تو حضرت وہ
جناب قتل ہونے سے دور رہتے۔ جیسا کہ
حضرت ابراہیم خلیلؑ آگ میں جلنے سے
محفوظ رہے جبکہ خدا نے آگ کو حکم
دیا تو ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا اور ان کی
سلامتی کا سبب ہو۔ اور ہم یہ بھی کہتے
ہیں کہ خدا کو ہمیشہ سے علم تھا کہ امام
حسین علیہ السلام ظلم سے شہید کیے
جائیں گے اور اس شہادت سے ان
جناب کو دائمی سعادت ملے گی اور
قاتل ان کا ہمیشہ بدبختی (عذاب) میں
مبتلا رہے گا۔ اور ہمارا عقیدہ یہ ہے
کہ خدا نے جو چاہا وہ ہوا اور جو اسے
منظور نہ تھا وہ نہ ہوا۔ ارادہ و مشیت
خدا کے متعلق یہ ہمارا اعتقاد ہے اور
ہمارا وہ عقیدہ نہیں جو ہمارے مخالفین
ہماری طرف منسوب کرتے ہیں اور دشمنی
رکھنے والے ہم پر طعن کرتے ہیں۔

باب الاعتقاد فی القضاء والقدر

اس باب میں قضا[1] و قدر کے متعلق عقیدہ ہے

قال الشیخ رحمہ اللہ اعتقادنا فی ذالک قول الصادقؑ لزرارۃ حین سئلہ فقال ما تقول یا سیدی فی القضاء والقدر قال اقول ان اللہ اذا جمع العباد

شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس مسئلہ میں ہمارا عقیدہ وہ ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام نے زرارہ کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ جبکہ اس نے عرض کیا اے مولا آپ قضا و قدر کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا۔

---

[1] لفظ قضا قرآن مجید میں بارہ معانی میں مستعمل ہوا ہے۔ اوّل بمعنی ختم و اتمام جیسے قَضٰٓى اَجَلًا دوسرے بمعنی اعلام و اطلاع جیسے وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ تیسرے بمعنی حکم و فیصلہ جیسے وَلَقُضِىَ بَيْنَهُمْ چوتھے بمعنی محکم کرنا جیسے وَنَقْضِىْٓ اَمْرًا پانچویں بمعنی حکم دینا جیسے قَضٰى رَبُّكَ چھٹے بمعنی پیدا کرنا اور بنانا جیسے وَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ساتویں بمعنی فعل جیسے فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ آٹھویں بمعنی مار ڈالنا جیسے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ دسویں بمعنی تمام ہو جانا جیسے مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى وَحْيُهٗ گیارھویں بمعنی ادا کرنا۔ جیسے فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ بارھویں معنی فراغت پانا۔ جیسے وَلَمَّا قُضِىَ الْاَمْرُ ۔ مجمع البحرین۔

يوم القيامة سئلهم عما عهد اليهم ولم يسئلهم عما قضىٰ عليهم۔ والكلام في القدر منهي عنه كما قال امير المؤمنين لرجل قد سئله عن القدر فقال له بحر عميق فلا تلجه ثم سئله ثانية عن القدر فقال طريق مظلم فلا تسلكه ثم سئله ثالثة فقال سر الله فلا تتكلفه وقال امير المؤمنين

میں تم کو ایک بات کہتا ہوں۔ روز قیامت خدائے عزّ و جل اپنے بندوں کو جمع کر کے سوال کرے گا۔ تم نے وہ کام کیوں نہ کیے جن کا تم سے عہد لیا گیا تھا۔ یہ دریافت نہ کرے گا (بتاؤ) خدا نے تم پر کس کس چیز کو جاری کیا تھا۔ اور مسئلہ قدر میں کلام کرنے کی ممانعت[1] ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر المومنینؑ نے اس شخص کے جواب میں جس نے قدر کے معنی پوچھے تو ارشاد فرمایا تھا مسئلہ قدر ایک گہرا دریا ہے تو اس میں داخل نہ ہو۔ پھر دوبارہ اس نے وہی سوال کیا فرمایا وہ تاریک راہ ہے تو اس پر قدم نہ رکھ۔ پھر سہ بارہ اس نے سوال کیا

---

[1] مسئلہ قدر میں ان لوگوں کو کلام اور گفتگو کرنے کی ممانعت ہے جن کی عقلیں ناقص اور ضعیف ہیں کہ اصل مسئلہ کی تہہ تک ان کے ذہن کی رسائی نہیں ہو سکتی جسکی وجہ سے انکے گمراہ ہو جانیکا اندیشہ ہے۔ شاید اسی لیے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے سائل کو اس مسئلہ میں بات چیت کرنے سے روک دیا۔ ورنہ عام طور سے یہ ممانعت نہیں ہے کہ ہر شخص کو اس مسئلہ [illegible] بات چیت [illegible] (تحریر شیخ مفید علیہ الرحمۃ کا خلاصہ)

فی القدر الا ان القدر
سر من اسرار الله و
ستر من استار الله۔
وحرز من حرز الله مرفوع
فی حجاب الله۔ مطوی
عن خلق الله مختوم
بختم الله سابق فی
علم الله وضع الله العباد
عن علمہ ورفعہ فوق
شہاداتہم ومبلغ
عقولہم لانہم لا
ینالونہ بحقیقۃ الربانیۃ
ولا بقدرۃ الصمدانیۃ
ولا بعظمۃ النورانیۃ
ولا بعزۃ الوحدانیۃ
لانہ بحر زاخر مواج
خالص للہ عزوجل
عمقہ بین السماء
والارض وعرضہ ما

حضرت نے فرمایا: وہ خدا کا راز ہے
تو اسے معلوم کرنے کی تکلیف نہ اٹھا
ایک مرتبہ اُمّی جناب نے فرمایا۔ آگاہ
ہو جاؤ کہ مسئلۂ قدر خدا کے بھیدوں میں
سے ایک راز ہے۔ اور اس کے پردوں
میں سے ایک حجاب ہے۔ مسئلۂ قدر خدا
کے محفوظ خزانہ میں سے ایک چیز ہے
خدا کے حجاب قدرت میں وہ بلند ہے
ساری مخلوق سے وہ پوشیدہ ہے۔ خدا
نے اس پر مہر لگا دی ہے۔ علم خدا میں
وہ سابق ہے۔ خدا نے اپنے بندوں کو
اس کا علم نہیں دیا اور ان کے مشاہدہ
سے اور ان کی عقلوں کی رسائی سے اس
کو بلند رکھا ہے۔ کیونکہ بندے نہ اس کی
حقیقت ربانی کو پا سکتے ہیں اور نہ اس
کی قدرت بے نیاز کا ادراک کر سکتے ہیں
اور نہ اس کی عظمت نورانی کو جان سکتے
ہیں اور نہ اس کی یکتائی کے غلبہ کو حاصل
کر سکتے ہیں کیونکہ یہ موجزن گہرا دریا ہے جو صرف خدا

بین المشرق والمغرب
اسود کاللیل الدامس
کثیر الحیّات والحیتان
تعلو مرة وتسفل اخری
فی قعره شمس یضیٔ
لا ینبغی ان یطلع علیها
الا الواحد الفرد الصمد
فمن تطلع علیها فقد
ضاد الله فی حکمه و
نازعه فی سلطانه و
کشف عن سره وستره
وباء بغضب من الله
ومأواه جهنم وبئس
المصیر وروی ان
امیر المومنین عدل
من عند حائط
مائل الی مکان آخر
فقیل له یا امیر المومنین
اتفر من قضاء الله

ہی کے لیے گہرائی اس کی آسمان وزمین
کے فاصلہ کے برابر ہے۔ مشرق سے
مغرب تک اس کی چوڑائی ہے۔
اندھیری رات کے مانند وہ تاریک ہے
سانپ اور مچھلیاں اس میں بکثرت ہیں
کبھی وہ اوپر آجاتی ہیں کبھی نیچے اتر جاتی
ہیں۔ گہرائی میں اس کی ایک سورج چمک
رہا ہے۔ خدائے واحد و یکتا بے نیاز
کے سوا کسی کو سزاوار نہیں ہے کہ اس
پر اطلاع حاصل ہو۔ پس جو شخص اس پر
مطلع ہونے کا قصد کرے گا وہ حکم میں
اس کا مخالف ہوگا اور شاہی میں اس
کی جھگڑنے والا اور اس کے راز اور
پردہ کی بات کو فاش کرنے والا۔ خدا کے
عذاب میں اپنی جگہ بنانے والا اور ٹھکانا
اس کا جہنم ہوگا۔ اور اس کی بازگشت
بری ہوگی۔ مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین
علیہ السلام ایک جھکی ہوئی گرنے والی
دیوار سے بچ کر دوسری طرف کو چلے

قال افر من قضاء الله الیٰ قدر الله

کسی نے عرض کیا یا امیرالمومنین کیا آپ قضائے الٰہی سے بھاگتے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا۔ ہاں میں قضائے خدا[1] سے بھاگ کر اس کے قدر کی جانب جاتا ہوں۔

وسئل الصادق ع عن الرُّقیٰ ھل یدفع من القدر شیئاً فقال ھی من القدر۔

کسی نے جناب صادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔ آیا تعویذ اور عمل بھی قضا و قدر میں سے کچھ ٹال دیتا ہے۔ فرمایا رقی[2] بھی قدر کی ایک فرد[3] ہے۔

باب الاعتقاد فی الفطرۃ والھدایۃ

اس باب میں فطرت اور ہدایت کے متعلق عقیدہ کا بیان ہے

قال الشیخ رحمہ اللہ اعتقادنا فی ذالک

شیخ ابوجعفر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے

---

[1] اس قضا سے مراد قضائے مشروط ہے جو ٹل جاتی ہے اور قدر سے مراد قضائے یقینی ہے جو نہیں ٹلتی (مترجم)

[2] رقی جمع ہے رقیہ کی۔ رقیہ اس تعویذ اور عمل کو کہتے ہیں جس میں خدا کا نام ہے (مجمع البحرین)

[3] یعنی اگر کوئی بلا تعویذ اور عمل کے ذریعہ سے دور ہو تو سمجھنا چاہیے کہ قضا و قدر سے اس کا دفعیہ ہوا ہے۔ کیونکہ قضا و قدر کے معنی حکم خدا کے ہیں اور یہ دونوں چیزیں بھی خدا ہی کے حکم سے اثر کرتی ہیں۔ مترجم۔

ان الله فطر جميع الناس
على التوحيد و ذالك
قوله تعالى فطرة الله التي
فطر الناس عليها و
قال ايضا في قوله تعالى
ما كان الله ليضل قوما
بعد اذ هداهم حتى
يبين لهم ما يتقون
قال حتى يعرفهم ما
يرضيه وما يسخط
وقال في قوله تعالى پ ۳۰ سورہ والشمس
فالهمها فجورها وتقواها
قال بين لها ما تاتي
وما تترك من المعاصي
وقال تعالى (پارہ ۲۹ سورہ دہر)
انا هديناه السبيل
اما شاكرا وإما كفورا

خدا نے تمام آدمیوں کو توحید پر پیدا کیا
ہے۔ دلیل اس پر قول خدا ہے۔ چنانچہ
وہ ارشاد فرماتا ہے یہ (اسلام) وہ دین
ہے جس پر خدا نے سارے آدمیوں کو پیدا
کیا ہے۔ خدا کے اس قول کی تفسیر میں
کہ اللہ ہدایت کرنے کے بعد کسی قوم کو
گمراہ نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ خدا ان کو
وہ چیزیں بتلا دیتا ہے جس سے ان کو
پرہیز[1] لازم ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام
نے فرمایا۔ خدا نے (اتمام حجت کے لیے)
اپنے بندوں کو وہ چیزیں بتلا دیں جو
اس کی خوشنودی کا سبب ہیں۔ اور وہ
بھی بتائیں جو اسے ناراض کرتی ہیں۔ خدا
کے اس قول کی تفسیر میں کہ اللہ نے اپنے
بندوں کو بدکاری اور پرہیزگاری پہنچوا دی
ہے۔ انھی جناب نے فرمایا کہ خدا نے
وہ کام بھی بتا دیے جن کو کرنا چاہیے۔

---

[1] لیکن یہ لوگ اس پر بھی ناجائز باتوں سے پرہیز نہیں کرتے اس مخالفت کی سزا دینے
کے لیے اللہ ان لوگوں سے اپنی توفیق سلب کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ مترجم

قال عرفناه اما اخذا واما تارکا وفی قوله تعالیٰ (پ ۲۴ ع ۱۷) وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰی عَلَی الْهُدٰی قال وهم یعرفون وسئل عن الصادقؑ عن قول اللہ عزّ وجلّ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ قال نجد الخیر ونجد الشر قال وما حجب اللہ علمہ عن العباد فهو موضوع عنهم و قال ان اللہ تعالیٰ احتج علی النّاس بما اتاهم وعرّفهم

اور ان گناہوں سے بھی آگاہ کر دیا جن سے پرہیز لازم ہے۔ خدا فرماتا ہے ہم نے انسان کو راہِ حق دکھا دی۔ اب وہ یا شکر گذار ہوگا یا کفر اختیار کرے گا یعنی ہم نے اپنی راہ اسے پہنچوا دی ہے اب وہ یا اسے اختیار کرے گا یا چھوڑے گا۔ قولِ خدا کی تفسیر میں کہ ہم نے ثمود کو (دینِ حق کی)، راہ دکھائی پس انھوں نے ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی کو پسند کیا۔ انہی جناب نے فرمایا وہ لوگ حق کو پہچانتے تھے۔ کسی نے انہی حضرت سے پوچھا اس قولِ خدا سے کہ ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھا دیے کیا مراد ہے۔ فرمایا، راہ نیکی اور راہِ بدی اور فرمایا خدا نے جن چیزوں کا علم بندوں سے پوشیدہ رکھا ہے وہ باتیں ان سے ساقط ہیں اور جو احکام ان کے پاس بھیجے اور ان کو تعلیم کیے اس سے اپنے بندوں پر خدا نے حجت قائم کی ہے۔

باب الاعتقاد فی الاستطاعة

قال الشیخ رحمہ اعتقادنا فی ذالک ما قالہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام حین قیل لہ ایکون العبد مستطیعاً قال نعم بعد اربع خصال ان یکون مخلی السرب صحیح الجسم سلیم الجوارح لہ سبب وارد من اللہ فاذا تمت ھذہ فھو المستطیع فقیل لہ مثل ای شئی ھو فقال یکون الرجل مخلی السرب صحیح الجسم سلیم الجوارح ولا یقدر ان یزنی الا ان یری امرءۃ فاذا وجد المرأۃ فاما ان یعصم فیمتنع کما امتنع یوسف

بندوں کی استطاعت کے متعلق عقیدہ

شیخ ابو جعفر فرماتے ہیں اس مسئلہ میں ہمارا عقیدہ وہ ہے جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے کسی شخص کے جواب میں جبکہ اس نے سوال کیا تھا۔ آیا بندہ کے لیے قدرت ہے۔ ارشاد فرمایا۔ ہاں! چار شرطوں کے بعد (بندہ مستطیع ہے) اوّل یہ کہ اسے روک ٹوک نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ تندرست ہو۔ تیسرے یہ کہ اعضاء اس کے سالم ہوں۔ چوتھے یہ کہ اسے اللہ نے قوت بھی دی ہو۔ جس وقت یہ چار باتیں پوری ہو جائیں گی پس بندہ مستطیع ہوگا۔ کسی نے عرض کیا۔ اس کی مثال کیا ہے؟ فرمایا۔ ایک شخص بااختیار ہے روک ٹوک نہیں رکھتا۔ بدن اس کا صحیح اعضاء اس کے سالم ہیں۔ وہ زنا پر قادر نہیں۔ لیکن اس وقت جبکہ عورت اسے مل جائے۔ پس جب کہ عورت اسے مل گئی تو یا وہ عصمت اختیار کر کے

واما ان يخلى السرب بينه وبينها فيزنى فهو زان ولم يطيع الله باكراه ولم يعصى بغلبته وسئل الصادق عن قول الله عز وجل (پاره ۲۹ رکوع ۴) وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ قال مستطيعون بالاخذ بما أمروا به وبترك ما نهوا عنه وبذالك ابتلوا قال ابوجعفر عليه السلام في التوراته

زنا سے باز رہے گا۔ جیسا کہ حضرت یوسفؑ باز رہے۔ یا وہ اپنے اور اس کے عورت کے مابین راہ کا تخلیہ کر کے زنا کریگا تو وہ زانی کہلائے گا۔ نہ مجبور ہو کر خدا کی[1] اطاعت کی جاتی ہے اور نہ اس پر غلبہ پاکر اس کی نافرمانی کی جاتی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے قولِ خدا کا مطلب کہ ان لوگوں کو (دنیا میں) نماز کا حکم دیا جاتا تھا (مگر یہ پڑھتے نہ تھے) حالانکہ یہ پڑھ سکتے تھے دریافت کیا گیا۔ حضرت نے فرمایا۔ مراد یہ ہے کہ یہ لوگ قدرت رکھتے ہیں ان کاموں کے بجا لانے کی جن کا انھیں حکم دیا گیا ہے۔ اور ان باتوں کے چھوڑ دینے کی جن کی

---

[1] یعنی اگر کوئی شخص خدا کی اطاعت مدِ نظر رکھ کر زنا سے محفوظ رہے یہ نہ کہا جائیگا کہ اس نے زبردستی اور مجبور ہو کر خدا کی اطاعت کی۔ اور اگر کوئی شخص زنا کا مرتکب ہو جائے تو یہ نہ کہا جائیگا کہ یہ شخص خدا پر غالب آگیا جب ہی تو اس نے سرکشی کر کے خدا کی نافرمانی اختیار کی بلکہ یہ دونوں باتیں بندہ کے اختیار سے ہوں گی۔ بندہ زنا کرنے یا نہ کرنے پر مجبور نہیں۔

مکتوب یا موسیٰ انی خلقتک واصطفیتک وھدیتک وامرتک بطاعتی ونھیتک عن معصیتی فان اطعتنی اعنتک علی طاعتی وان عصیتنی لم اعنک علی معصیتی ولی المنۃ علیک فی معصیبتک۔

ممانعت ہے۔ جبھی توان کا امتحان[1] کیا گیا ہے
امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ توریت میں لکھا ہوا ہے (خدا نے فرمایا) اے موسیٰ میں نے تم کو پیدا کیا، میں نے تم کو منتخب کیا۔ میں نے تم کو ہدایت کی۔ میں نے تم کو اپنی اطاعت کا حکم دیا۔ میں نے تم کو اپنی نافرمانی سے منع کیا۔ پس اگر تم میری اطاعت کروگے تو میں اپنی طاعت پر تمھاری اعانت کروں گا۔ اور اگر تم میرے خلاف کروگے تو اپنی نافرمانی پر تمھاری مدد نہ کروں گا۔ میری اطاعت کے موقع پر تم پر میرا احسان ہوگا۔ اور میری نافرمانی کے وقت تم پر میری حجت قائم ہوگی۔

---

۱ اس آیت سے ظاہر ہے کہ جن کاموں کے ترک کرنے کی خدا نے اپنے بندوں کو تکلیف دی ہے ان کاموں کے متعلق خدا نے انکو قدرت بھی دی ہے اور اختیار بھی دیا ہے۔ اسی قدرت خداداد سے چاہیں وہ کام کریں یا نہ کریں۔

۲ اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ خدا نے اپنے بندوں کو جن کاموں کے کرنے کی تکلیف دی ہے ان میں سے ہر ایک کام پر ان کو قدرت بھی دی ہے، دوسرے یہ کہ خدا گناہ کی طرف نہ رغبت دلاتا ہے اور نہ گناہ کرنے پر کسی کی مدد کرتا ہے تیسرے یہ کہ جو شخص جیسا کرے گا ویسا نتیجہ اس کو ملے گا۔ مترجم بدایونی

باب الاعتقاد فی البداء

بداء کے متعلق عقیدہ

قال الشیخ ابوجعفرؒ ان
الیهود قالوا ان الله
تبارک وتعالیٰ قد
فرغ من الامر قلنا
بل هو تعالیٰ (پ، رکوع)
کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ
لایشغله شان عن
شان یحیی ویمیت
ویخلق ویرزق ویفعل مایشاء
وقلنا یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ
وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ
الْکِتَابِ وانه لایمحوا
الا ما کان ولایثبت
الا مالم یکن وهذا
لیس ببداء کما قالت
الیهود واتباعهم فنسبنا

شیخ ابوجعفر فرماتے ہیں یہودی قائل
ہیں کہ خدائے تبارک و تعالیٰ سارے
کاموں سے چھٹی پاچکا۔ (وہ بیکار ہوگیا)
ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خدا ہر روز ایک نیا
کام کرتا ہے۔ اسے ایک کام کرنا دوسرے
کام کے کرنے سے نہیں روکتا۔ وہی زندہ
کرتا ہے، وہی مار ڈالتا ہے۔ وہی پیدا کرتا
ہے۔ وہی روزی دیتا ہے۔ جو چاہتا ہے
وہی کرتا ہے۔ اور ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ
جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔ اور جو چاہتا
ہے مقرر کر دیتا ہے۔ اور اس کے پاس
کتاب کی اصل موجود ہے۔ اور وہ محو نہیں
کرتا مگر اس چیز کو۔ جو پہلے سے ہوتی ہے
اور ثابت نہیں کرتا ہے مگر اس چیز کو۔ جو
موجود نہیں ہوتی ہے۔ اور یہ وہ بداء نہیں
ہے جس کے یہودی اور انکے تابعین قائل ہیں[1]

---

[1] یہودی اور ان کے تابعین اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ جس چیز کو پیدا کر کے پشیمان ہوجاتا ہوا اسکو وہ مٹا دیتا ہے۔ مترجم بدایونی

اليهود لعنهم الله فی ذلك[1] الی قول بالبداء و تبعهم علیٰ ذلك[2] من خالفنا من اهل الاهواء المختلفة۔

قال الصادق[ع] ما بعث الله نبیًّا قط حتیٰ اخذ علیه الاقرار بالعبودية وخلع الانداد وان الله یؤخر ما یشاء و یقدم ما یشاء و نسخ الشرائع والاحکام بشریعة

اسی بداء کو یہ ملاعنہ ہماری طرف منسوب کرتے ہیں اور مختلف مذاق والے ہمارے مخالفین ان کے ہم کلام[1] ہو گئے۔ امام جعفر صادق[ع] فرماتے ہیں۔ اللہ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ ان سے اقرار لے لیا اپنے معبود ہونے کا اور لا شریک ہونے کا اور اس بات کا کہ اللہ جس چیز کو چاہتا ہے موخر کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے مقدم[2] کر دیتا ہے۔ ہمارے رسول[ص] کی شریعت سے تمام شریعتوں کو اور ان جناب کے احکام سے پچھلے احکام کو منسوخ کر دینا اور قرآن سے اور کتابوں کو بیکار بنا دیتا ہے وہی بداء[3] ہے

---

[1] یعنی جس طرح فرقۂ یہود بداء ندامت کو ہماری طرف منسوب کر کے ہم پر تہمت لگاتے ہیں اسی طرح بعض ناواقف مسلمان بھی اس جرم کو ہمارے سر تھوپتے ہیں (مترجم)

[2] اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ خدا نے پہلے ہی ساری چیزیں پیدا کر کے نہیں رکھ چھوڑی ہیں بلکہ وہ بہت سی چیزیں پہلے پیدا کر چکا اور پیدا کرتا رہتا ہے۔ اور آئندہ جیسی مصلحت ہو گی پیدا کرے گا۔ (مترجم بدایونی)

[3] لفظ بداء تین معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ اول یہ کہ ایسی چیز کا ظاہر ہونا کہ اس کے ہونے سے پیشتر افضل مخلوقات (یعنی انبیاء) کو اس کا علم نہ ہو (اگرچہ بعض فرشتوں کو معلوم ہو) تیسرے یہ کہ ایسی چیز کا ظاہر ہونا کہ اسکے ہونے سے پہلے اکثر آدمیوں کو اس کا علم نہ ہو اگرچہ بعض کو خدا نے آگاہ کر دیا ہو۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

نبینا واحکامہ من ذٰلک ونسخ الکتب بالقرآن من ذالک وقال الصادق علیہ السلام من زعم ان اللہ عز وجل بدا لہ فی شیٔ ولم یعلمہ امس فابرا منہ ومن زعم ان اللہ بدا لہ فی شیٔ بداء ندامۃ فھو عندنا کافر باللہ العظیم واما قول الصادق علیہ السلام ما بدا للہ فی اسمٰعیل ابنی فانہ یقول ما ظھر من اللہ امر فی شیٔ کما ظھر منہ فی ابنی اسمٰعیل اذ اختارہ قبلی لیعلم انہ لیس بامام بعدی

(جس کے ہم قائل ہیں) انھی حضرت نے فرمایا جس کا گمان یہ ہو کہ اللہ نے آج وہ چیز پیدا کی جسے کل کے دن وہ نہیں جانتا تھا۔ میں ایسے شخص سے بیزار ہوں اور جس کا گمان یہ ہو کہ اللہ کو کسی چیز کے ایجاد سے ندامت ہوئی وہ ہمارے نزدیک خدائے عظیم کا منکر ہے۔ لیکن امام جعفر صادقؑ کا یہ فرمانا کہ خدا کو ایسا بداء نہیں ہوا جیسا کہ میرے فرزند اسمٰعیل کے بارے میں ہوا۔ یعنی وہ جناب فرماتے ہیں کسی کام کے متعلق خدا کی ایسی مصلحت ظاہر نہیں ہوئی کہ جیسی میرے فرزند اسمٰعیل کے بارے میں ظاہر ہوئی۔ کہ اس کو مجھ سے پہلے موت دے دی تاکہ (لوگوں کو) معلوم ہو جائے کہ وہ میرے بعد امام نہیں ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ان دونوں معنوں کے لحاظ سے لفظ بداء خدا کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ ایسی چیز کا ظاہر ہونا کہ اس کے ہونے سے پہلے کسی کو اس کا علم نہ ہو۔ بایں معنی لفظ بداء کو خدا کی طرف منسوب کرنا محال اور باطل ہے۔ (صافی شرح اصول کافی)

باب الاعتقاد فی التناهی عن الجدل

والمراء فی اللہ تعالیٰ قال الشیخ رحمہ اللہ الجدل فی اللہ منہی عنہ لانہ یؤدی الی ما لا یلیق بہ و سئل الصادق علیہ السلام عن قول اللہ عزّ وجلّ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی قال اذا انتهی الکلام

خدا کے بارے میں کج بحثی اور فضول گفتگو کی ممانعت کے متعلق اعتقاد

شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ خدا کے بارے میں کج بحثی[1] حرام کر دی گئی ہے۔ کیونکہ ایسی گفتگو ان باتوں کا سبب ہو جاتی ہے کہ جو شانِ ایزدی کے مناسب[2] نہیں ہوتیں امام جعفر صادقؑ سے اس قول خدا کا مطلب پوچھا گیا کہ آخر میں خدا کی طرف انتہا ہوتی ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ جب خدا کے بارے میں بات چیت ہونے لگے

۱؎ ایسی بحث کرنا جس سے اظہارِ حق مقصود نہ ہو بلکہ بحث کرنے والوں میں سے ہر ایک کی غرض یہ ہو کہ دوسرے کو لاجواب کر دے شریعت میں منع ہے۔ اس لیے کہ ایسی بحث کا انجام یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی زبانوں پر وہ لفظ جاری ہو جاتے ہیں جو ذات باری تعالیٰ کے مناسب نہیں ہوتے۔ (مترجم)

۲؎ خدا کے بارے میں بحث نہ کرنی اس سے مراد یہ ہے کہ مثلاً خدا کو کسی چیز سے تشبیہ دینا یا یہ کہنا کہ ہر نیکی و بدی کا خدا ہی نے حکم دیا ہے یا وہی ہر برائی کا فاعل وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کی گفتگو حرام ہے لیکن توحید خدا یا اسکی صفات ثبوتیہ یا سلبیہ میں بحث کرنی حرام نہیں ہے بلکہ شریعت نے امور مذکورہ پر نظر کرنے کا اور ہر ایک پر دلیل قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔

الی اللہ تعالیٰ فامسکوہ
وکان یقول یابن اٰدم
لو اکل قلبک طائر ما
اشبعہ وبصرک لو وضع
علیہ خرق ابرۃ لغطاہ تریدان
تعرف بھما ملکوت
السمٰوٰت والارض ان
کنت صادقا فھٰذہ
الشمس خلق من اللہ
ان قدرت فاملأ عینک
منھا فھو کما تقول
والجدل فی جمیع امور
الدین منھی عنہ وقال
امیر المومنینؑ من اخذ

تم خاموش[1] ہو جاؤ۔ وہی جناب فرمایا کرتے
تھے، اے فرزندِ آدمؑ تیرا دل اتنا ہے
کہ اگر اس کو کوئی پرندہ کھائے تو اس کا
پیٹ بھی نہ بھرے۔ اور تیری آنکھ کی یہ
حالت ہے کہ اگر اس پر سوئی کا ناکہ
رکھ دیا جائے تو وہ ڈھک جائے تو
پھر ان دونوں سے آسمان و زمین کی
شاہی معلوم کرنی چاہتا ہے۔ اگر تو سچا
ہے تو یہ سورج جو خدا کی ایک مخلوق
ہے بھلا اپنی آنکھ میں اس کو رکھ تو لے اس
وقت ثابت ہو گا کہ تو جیسا کہتا ہے
ویسا ہی ہے۔ مجادلہ[2] ہر دینی بات میں
ممنوع اور ناجائز ہے۔ حضرت امیر
المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

---

[1] وجہ یہ ہے کہ ذاتِ الٰہی کسی کے وہم و گمان و خیال میں نہیں آسکتی اور نہ کسی طرح سے اس کی ذات کا تصوّر ہو سکتا ہے۔ لہٰذا گفتگو فضول ہوگی۔

[2] مجادلہ وہ بحث ہے جس کے ذریعہ سے کسی چیز کا ثابت کرنا یا باطل کرنا مدنظر نہ ہو۔ بلکہ ہر ایک کی غرض یہ ہو کہ دوسرا شخص لاجواب ہو جائے۔

(مترجم بدایونی)

الدین بالجدل تزندق۔
وقال الصادقؑ یھلک
اصحاب الکلام وینجو
المسلمون ان المسلمین
ھم النجباء فاما الاحتجاج
علی المخالفین بقول اللہ
وقول رسولہ وبقول
الائمۃ او بمعانی کلامھم
لمن یحسن الکلام فمطلوح
وعلی من لا یحسن محظور
محرم قال الصادقؑ
حاجوا الناس بکلامی
فان حاجوکم کنت انا
المحجوج لا انتم وروی
عنہ انہ قال کلام فی حق
خیر من سکوت علی
باطل۔ وروی ان ابا الھذیل

جو شخص مجادلہ سے دین حاصل کرے وہ
زندیق[1] ہو جائے گا۔
امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں اصحاب
کلام (دین میں فضول باتیں کرنے والے)
گمراہ ہو جاتے ہیں اور اطاعت کرنے والے
نجات پائیں گے۔ بے شک مطیع بندے
بزرگ مرتبہ لوگ ہیں۔ لیکن کلامِ خدا
اور کلامِ رسولؐ اور اقوال ائمہ علیہ السلام
سے سند پیش کرنا اور حجت لانا اور مخالفین
کے مقابلہ میں دلیل قائم کرنا اس شخص کو جائز
ہے جو ان حضرات کے اقوال بخوبی سمجھ کر
اچھی طرح کلام کر سکے۔ ورنہ حرام اور ناجائز
ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے
فرمایا۔ تم میرے کلام سے لوگوں پر حجت
لایا کرو۔ پس اگر تم پر وہ لوگ (بحث میں)
غالب آجائیں تو مغلوب میں ہوں گا نہ کہ
تم۔ مروی ہے۔ انہی جناب نے فرمایا۔

---

[1] وجہ یہ ہے کہ نادان اور کم سمجھ لوگ قرآن و حدیث کا مطلب الٹا سمجھیں گے جسکی وجہ سے
وہ خود بھی گمراہ ہو جائیں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (مترجم بدایونی)

العلاف قال لهشام بن الحکم انا اناظرک علیٰ انک ان غلبتنی رجعت الیٰ مذہبک وان غلبتک رجعت الیٰ مذہبی فقال ھشام ما انصفتنی بل اناظرک علیٰ اننی ان غلبتک رجعت الیٰ مذہبی و ان غلبتنی رجعتُ الیٰ امامی۔

امر حق میں گفتگو بہتر ہے باطل پر خاموشی سے[1]۔ روایت ہے ابو ہذیل علاف نے ہشام بن حکم سے کہا۔ میں اس شرط پر آپ سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر تم مجھ پر غالب آجاؤ تو میں تمہارا دین اختیار کر لوں گا۔ اور اگر میں تم پر غالب رہا تو تم میرے دین میں آجائیو۔ ہشام نے جواب دیا۔ یہ بات تم نے انصاف کی نہ کہی۔ بلکہ میں اس شرط پر مناظرہ کروں گا۔ کہ اگر میں تم پر غالب آجاؤں تو تم میرے مذہب میں آجانا۔ اور اگر تم مجھ پر غالب آئے تو میں طلب جواب کے لیے اپنے امام کی طرف رجوع کروں گا۔

باب الاعتقاد فی اللوح والقلم

لوح و قلم کے متعلق عقیدہ

قال ابو جعفر اعتقادنا فی اللوح والقلم انھما

شیخ ابو جعفر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ لوح و قلم کے بارے میں ہمارا

---

[1] یعنی اگر تم لوگ کسی کو باطل پر پاؤ تو اس وقت خاموشی اختیار نہ کرد بلکہ اسے نصیحت کر دو۔

ملکان۔ اعتقاد یہ ہے کہ یہ دونوں دو فرشتے ہیں[1]۔

باب الاعتقاد فی الکرسی — کرسی کے متعلق اعتقاد

قال الشیخ اعتقادنا فی الکرسی انہ وعاء جمیع الخلق والعرش والسموٰت والارض

شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کرسی کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ کرسی ایک ظرف ہے جس میں تمام مخلوقات اور عرش اور سارے آسمان اور زمینیں اور

---

[1] شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ لوح و قلم کو دو فرشتے سمجھنا عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ لوح ایک کتاب ہے جس میں خدا نے اپنی قدرت سے قیامت تک ہونے والی باتیں درج فرمائی ہیں نیز قرآن میں ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ یعنی ہم نے (اپنی قدرت سے) ذکر کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ میرے نیک بندے ہی زمین کے وارث ہونگے۔ اس آیت میں ذکر سے مراد لوح ہے اور قلم اس چیز کا نام ہے جس کے ذریعہ سے لوح پر حوادثاتِ زمانہ اور واقعاتِ عالم درج کیے گئے ہیں۔ جس وقت خدا کو اپنے کسی راز پر فرشتوں کو اطلاع دینی منظور ہوتی تھی یا نبیوں کے پاس وحی بھیجنی مقصود ہوتی تھی تو اس وقت فرشتوں کو حکم ہوتا تھا کہ لوح کو پڑھو۔ قول مترجم صدوق علیہ الرحمہ خود کیفیت نزول وحی کی بحث میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسرافیل کی دونوں آنکھوں کے سامنے ایک لوح ہے۔ جس وقت خدا کو وحی بھیجنے کی مصلحت ہوتی تھی تو وہ لوح اسرافیل کی پیشانی سے لگ جاتی تھی۔ پس معلوم ہوا کہ لوح کسی فرشتے کا نام نہیں ہے اور نہ کسی لغت میں ہے کہ لوح و قلم دو فرشتے ہیں۔ مترجم بدایونی۔

وكل شئ خلقه الله والكرسي في وجه آخر هو العلم وقد سئل الصادق ع عن قول الله تعالى وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قال هو علمه.

وہ سب چیزیں ہیں، جو خدا نے پیدا کی ہیں۔ اور کرسی کے دوسرے معنی علم کے ہیں۔ قولِ خدا کے معنی کہ اللہ کی کرسی سارے آسمانوں اور زمینوں سے وسیع ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیے گئے۔ حضرت نے فرمایا (اس آیت میں کرسی سے خدا کا علم مراد ہے)

باب الاعتقاد في العرش

عرش کے متعلق عقیدہ

قال الشيخ اعتقادنا في العرش انه جميع الخلق وقال الشيخ اعتقادنا في العرش انه جميع الخلق والعرش في وجه اخر هو علمه سئل الصادق ع عن قول (پ ۱۲ ع ۱۶) الله الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ قال استوى

شیخ نے فرمایا۔ عرش کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ساری خلقت کے مجموعہ کا نام عرش ہے۔ اور عرش کے دوسرے معنی علم خدا کے بھی ہیں۔ قولِ خدا کا مطلب جناب امام جعفر صادق سے دریافت کیا گیا کہ رحمٰن عرش پر غالب ہو گیا۔ اس سے کیا مراد ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا

من کل شیئ فلیس شیئ اقرب الیہ من شیئ۔

فاما العرش الذی ھو جملۃ جمیع الخلق فحملتہ ثمانیۃ من الملائکۃ لکل واحد منھم ثمانیۃ اعین کل عین طباق الدنیا واحد منھم علی صورۃ بنی آدم فھو لیسترزق اللہ لولد آدم و

اپنی مخلوق سے یکساں نسبت رکھتا ہے ایسا نہیں ہے کہ ایک چیز اس سے قریب ہو اور دوسری دور ہو۔ لیکن وہ عرش[1] جو ساری دنیا کا مجموعہ ہے اس کے حامل آٹھ فرشتے ہیں کہ ہر ایک کی آٹھ آنکھیں ہیں اور ہر آنکھ (اتنی بڑی ہے کہ) ساری دنیا کو ڈھانک سکتی ہے۔ ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ آدمی کی صورت ہے جو بنی آدم کے لیے خدا سے روزی طلب کرتا ہے۔ دوسرا فرشتہ بیل کی شکل ہے جو خدا سے چوپایوں

---

[1] شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں لغت میں عرش کے معنی سلطنت اور ملک کے ہیں اور وہ عرش جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں وہ ساتویں آسمان پر ہے اور وہ عرش بمعنی ملک کا ایک حصہ ہے۔ پس اتنا ہی عقیدہ عرش کے متعلق کافی ہے۔ اور شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے حاملانِ عرش کے اوصاف اور ان کی صورتیں جس حدیث سے دکھائی ہیں وہ حدیث حدیث احاد ہے پس اوصاف مذکورہ کا اعتقاد کرنا اور روایت مذکورہ کا ائمہ اہل بیتؑ سے صادر ہونا اور حاملانِ عرش الٰہی کی ایسی صورتیں سمجھنا جو روایت مذکورہ متن سے ظاہر ہوتی ہیں یقینی بات نہیں ہے۔ ہاں البتہ یقینی بات اتنی ہے جتنی ہم نے اوپر لکھی۔ مترجم بدایونی

واحد منهم على صورة
الثور ليسترزق الله للبهائم
كلها وواحد منهم على
صورة الاسد ليسترزق الله
للسباع وواحد منهم على
صورة الديك ليسترزق الله
للطيور فهم اليوم اربعة
فاذا كان يوم القيٰمة صاروا ثمانية
واما العرش الذى هو العلم فحملته
اربعة من الاولين واربعة
من الآخرين . فاما
الاربعة من الاولين فنوحؑ و
ابراهيمؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ عليهم
السلام وفاما الاربعة من
الآخرين فمحمدؐ وعلیؑ وحسنؑ
وحسينؑ صلوٰة الله عليهم
هكذا روى بالاسانيد الصحيحة
عن الائمة فى العرش وحملته
وانما صاروا هؤلاء حملة العرش

کے واسطے رزق مانگتا ہے۔ تیسرا فرشتہ
شیر کی صورت ہے جو درندوں کے لیے
خدا سے روزی کی دعا کرتا ہے۔ چوتھا
فرشتہ مرغ کی ہیئت رکھتا ہے جو
اللہ سے سارے پرندوں کے واسطے
رزق مانگتا ہے۔ یہ حاملانِ عرش اس
وقت چار ہیں۔ روزِ قیامت آٹھ ہو
جائیں گے۔ لیکن عرش بمعنی علم اس
کے حاملین چار اولین میں سے ہیں اور
چار آخرین میں سے ہیں۔ اولین میں سے
چار یہ ہیں۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ
حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور آخرین
میں سے چار یہ ہیں۔ جناب محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ اور حضرت امیرالمومنین
علی بن ابی طالب اور حضرت امام حسن
اور حضرت امام حسین علیہم السلام۔ یہ
مضمون ان حدیثوں کا ہے جنکی سندیں
صحیح ہیں جو ائمہ علیہم السلام سے عرش
اور حاملانِ عرش کے بارے میں منقول

الذی ھو العلم لان الانبیاء
الذین کانوا قبل نبینا محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
علی الشرائع اربعۃ نوحؑ و
ابراھیمؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ
ومن قبل ھؤلاء صارت
العلوم الیھم وکذلک
صارت العلوم من محمد
وعلیؑ والحسنؑ والحسینؑ
علیھم السلام الی من بعد
الحسینؑ من الائمۃ۔

ہیں۔ ان حضرات کے عرش بمعنی علمِ الٰہی کے
حامل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جناب رسولِ
خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے پہلے جتنے
انبیاء ناسخ شریعت والے گزرے وہ
چار تھے۔ نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ و عیسیٰؑ علیہم
السلام۔ باقی انبیاء کو انھی چاروں سے
علوم حاصل ہوئے۔ اسی طرح جناب
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ اور حضرت
امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب اور حضرت
امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ سے علوم
منتقل ہو کر بعد والے نو اماموں کو حاصل ہوئے۔

باب الاعتقاد فی النفوس والارواح

قال الشیخ اعتقادنا
فی النفوس انھا ھی الارواح
التی بھا تقوم الحیوۃ وانھا
الخلق الاول لقول النبی
ان اول ما ابدع اللہ سبحانہ
ھی النفوس المقدسۃ المطھرۃ

نفس اور روح کے متعلق اعتقاد

شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ نفس
کی بابت ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نفس
وہ روح ہے جس پر زندگی کا دارومدار
ہے۔ اور مخلوق میں سب سے پہلی
چیز یہی ہے۔ چنانچہ حضور سرورِ
عالمؐ فرماتے ہیں۔ سب سے اول

فالطفها بتوحيده ثم خلق
خدا نے پاکیزہ[1] مقدس نفسوں کو

بعد ذلك سائر خلقه و
ایجاد کیا۔ پھر ان سے اپنی توحید کا اقرار لیا۔

اعتقادنا فيها انها خلقت
اس کے بعد ساری کائنات کو خلق فرمایا۔

البقاء وله تخلق للفناء
اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ باقی رہنے کے

لقول النبی ما خلقتم للفناء
لیے نفس پیدا کیا گیا ہے۔ فنا ہونے

بل خلقتم للبقاء
کے واسطے مخلوق نہیں ہوا۔ جیسا[2] کہ

---

[1] وہ مقدس اور پاکیزہ نفوس جنکو خدا نے ساری خلقت سے پہلے پیدا کیا وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور ان جناب کے بارہ وصیوں اور پارہ جگر جناب سیدہ[ع] کے نفوس مقدسہ تھے حضور سرور عالم کے نور سے کل انبیا مخلوق ہوئے اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کے نور سے تمام وصیوں کو خدا نے خلق فرمایا۔ مترجم بدایونی۔

[2] شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ حدیث حدیث احاد ہے ثابت نہیں ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے پس عقیدہ رکھنا کہ روحیں فنا نہیں ہونگی باطل ہے۔ اسلیے کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔ یعنی زمین پر جتنی چیزیں ہیں وہ سب فنا ہو جانے والی ہیں۔ اور تمھارے رب کی ذات جو صاحب بزرگی وعظمت ہے ہمیشہ باقی رہے گی۔ بنابریں نفس بھی فنا ہوگا۔ اور بقاء نفس کا قائل ہونا یہ تو آواگون والوں کا اور فلاسفہ یونان کا مذہب ہے۔ قول مترجم۔ ممکن ہے کہ حدیث نبی میں ان ارواح مقدسہ کی بقا مقصود ہو جنکو سب سے پہلے خدا نے پیدا کیا ہے۔ اسکی تائید بکثرت حدیثوں سے ہوتی ہے۔ بقاء روح اس صورت میں باطل ہے کہ اسکا دوران اور چکر بدلوں میں تسلیم کیا جائے۔ جیسا کہ فلاسفہ یونان اور آریہ وغیرہ کا مذہب ہے جو یقیناً باطل ہے۔

وانّما تنقلون من دار الی دار وانها فی الارض غریبة و فی الابدان مسجونة واعتقادنا فیها انها اذا فارقت الابدان فهی باقیة منها منعمة و منها معذبة الی ان یردها الله عزّ وجلّ بقدرته الی ابدانها وقال عیسیٰ ابن مریم للحواریین

رسول خدا نے فرمایا کہ تم لوگ فنا ہونے کے لیے پیدا نہیں ہوئے ہو۔ بلکہ بقاء کے لیے تمھاری خلقت ہوئی ہے البتہ ایک گھر سے دوسرے مکان میں منتقل ہو جاؤ گے۔ یہ روحیں زمین پر مسافر ہیں اور بدنوں میں قید ہیں۔ یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ (عام) روحیں جب کہ بدنوں سے جدا ہوتی ہیں پس وہ باقی رہتی ہیں بعض ان میں سے نعمتوں میں بسر کرتی ہیں۔ اور بعض عذاب میں مبتلا رہیں گی۔

---

[1] شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو مضمون حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ روحیں دو طرح کی ہیں ایک وہ جو اس لیے باقی رکھی جاتی ہیں کہ ان کو ثواب یا عذاب کی ابتداء دنیا سے ہو جائے دوسری قسم وہ ہے جنکو خدا نیست و نابود کر دیتا ہے۔ عالم برزخ میں نہ ان پر عذاب ہوتا ہے نہ ان کو ثواب ملتا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا یا ابن رسول اللہ مرنے کے بعد آدمی کی روح کہاں رہتی ہے حضرت نے جواب دیا کہ اگر وہ شخص مومن خالص یا پکا کافر ہے تو اسکی روح باقی رکھی جاتی ہے اور دنیاوی جسم و صورت کے مشابہ اس کو مثالی صورت میں خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے مومن خالص کی روح قیامت تک ثواب پاتی رہے گی اور کافر خالص کی روح عذاب میں گرفتار رہے گی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس شخص کی روح باقی رکھی جائیگی جو مومن کامل یا کافر کامل ہو۔ (مترجم [illegible])

بحق اقول لکم انہ
لا یصعد الی السماء
الا ما نزل منہا و
قال اللہ تعالیٰ جل
ثناءہ وَلَوْ شِئْنَا
لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ
اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ
وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فمالم
یرفع منہا الی الملکوت
بقی یھوی فی الھاویۃ
وذلک ان الجنۃ
درجات والنار
درکات۔

یہاں تک کہ خدا ان کو اپنی قدرت
سے (روزِ قیامت) ان کے بدنوں کی
طرف پھیر دے گا (ایک دن) حضرت
عیسیٰؑ ابن مریمؑ نے اپنے حواریوں سے
فرمایا۔ تم سے میں حق بات کہتا ہوں
کہ آسمان پر وہی چیز چڑھتی ہے جو اس
سے اتری ہوئی ہے۔ قرآن میں خدا
فرماتا ہے اگر ہم چاہتے تو اپنی نشانیوں
کے سبب سے اسے بلند مرتبہ بنا دیتے
لیکن وہ (بلعم باعور) دنیا کی طرف مائل
ہو کر اپنی خواہش نفسانی کا پیرو ہو گیا
پس جو روح عالمِ ملکوت کی طرف بلند
نہیں کی جاتی ہے وہ دوزخ میں گرائی
جاتی ہے۔ کیونکہ جنت کے بہت سے
درجے ہیں[1] اور دوزخ میں طبقات ہیں

وقال عزّ وجل (پ ۲۹ ع ۔)
تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ

خدائے عزّ وجل فرماتا ہے فرشتے
اور روح اس مقام کی طرف عروج کرتے ہیں

---

[1] جن منزلوں کا سلسلہ نیچے سے شروع ہو کر اوپر کی طرف جائے وہ درجات کہلاتی ہیں پس جو روح جنت میں جاتی ہے وہ بلند ہو جاتی ہے اور جو روح دوزخ میں ڈالی جاتی ہے وہ نیچے گر جاتی ہے۔ مترجم

اِلَیهِ وقال تعالیٰ (پ۲۷ ع۷)
اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ
وَّنَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ
عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ
وقال (پ۴ ع۸) سُبْحَانَهٗ
وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ
قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ
اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ
رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ
بِمَا اٰتٰهُمُ اللهُ مِنْ
فَضْلِهٖ وقال (پ۲ ع۱)
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ
فِیْ سَبِیْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ ط
وقال النبی الارواح جنود
مجندة فما تعارف منها
ائتلف وما تناکر منها

(جو ان کے لیے مقرر ہے) ارشاد باری ہے
پرہیزگار بندے جنتوں میں اور نہروں کے
اچھے اچھے مکانوں میں اپنے ذوالقدر
بادشاہ کے پاس بسر کریں گے۔ خدا
فرماتا ہے۔ جو لوگ خدا کی راہ میں قتل
ہوئے انھیں تم مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو
زندہ ہیں، اپنے رب کی روزی پاتے
ہیں۔ خدا نے اپنے فضل سے جو کچھ
ان کو دیا ہے اس سے وہ خوش ہیں
نیز خدا نے فرمایا۔ جو لوگ فی سبیل اللہ
مارے جائیں انھیں تم مردہ نہ کہو بلکہ وہ
تو زندہ ہیں مگر تم کو شعور نہیں) جناب
رسول خداؐ نے فرمایا روحوں کے جدا جدا
گروہ ہیں بس جو ملے جلے رہتے ہیں ان
کی روحوں میں اختلاف رہتا ہے۔ امام
جعفر[لہ] صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا نے

لہ یہ تینوں حدیثیں کہ پہلی ان میں کی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور دو حدیثیں امام جعفر صادق علیہ السلام کی جانب منسوب ہیں احاد ہیں جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ ان دونوں بزرگواروں نے ایسا ہی فرمایا ہے ان کے مضامین کا عقیدہ نہ کر لینا چاہیے۔ خلاصہ تصحیح یہ شیخ مفید۔

اختلف وقال الصؑ ان اللّٰہ
اٰخی بین الارواح فی الاظلۃ
قبل ان یخلق الابدان بالفی عام
فلوقد قام قائمنا اھل البیت
یورث الاخ الذی اٰخی اللّٰہ
بینھما فی الاظلۃ ولم یورث
الاخ من الولادۃ وقال الصؑ
ان الارواح تلتقی فی الھواء
فتعارف وتسائل فاذا اقبل
روح من الارض فقالت الارواح
دعوہ فقد افلت من ھول
عظیم ثم سئلوہ
ما فعل فلان فکلما
قال بقی رجوہ ان یلحق
بھم وکلما قال قد مات
قالوا ھوی ھوی وقال تو
(پ ۱۶ ع ۱۳) وَمَنْ یَّحْلِلْ
عَلَیْہِ غَضَبِیْ فَقَدْ ھَوٰی
وقال تو وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ

عالم ذر میں روحوں کے مابین بدنوں کے پیدا
کرنے سے دو ہزار برس پہلے برادری قرار
دی ہے۔ پس اگر ہمارے قائم آلِ محمد
اس وقت موجود ہوتے تو ہر شخص کو اس
کی میراث دلواتے جس کو خدا نے عالم ذر میں
اس کا بھائی بنا دیا ہے۔ اور اس کے
نسبی بھائی کو میراث نہ دلواتے۔
نیز انہی حضرت نے فرمایا۔ روحیں
آپس میں ایک دوسرے سے ہوا میں
ملاقات کرتی ہیں۔ پس وہ ایک
دوسرے کو پہچان لیتی ہیں اور سوال و
جواب کرتی ہیں۔ جبکہ کوئی روح
زمین سے جاتی ہے۔ تو روحیں آپس میں
کہتی ہیں ابھی اسے چھوڑ دو۔ یہ خوف
کی جگہ سے آئی ہے۔ پھر اس سے
دریافت کرتی ہیں کہ فلاں کس حال میں ہے
اگر وہ روح یہ جواب دیتی ہے کہ وہ
زندہ ہے تو اس سے ملنے کی امید رکھتی
ہیں اور اگر اس نے کہا کہ وہ مرگیا تو روحیں

فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ وَمَا
أَدْرٰكَ مَاهِيَهْ نَارٌ
حَامِيَةٌ - ومثل الدنیا
وصاحبها کمثل الملاح
والسفینة والبحر وقال
لقمان لابنه یا بنی
ان الدنیا بحر عمیق
قد هلک فیه عالم
کثیر فاجعل سفینتک فیه
الایمان باللہ عزّ وجلّ
واجعل زادک فیه تقوی
اللہ فان نجوت فبرحمة
اللہ وان هلکت فبذنوبک
لا من اللہ واشد
ساعات ابن آدم
ثلث ساعات یوم
ولده ویوم یموت
ویوم یبعث وقد
سلم اللہ علی یحیی فی

کہتی ہیں کہ وہ ہلاک ہوگیا۔ نیز فرماتا ہے۔
جن پر میرا عذاب نازل ہوا وہ ہلاک ہو
گیا۔ نیز فرماتا ہے جس کا نامۂ اعمال ہلکا
ہوگا اُس کی جگہ ہاویہ میں ہے۔ اور تم
جانتے ہو ہاویہ کیا ہے؟ ہاویہ بہت گرم
آگ ہے۔ دنیا اور اہل دنیا کی مثال
ملاح اور کشتی اور سمندر کی سی ہے حضرت
لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا۔ اے
فرزند۔ یہ دنیا ایک گہرا سمندر ہے۔ اس
میں بکثرت عالم فنا ہو گئے۔ تم اُس
سمندر میں ایمان با خدا کو اپنی کشتی اور
خوف خدا اور پرہیزگاری کو اپنا
توشہ قرار دو۔ اور توکل بر خدا کا اس
میں بادبان لگا دو۔ پھر اگر تم بسلامت
اس دریا کے پار اتر گئے تو اُس کا
سبب خدا کی رحمت ہوگی۔ اور اگر ہلاک
ہوگئے تو اُس کا باعث تمہارے گناہ
ہوں گے۔ یہ ہلاکت خدا کی طرف سے
نہ ہوگی۔ اولاد آدم پر تین وقت بڑے

هذه الساعات فقال تعالیٰ
(پ ۱۶ ع ۴) سلام علیه یوم
ولد و یوم یموت و
یوم یبعث حیا ط
وقد سلم فیها عیسیٰ
علیٰ نفسه فقال (پ ۱۶ ع ۵)
والسلام علیّ یوم ولدت
و یوم اموت و یوم
ابعث حیا والاعتقاد
فی الروح انه لیس
من جنس البدن وانه
خلق اٰخر لقوله تعالیٰ
ثم انشأناه خلقا آخر
واعتقادنا فی الانبیاء
والرسل والائمة ان
فیهم خمسة ارواح
روح القدس وروح
الایمان وروح القوة

سخت ہیں۔ اس کی پیدائش کا دن۔
مرنے کا دن۔ قبر سے اٹھنے کا روز۔ انھی
تین موقعوں پر خدا نے حضرت یحییٰؑ
کو سلامتی بخشی۔ جیسا کہ اس نے فرمایا
یحییٰؑ کے لیے سلامتی ہے جس دن
وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ مریں
گے۔ اور جس روز وہ قیامت کے دن
زندہ ہو کر اٹھیں گے۔ انھی تین وقتوں
میں اپنی سلامتی کا حضرت عیسیٰؑ نے
اظہار کیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ سلامتی ہے
میرے لیے جب کہ میں پیدا ہوا اور
جس دن کہ میں مروں گا۔ اور جس دن
کہ میں زندہ ہو کر اٹھایا جاؤں گا۔ روح
کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ
از قسم بدن نہیں ہے بلکہ ایک اور
طرح کی مخلوق ہے۔ جیسا کہ خدا نے
فرمایا۔ پھر ہم نے انسان کو دوسری
ہیئت میں بنا دیا[1]۔ اور ہمارا عقیدہ

---

[1] یعنی اس میں روح پھونکی۔ مجمع البیان

وروح الشهوة وروح المدرج وفي المومنين اربعة ارواح روح الايمان وروح القوة وروح الشهوة وروح المدرج وفي الكفار والبهائم ثلثة ارواح روح القوة روح الشهوة وروح المدرج

یہ ہے کہ نبیوں اور رسولوں اور ائمہ میں پانچ روحیں تھیں۔ روح القدس[1] روح ایمان[2] اور روح قوت اور روح شہوت اور روح مدرج اور مومنین میں چار روحیں ہوتی ہیں۔ روح ایمان اور روح قوت[3] اور روح شہوت اور روح مدرج اور کافروں اور چوپایوں میں تین روحیں ہوتی ہیں روح قوت، روح شہوت[4]۔ روح مدرج[5]۔

---

[1] روح قدس وہ روح ہے جسکی وجہ سے تمام انبیاء، و مرسلین اور انکے اوصیاء ہر چیز کی اصلیت اور حقیقت سے آگاہ ہو جاتے تھے۔ نہ ان کو غور و فکر کی ضرورت پڑتی تھی اور نہ تجربہ کرنیکی حاجت ہوتی تھی۔

[2] روح ایمان وہ روح ہے جسکی وجہ سے بندہ اپنے خدا کی عبادت کرتا ہے، شرک اور کفر اختیار نہیں کرتا۔ دین حق کے متعلق کسی قسم کا شک و شبہ اسکو عارض نہیں ہوتا ہے۔

[3] روح قوت وہ روح ہے جسکے سبب سے ہر ذی حیات اپنی روزی اور معاش کی تدبیر کرتا ہے اور اسکے اسباب بہم پہنچاتا ہے دشمن کے غلبہ و ضرر کو اپنی طرف سے دفع کرتا ہے

[4] روح شہوت وہ روح ہے جسکی وجہ سے ہر ذی روح کو کھانے پینے کی خواہش، نر کو مادہ کی اور مادہ کو نر کی حاجت ہوتی ہے اور لذیذ مزیدار غذاؤں کی طرف رغبت ہوتی ہے

[5] روح مدرج وہ روح ہے جس کے سبب ہر جاندار چلتا پھرتا ہے یہی روح بدن کی تدبیر کرتی ہے اسی کے کم ہو جانے سے ضعف پیدا ہوتا ہے جتنی اس میں کمی ہوتی جاتی ہے اتنی ہی کمزوری بڑھتی جاتی ہے اسکے بالکل فنا ہو جانے سے موت واقع ہوتی ہے۔ مترجم بدایونی

واما قوله تعالیٰ (پ ۱۵ ع ۱۰)	لیکن قول باری تعالیٰ میں کہ تم سے یہ لوگ
وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ	روح[1] کی حقیقت دریافت کرتے ہیں۔ تم
قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ	ان سے کہہ دو۔ روح میرے رب کا
فانه خلق اعظم من جبرئیل	امر ہے۔ پس یہ روح ایک مخلوق ہے
ومیکائیل کان مع رسول	جو جبرئیلؑ و میکائیلؑ سے اعظم ہے جو
الله ومع الملائکة مع الائمة	رسول اللہ اور ائمہ ہدیٰ اور فرشتوں
وھو من الملکوت وانما	کے ہمراہ رہتا ہے وہ بھی فرشتوں کی جنس

[1] روح ایک فرشتہ ہے جو تمام فرشتوں سے بڑا ہے۔ اسکے ایک ہزار چہرے ہیں۔ ایک ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان میں ستر ہزار بولیاں ہیں۔ وہ ہر زبان میں خدا کی تسبیح کرتا ہے۔ اس کی آواز ایسی سخت اور خوفناک ہے کہ اگر اہل زمین اس کی چیخ سن لیں تو سب کی روحیں بدنوں سے نکل جائیں۔ اس کا جسم اتنا بڑا ہے کہ اگر خدا اس کو آسمان و زمین پر مسلط کر دے تو سب کو ایک ہی دفعہ میں نگل جائے۔ جب وہ ذکر خدا کرتا ہے تو اس کے منہ سے بڑے بڑے پہاڑ کی برابر نور کے بقعے نکلتے ہیں۔ اس کے دونوں قدموں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جو سات ہزار برس میں طے ہو اسکے ایک ہزار بازو ہیں روز قیامت وہ میدان حشر میں ایک جانب کھڑا ہوگا۔ دوسری جانب اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن میں خدا نے خبر دی ہے۔ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا صَفًّا۔ مجمع البحرین۔ ایک مرتبہ یہود کے علماء سے قریش نے کہا تم ہم کو ایسے سوالات بتا دو جو ہم محمد بن عبداللہ سے دریافت کریں۔ وہ بولے تم ان سے روح کے متعلق سوال کرو۔ پس اگر وہ تم کو روح کی حقیقت بتلا دیں تو سمجھ لینا کہ وہ رسول نہیں ہیں اور اگر جواب نہ دیں تو بے شک سچے نبی ہیں۔ خدا نے رسولؐ کو روح کی حقیقت قریش سے بیان کرنے کی ممانعت کردی۔

اصنف فی هذا المعنی کتابا اشرح فیه معانی هذه الجمل.

سے رہے۔ میں ایک کتاب روح کے احوال میں تصنیف کروں گا جس میں ان جملوں کی شرح کروں گا۔ انشاء اللہ

باب الاعتقاد فی الموت

موت کے متعلق عقیدہ

قال الشیخ ابوجعفر قیل لامیر المومنین علی علیہ السلام صف لنا الموت فقال عن الخبیر سقطتم هو احد امور ثلاثة یرد علیه اما البشارة بنعیم الابد واما البشارة بعذاب الابد واما تخویف وتحویل وامر مبهم لا یدری من ای الفرق هو فاما ولینا والمطیع لامرنا فهو المبشر بنعیم الابد. واما عدونا والمخالف لامرنا فهو المبشر

شیخ ابوجعفر فرماتے ہیں۔ جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں کسی نے عرض کیا۔ کچھ ہم سے موت کی حالت بیان فرمائیے۔ حضرت نے ارشاد کیا۔ تم نے ایسے شخص سے خطاب کیا ہے جو موت سے بخوبی واقف ہے۔ (سنو) جب کسی کو موت آتی ہے تو تین باتوں میں سے ایک بات ضرور ہوتی ہے۔ یا دائمی نعمتوں کی بشارت یا دائمی عذاب کی خبر دی جائے گی۔ یا خوف و دہشت ہو گی۔ اور انجام کار مبہم رہے گا۔ مرنے والا نہ جانے گا۔ کہ وہ کون سے فرقہ میں سے ہے بس جو ہمارا دوست

لعذاب الابد
واما المبهم امره الذی
لا یدری ما حاله فهو
المومن المسرف علی
نفسه لا یدری ما یؤل
الیه حاله یاتیه
الخبر مبهما مخوفا ثم
لن یسویه الله باعدائنا
ولکن یخرجه من
النار بشفاعتنا
فاعملوا و اطیعوا
ولا تتکلوا علی انفسکم
ولا تستصغروا عقوبة
الله فان منکم من لا
تلحقه شفاعتنا الا بعد
عذاب الله بثلث
مائة الف سنة
وسئل عن الحسن
بن علی بن ابی طالب

ہے اور ہمارے حکم کا مطیع ہے اس کو
دائمی نعمتوں کی خوشخبری دی جاتی ہے
اور ہمارے دشمن کو ہمارے حکم سے
سرتابی کرنے والے کو دائمی عذاب کی
خبر دی جاتی ہے۔ لیکن جس کا انجام
کار مبہم ہے۔ اسے اپنے نتیجہ کی خبر
نہیں۔ بس وہ مومن ہے جس نے
اپنے نفس پر (بوجہ احکام خدا بجا نہ
لانے کے) زیادتی کی ہے۔ اسے
معلوم نہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ اس
کے پاس انجام کی خوفناک مبہم خبر آتی
ہے۔ پھر خداوند عالم اس کو ہمارے
دشمنوں میں نہ ملائے گا۔ اور ہماری شفاعت
کے ذریعہ سے اس کو دوزخ سے
نکالے گا۔ پس تم لوگ عمل خیر بجا لاؤ
اور خدا کی اطاعت کرو اور اپنے
نفسوں پر بھروسہ نہ رکھو۔ عذاب خدا
کی اطاعت کرو۔ اور اپنے نفسوں پر
بھروسہ نہ رکھو۔ عذاب خدا کو تھوڑا نہ سمجھو

علیھم السلام ما الموت
الذی جھلوہ فقال
اعظم سرور یرد
علی المومنین اذا
نقلوا عن دار النکد
الی نعیم الابد و
اعظم ثبور یرد علی
الکافرین اذا نقلوا
عن جنتھم الی نار
لا تبید و لا تنفد و
لما اشتد الامر بالحسین
ابن علی بن ابیطالب
نظر الیہ من کان
معہ و اذا ھو
بخلافھم لانھم
کانوا اذا اشتد بھم
الامر تغیرا لوانھم وارتعدت
فرائصھم ووجلت
وقلوبھم وجبت...

کیونکہ تم میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں
گے کہ ہماری شفاعت ان سے اس
وقت متعلق ہو گی کہ وہ تین لاکھ برس
عذاب خدا میں مبتلا رہ چکے ہوں
گے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام سے
کسی نے سوال کیا۔ موت کیا چیز ہے
جس سے لوگ بے خبر ہیں۔ فرمایا
موت بڑی خوشی ہے مومن کے لیے
جب وہ خانۂ مصیبت سے دائمی
نعمتوں کی طرف انتقال کرتے ہیں
اور سخت بلا ہے کافروں کے واسطے
جب وہ اپنی جنت سے ایسی آگ
کی طرف کوچ کرتے ہیں جو نہ کبھی
گل ہو گی اور نہ فنا ہو گی۔ جبکہ (روز
عاشورہ) امام حسین علیہ السلام سے
سخت لڑائی ہونے لگی۔ تو بعض
اصحاب نے حضرت کی طرف نظر کی
تو ان جناب کو اپنے برخلاف پایا۔
کیونکہ جب ان لوگوں پر کوئی سختی پڑتی

حبنو بهم وكان الحسين
ولبعض من معه من
خواصه تشرق الوانهم
وتهدئ جوارحهم وتسكن
نفوسهم فقال بعضهم
لبعض انظروا اليه
لا يبالى بالموت فقال
لهم الحسين صبرا
بنى الكرام فما الموت
الا قنطرة تعبر بكم
عن البؤس والضراء
الى الجنان الواسعة
والنعم الدائمة
فايكم يكره ان
ينتقل من السجن
الى القصر - واما
هؤلاء اعداءكم كمن
ينتقل من قصر الى
سجن وعذاب اليم

تھی تو رنگ ان کے متغیر ہو جاتے تھے
شانے ان کے کانپنے لگتے تھے۔ دل
ان کے خوفزدہ ہو جاتے تھے۔ پہلو
ان کے شکستہ ہو جاتے تھے لیکن
امام حسینؑ اور ان کے خاص احباب
کی حالت یہ تھی کہ رنگ ان کے
چمکتے تھے۔ اعضاء ان کے مطمئن تھے
دل ان کے ساکن تھے۔ یہ حال دیکھ
کر اصحاب آپس میں کہتے تھے دیکھو
آنجناب کو کہ موت کی ذرا بھی پروا
نہیں کرتے۔ امام حسینؑ فرماتے تھے اے
فرزندان کرام یہ موت ایک پل ہے جو تم کو
اس سختی اور مصیبت سے پار کر کے وسیع
جنتوں اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں میں پہنچا
دے گا۔ پس تم میں کون ایسا ہے جو اس
قید خانہ سے رہا ہو کر جنت کے
قصروں میں جانا پسند نہ کرے گا۔
اور تمہارے یہ دشمن اس شخص کے
مانند ہیں جو قصر سے نکل کر قید خانہ

ان ابی حدثنی عن
جدی رسول اللہ
ان الدنیا سجن المومن
وجنۃ الکافر والموت
جسر ہولاء الی
جناتھم وجسر ہولاء
الی جحیمھم ما کذب
ولا کذبت۔

وقیل لعلی بن
الحسینؑ ما الموت
قال للمومن کنزع
ثیاب وسخۃ قملۃ
او فک قیود واغلال
ثقیلۃ للاستبدال
بافخر الثیاب واطیبھا
روائح واوطی المراکب
وانس المنازل وللکافر
کخلع ثیاب فاخرۃ
والنقل عن منازل

اور دردناک عذاب میں گرفتار ہوا
بتحقیق میرے والد ماجد نے میرے
نانا رسول اللہؐ کی یہ حدیث بیان
فرمائی ہے کہ دنیا قید خانہ ہے
مومن کے لیے اور جنت ہے کافر
کے لیے اور موت ان مومنوں
کے لیے جنت کی طرف عبور کرنے
کے واسطے اور کافروں کو دوزخ
کے گھاٹ اترنے کے لیے پل ہے
نہ میرے والد نے کبھی جھوٹ بولا
اور نہ میں نے کبھی جھوٹی بات کہی
ہے۔ حضرت امام زین العابدینؑ سے
کسی نے سوال کیا۔ موت کیا چیز ہے
فرمایا۔ مومن کے لیے موت ایسی
ہے جیسے میلے کچیلے جوؤں والے
کپڑوں کا اترنا یا بیڑیوں اور طوق
گراں کا جدا ہو جانا تاکہ عمدہ اور خوشبو
لباس اور نیز سواریاں اور دلچسپ
مکانات ثواب میں پائے اور کافر کے لیے

انيسة للاستبدال بأوسخ
الثياب واحسنها واوحش
المنازل واعظم العذاب

ایسی ہے جیسے خلعتِ فاخرہ کا اتر پڑنا۔
دلچسپ مکانوں سے اس کا نکل جانا۔
تاکہ اس کے بدلے میں بہت میلے اور
بے حد کھردرے کپڑے اور زیادہ وحشتناک
مکان اور سخت عذاب اسے حاصل ہو۔

وقيل لمحمد بن علي
الباقر ما الموت قال هو
النوم الذي يأتيكم
في كل ليلة الا انه طويل
مدته لا ينتبه الا
يوم القيمة فمن رأى
في منامه من اصناف
الفرح ما لا يقادر قدره
ومن رأى في نومه من
اصناف الاهوال ما لا يقادر
قدره فكيف حال
فرحه في الموت ووجله
فيه هذا هو الموت
فاستعدوا له وقيل

امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے پوچھا
موت کیا چیز ہے۔ فرمایا موت (گویا) نیند ہے
جو ہر شب تم کو آتی ہے۔ مگر اس کی مدت
اتنی طولانی ہے کہ (سونے والا) بس قیامت
کے دن چونکے گا۔ پس بعضے اپنی خواب میں
طرح طرح کی خوش کن چیزیں دیکھتے ہیں جو
اندازے سے باہر ہے۔ اور بعضے اپنی خواب
میں قسم قسم کی ڈراونی چیزیں دیکھتے ہیں جن
کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔ پس موت کی حالت کا
اندازہ کیا ہوسکتا ہے کہ اس وقت کتنی خوشی
ہوتی ہے اور کس قدر ڈر لگتا ہے۔ یہ موت کی
اصلیت ہے تم اس کے لئے تیار رہو۔ امام
جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا
کہ کچھ ہم سے موت کی حالت بیان فرمائیے۔

للصادق صف لنا الموت
فقال هو للمومن كاطيب
ريح يشمه فينعس لطيبه
فينقطع التعب والالم
كله عنه - وللكافر
كلسع الافاعي ولدغ
العقارب او اشد ه
قيل له فان قوماً يقولون
هو اشد من نشر بالمناشير
وقرض بالمقاريض و
رضخ بالحجارة وتدوير
قطب الارحية في الاحداق
فقال كذلك هو على
بعض الكافرين والفاجرين
الا ترى ان منهم من
يعاين تلك الشدائد
فذلك الذي هو اشد
من عذاب الدنيا
فقيل له [illegible]

حضرت نے ارشاد کیا مومن کے لیے موت
ہوائے خوشبو ہے جس کی خوشبو کو
سونگھ کر وہ سو جاتا ہے جس سے سارا
دکھ درد اس کا دور ہو جاتا ہے اور کافر
کے لیے سانپوں کے ڈسنے اور بچھوؤں
کے ڈنک مارنے کی مانند ہے بلکہ
اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ کسی
نے عرض کیا۔ بعضے کہتے ہیں۔ کہ
موت کی سختی آری سے چیرنے اور
اور قینچی سے کترنے اور پتھر سے کچلنے
اور آنکھ کے ڈھیلوں میں کیلی گھمانے
سے زیادہ ہے۔ حضرت نے فرمایا
ہاں۔ بعضے کافروں اور گنہگاروں کا
(موت کے وقت) ایسا ہی حال ہوتا ہے
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ان میں سے بعضے
یہ سختیاں معائنہ کرتے ہیں۔ پس یہ موت
ان کے لیے عذاب دنیا سے زیادہ سخت
ہوتی ہے۔ کسی نے عرض کیا۔ اس کا سبب
کیا ہے۔ کہ بعضے کفار پر جانکنی سہل ہوتی

کافراً لیسھل علیہ النزع فینطق وھو یتحدث ویضحک ویتکلم وفی المومنین من یکون ایضاً کذلک وفی المومنین والکافرین من یقاسی عند سکرات الموت ھذہ الشدائد فقال ما کان من راحۃ للمؤمنین فھو من عاجل ثوابہ وما کان من شدۃ فھو تمحیصۃ من ذنوبہ لیرد الی الآخرۃ نقیاً طاھراً نظیفاً مستحقاً لثواب اللہ لیس لہ دونہ وما کان من سھولۃ علی الکافرین فیستوفی اجر حسناتہ فی الدنیا لیرد الی الآخرۃ

ہے۔ ہنستے بولتے باتیں کرتے مرجاتے ہیں اور بعض مومنین کی بھی یہی حالت ہوتی ہے اور بعضے مومن اور بعضے کافر نزع کے وقت سختیاں جھیلتے ہیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ جن مومنین کو موت کے وقت راحت ملتی ہے ان کے ثواب میں اسی وقت سے جلدی ہو جاتی ہے اور جس مومن پر سختی گزرتی ہے اس کے سبب سے اس کے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ تاکہ پاک صاف طیب و طاہر ثواب خدا کا مستحق (میدانِ قیامت میں) وارد ہو۔ کوئی جھگڑا اس کے ذمہ نہ رہے (کہ ثواب پانے سے اسے روکے) اور بعض کفار پر جو موت کے وقت آسانی ہوتی ہے تو اس کے سبب سے اس کی دنیا وی نیکیوں کا بدلہ پورا ہوتا ہے تاکہ روزِ قیامت وہ ایسے حال میں وارد ہووے کہ اس کے سارے اعمال ایسے ہوں کہ جن کی وجہ سے اس پر

ولیس له الا ما یوجب
علیه العذاب وما کان
من شدة علی الکافرین
هنالک فهو ابتداء عقاب
الله عند نفاد حسناته
ذلک بان الله عزوجل
عدل لا یجور دخل
موسی بن جعفر علیهما
السلام علی رجل
وقد غرق فی سکرات
الموت وهو لا یجیب
داعیاً فقالوا یا ابن رسول
الله وددنا لو عرفنا
کیف حال صاحبنا
وکیف الموت فقال ان
الموت هو المصفی یصفی
المومنین من الذنوب
فیکون اخر الم یلیهم
وکفارة اخر وزر

عذاب کیا جائے۔ اور موت کے وقت جن
کافروں پر سختی ہوتی ہے۔ چونکہ ان کی
نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ختم ہو جاتا ہے
لہٰذا ان کے عذاب کی یہیں سے
ابتدا ہوتی ہے۔ سبب یہ ہے کہ خدا بڑا
عادل ہے اور وہ کسی پر ستم نہیں کرتا۔ حضرت
امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ایک شخص کے
پاس تشریف لے گئے کہ موت کا پسینہ اسے
آچکا تھا۔ وہ کسی پکارنے والے کو جواب
نہ دیتا تھا۔ (یہ حال دیکھ کر) اصحاب نے
عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہؐ ہم چاہتے
ہیں کہ ہم اپنے دوست کی حالت اور موت
کی کیفیت معلوم کریں۔ حضرت نے فرمایا
موت پاک صاف بنانے والی چیز ہے
مومنین کو گناہوں سے پاک کرتی ہے
یہ موت آخری صدمہ ہے جو ان پر پڑتا
ہے اور یہ موت ان کے گناہوں کے
لیے آخری کفارہ ہے۔ اور یہ موت کافروں
کی نیکیاں دور کرتی ہے۔ یہ موت ان

ولیصفی الکافرین من
حسناتهم فیکون اخر
لذة والنعمة اوراحة
تلحقهم وهو اخر ثواب
حسنة لهم واما صاحبکم
فقد نخل من الذنوب
نخلاً وصفی من الآثام
تصفیة وخلص حتی
نقی کما ینقی الثوب
من الوسخ وصلح
لمعاشرتنا اهل البیت
فی دارنا دار الابد
ومرض رجل من اصحاب
الرضا فعاده الرضا فقال
له کیف تجدک فقال
لقیت الموت بعدک
یرید مالقیه من
شدة مرضه فقال
کیف لقیته قال اشدیدا

کے واسطے آخری لذت اور آخری
نعمت اور آخری راحت ہے جو ان
کو ملتی ہے۔ اور ان کی بھلائیوں کی
آخری جزا ہے۔ اور یہ تمہارا دوست اپنے
گناہوں سے بالکل پاک ہو گیا۔ برائیاں
اس کی اچھی طرح دور ہو گئیں۔ اور یہ
خالص ہو کر اس طرح صاف ہو گیا کہ
جیسے میل کچیل سے کپڑا صاف ہو
جاتا ہے۔ یہ اس قابل ہو گیا کہ ہم
اہل بیت کے ساتھ ہمارے قصر میں
ہمیشہ بسر کرے۔ جناب امام علی رضا
علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک
صحابی بیمار ہو گیا۔ حضرت اس کی عیادت
کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت
نے اس سے فرمایا تم اپنے آپ
کو کیسا پاتے ہو۔ اس نے عرض کیا
میں تو حضور کے پیچھے رہ گیا تھا
یعنی میں نے آپ کے بعد مرض کی
بڑی سختی جھیلی۔ حضرت نے

فقال له مالقيته
ولكن لقيت ما ينذرك
وليعرفك بعض حاله
انما الناس رجلان
مستريح بالموت ومستراح
به فجدد الايمان
بالله والنبوة والولاية
تكن مستريحاً ففعل
الرجل ذالك والحديث
طويل اخذنامنه
موضع الحاجة
وقيل لمحمد بن
موسى الرضا مابال
هؤلاء المسلمين يكرهون
الموت فقال لنعم
جهلوه فكرهوامنه
ولو عرفوه وكانوامن
اولياء الله حقا لاحبوه
وليعلموا ان الاخرة

فرمایا۔ آخر تمھاری کیا حالت ہوگئی تھی
اس نے عرض کیا۔ میں نے تکلیف
اٹھائی۔ حضرت نے فرمایا۔ وہ موت
نہ تھی جو تم پر گزری۔ بلکہ ایک مرض تھا
جس نے موت سے تمھیں ڈرایا۔ اور
اس کی حالت کچھ تمھیں دکھائی (دیکھو)
آدمی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ
جو موت کے سبب سے راحت پاتا
ہے۔ دوسرا وہ کہ جس کے مرنے سے
دوسرے راحت پاتے ہیں۔ اب تم
وحدانیت خدا اور رسالت اور ولایت
کے ساتھ ایمان کی تجدید کرلو تاکہ راحت
پاؤ۔ پس اس صحابی نے ایسا ہی کیا
یہ حدیث طولانی ہے۔ ہم نے اس میں
سے بقدر ضرورت حصہ لے کر لکھ دیا ہے
جناب امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت
میں کسی نے عرض کیا۔ ان مسلمانوں کو
کیا ہو گیا ہے۔ جو یہ لوگ موت سے
کراہت کرتے ہیں۔ حضرت نے

خیر لهم من الدنیا
ثم قال یا عبد الله
ما بال الصبی والمجنون
یمتنعان من الدواء
المنقی لبدنه والنافی
للالم عنه فقال لجهلهم
بنفع الدواء - قال
والذی بعث محمداً
صلی الله علیه واله
بالحق نبیاً ان من قد
استعد للموت حق
الاستعداد فهو انفع
لهم من هذا الدواء
لهذا المعالج اما
انهم لو عرفوا ما یؤدی
الیه الموت من النعم
لاستدعوه واحبوه
اشد ما یستدعی العاقل
الحازم الدواء لدفع

فرمایا - یہ چونکہ لوگ موت (کی خوبیوں)
سے جاہل ہیں - اس لیے موت کو برا
سمجھتے ہیں - اگر یہ لوگ اس کی خوبی
کو پہچانتے تو اللہ کے سچے دوست ہوتے
تو ضرور اس کو پسند کرتے اور جان
لیتے کہ ان کے لیے دنیا سے آخرت
بہتر ہے - پھر فرمایا - اے بندۂ خدا
کیا سبب ہے کہ بچے اور مجنون دوا
پینے سے انکار کیا کرتے ہیں - حالانکہ
یہ دوا ان کے بدن کو پاک اور بیماری
کو اس سے دور کرتی ہے - سائل نے
عرض کیا یہ لوگ دوا کے نفع سے واقف
نہیں ہیں (اس لیے) نہیں پیتے -
حضرت نے فرمایا - قسم ہے خدا کی
جس نے جناب محمد مصطفےٰ کو برحق نبی
مبعوث کیا ہے - جو شخص پوری طرح
میت کے لیے آمادہ رہے تو موت
اس کے لیے زیادہ مفید ثابت ہوگی
اس نفع سے جو بیمار کو اس دوا سے

الآفات واجتلاب
السلامات ودخل علیؑ
بن محمد بن علی بن
موسی الرضاؑ علی رجل
من اصحابه وھو یبکی
ویجزع من الموت
فقال له یا عبد الله تخاف
من الموت لانك لا
تعرفه ارایتك اذا اتسخت
ثیابك وتقذرت
فتاذیت من کثرة
القذر والوسخ علیك
واصابك قروح وجرب
وعلمت ان الغسل فی
الحمام یزیل عنك ذلك
کله اما ترید ان
تدخله فتغسل فیزول
عنك ذلك واما تکره
ان لا تدخله فیبقی

حاصل ہووے۔ لیکن اگر یہ لوگ جان
لیتے کہ موت کی وجہ سے ان کو کیسی
نعمتیں حاصل ہوں گی۔ تو ضرور یہ
لوگ اس کی خواہش کرتے۔ اور جس
قدر عاقل ہوشمند مرض کے دفع
کرنے کے واسطے سلامتی حاصل کرنے
کے لیے دوا کی خواہش کرتا ہے اس
سے زیادہ یہ لوگ موت سے محبت
کرتے۔ جناب امام علی نقی علیہ السلام
اپنے اصحاب میں سے ایک صحابی
کے پاس ایسے وقت تشریف لے
گئے کہ وہ رو رہا تھا۔ اور موت سے
ڈر رہا تھا۔ (یہ حال دیکھ کر) حضرت
نے فرمایا۔ اے بندۂ خدا تو موت سے
اس لیے خوف کرتا ہے کہ تو اس کا
عارف نہیں ہے (بولو) اس میں تمھاری
کیا رائے ہے کہ جب تمھارا لباس میلا
ہو جائے اور تم نجس ہو جاؤ اور پلیدی
کی کثرت سے تم کو اذیت ہونے لگے

ذلك عليك فقال
بلى يا ابن رسول الله
فقال ذلك الموت
هو ذلك الحمام وهو
آخر ما بقي عليك من
تمحيص ذنوبك و
تنقيتك من سيئاتك
فاذا انت وردت
عليه وجاوزته فقد
نجوت من كل غم
وهم واذى ووصلت
الى كل سرور وفرح
فسكن الرجل ونشط
واستسلم وغمض
عن نفسه ومضى
لسبيله وسئل عن
الحسن بن علي
العسكري عن الموت
ما هو فقال هو التصديق

زخموں اور خارش کی مصیبت میں تم گرفتار
ہو جاؤ اور یہ تم کو معلوم ہو کہ حمام میں
نہانا ان سارے مرضوں کو دور کر دیگا
تو کیا تم حمام میں غسل کرنے کا قصد
نہ کرو گے۔ تاکہ یہ روگ تم سے زائل
ہو جائے۔ اور کیا تم اس بات سے
کراہت نہ کرو گے کہ تم حمام نہ جاؤ
اور یہ کثافت تم پر باقی رہے۔ صحابی
نے عرض کیا۔ جی ہاں یا ابن رسول اللہ
حضرت نے فرمایا۔ یہ موت وہی حمام
ہے۔ جو کچھ تمہارے گناہ باقی رہ گئے
ہیں ان سے رہائی پانے کا اور بداعمالیوں
سے پاک ہونے کا آخری وقت یہی ہے
پس جب موت کے کنارہ پر وارد ہو گے
اور اس کے پار اترو گے تو تم کو ہر
رنج و غم اور اذیت سے نجات مل
جائے گی۔ اور ہر طرح کی خوشی و فرحت
کے پاس تم پہنچ جاؤ گے۔ (یہ سن کر)
وہ صحابی مطمئن ہو کر خوش ہو گیا اور

بما لا یکون ان ابی حلاشتی
مسند اللہ عن ابیہ
عن جدہ عن الصادق
علیہ السلام انہ قال
ان المومن اذا مات
لم یکن میتاً وان
الکافر ھو المیت لان
اللہ عز وجل یقول
یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ
وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ
الْحَیِّ یعنی المؤمن
وقالؑ وجاء رجل الی
النبی فقال یا رسول
اللہ ما بالی لا احب
الموت فقال لکؐ
مال قال نعم۔ قال
قد متہ امامک
قال لا قال فمن
ثم لا تحب الموت۔

موت پر راضی ہو کر آنکھیں اس نے اپنی
بند کر لیں اور اپنی راہ لی۔
جناب امام حسن عسکری علیہ السلام
سے سوال کیا گیا۔ موت کیا چیز ہے؟
فرمایا۔ موت سے مراد ان چیزوں کی
تصدیق ہے جو ابھی واقع نہیں ہوئیں
میرے والد ماجد نے مجھے اس کی خبر
دی ہے۔ ان جناب نے اپنے والد
سے۔ ان حضرت نے اپنے دادا سے
آنجناب نے حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام سے روایت کی ہے ان
جناب نے فرمایا۔ جب مومن مرتا ہے
تو وہ میت نہیں ہوتا۔ بلکہ کافر جو ہے
وہی میت ہے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا
تو زندہ کو میت سے اور میت کو زندہ
سے پیدا کرتا ہے۔ یعنی مومن کو کافر
سے اور کافر کو مومن سے پیدا کرتا
ہے۔ امام حسن عسکری علیہ السلام
نے فرمایا۔ ایک شخص رسول اللہؐ کی

وقال وجاء رجل
عند ابی ذر وقال
مالنا نکره الموت
فقال لانکم عمرتم
الدنیا وخربتم
الآخرة فتکرهون
ان تنتقلوا من عمران الی
خراب - وقیل
له کیف تری
قدومنا علی الله
فقال اما المحسن
فکالغائب یقدم
علی اهله واما المسیئ
فکالآبق یقدم علی
مولاه وهو منه
خائف ۔
وقیل له کیف
تری حالنا عند الله

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا
مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں موت کو
پسند نہیں کرتا۔ حضور نے فرمایا تیرے
پاس مال ہے - اس نے عرض کیا۔
جی ہاں! فرمایا۔ کیا تو نے اپنے
مال کے متعلق پیش قدمی[1] کی ہے
اس نے عرض کیا۔ جی نہیں۔ فرمایا
جب ہی تو تو موت کو پسند نہیں
کرتا۔ انھی حضرت نے فرمایا۔ ایک
شخص ابوذر غفاری کی خدمت میں
حاضر ہو کر کہنے لگا۔ اس کا سبب
کیا ہے کہ ہم موت سے کراہت کرتے
ہیں۔ فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ تم نے
دنیا کو آباد اور آخرت کو برباد کر دیا
ہے۔ اسی وجہ سے تم آبادی سے
اجاڑ کی طرف جانا پسند نہیں کرتے
کسی نے عرض کیا۔ آپ کی رائے
میں ہمارا حال اس وقت کیا ہوگا

---

[1] یعنی اپنی زندگی میں تو نے اپنا مال کبھی راہِ خدا میں صرف کیا ہے؟ (مترجم)

قال اعرضوا اعمالكم علی کتاب الله حيث يقول إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ قال رجل اين رحمة الله . قال إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ

جب ہم خدا کی طرف جائیں گے۔ فرمایا نیکو کار اس طور سے حاضر ہوں گے جیسے کوئی مسافر اپنے اہل وعیال میں (خوش خوش) واپس آتا ہے اور بدکار اس طرح جائے گا جیسے بھاگا ہوا غلام اپنے آقا کی خدمت میں خوفزدہ حاضر ہوتا ہے کسی نے عرض کیا۔ آپ کی رائے میں خدا کے سامنے ہمارا کیا حال ہوگا؟ فرمایا۔ اپنے اعمال قرآن پر جانچو کیونکہ وہ فرماتا ہے۔ نیک بندے خدا کی نعمتوں میں بسر کریں گے۔ اور بدکار بندے جہنم میں رہیں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ رحمت خدا کس سے متعلق ہوگی فرمایا۔ رحمت خدا نیکوں سے متعلق ہوگی۔

باب الاعتقاد فی المسائلة فی القبر

قبر میں سوال وجواب کے متعلق عقیدہ

قال الشيخ ابو جعفر اعتقادنا فی المسائلة

شیخ ابو جعفر فرماتے ہیں ہمارا عقیدہ ہے۔ کہ قبر میں

فی القبر انها حق
لابد منها فمن
اجاب بالصواب
فاز بروح وریحان
فی قبره وبجنة
النعیم فی الآخرة
ومن لم یجب بالصواب
فله نزول من حمیم
فی قبره وتصلیة
جحیم فی الآخرة واکثر
ما یکون عذاب
القبر من النمیمة

سوال و جواب[1] کا ہونا برحق ہے۔ اور
ضرور ہوگا۔ پس جو شخص ٹھیک جواب
دے گا۔ تو اسے قبر میں راحت اور
خوشبو اور آخرت میں نعمتوں والی جنت
ملے گی۔ اور جو شخص جواب باصواب
نہ دے گا۔ تو قبر میں اس کی آگ کا
نزول ہوگا۔ اور روز قیامت وہ جہنم
میں ڈالا جائے گا۔ زیادہ تر عذاب
قبر کا سبب چغل خوری اور کج خلقی اور
پیشاب (کی نجاست) کو بے حقیقت
سمجھنا ہے۔ سخت سے سخت عذاب
قبر مومن جھٹلانے پر آنکھ پھڑکنے کی برابر

---

[1] جبکہ مردہ کو قبر میں دفن کر کے لوگ فرصت پاتے ہیں اسوقت منکر و نکیر دو فرشتے قبر میں آتے ہیں اور بحکم خدا مردہ کی روح اسکے بدن میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ زندہ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ وہ دونوں فرشتے اس سے دین اور کتاب اور قبلہ اور وحدانیت اور نبوت اور امامت کے متعلق عقیدہ دریافت کرتے ہیں پس جو شخص ہر سوال کا جواب پورا دیتا ہے تو دونوں فرشتے اس مردہ کو جنت کی خوشخبری دیکر اس کی قبر میں ایک کھڑکی بنا دیتے ہیں جس سے مردہ کو راحت ملتی ہے اور خوشبو اسے آتی ہے اور جو شخص پورا جواب نہیں دیتا تو اسے وہ فرشتے آگ کے گرز سے مارتے ہیں۔ اور جہنم کی کھڑکی اس کی قبر میں کھول کر چلے جاتے ہیں۔ (مترجم بدایونی)

وسوء الخلق والاستخفاف
من البول ، واشد مایکون
عذاب القبر علی المؤمن
المحق مثل اختلاج
العین او شرط الحجامة
ویکون ذلك کفارة لما
بقی علیه من الذنوب
التی لم تکفرها الهموم
والغموم والامراض وشدة
النزع عند الموت
فان رسول الله کفن
فاطمة بنت اسد ام
امیر المؤمنین بقمیصه
بعد ما فرغ النساء
من غسلها ثم حمل
جنازتها علی عاتقه
فلم یزل تحت جنازتها
حتی اوردها فی قبرها
[illegible]

یا پچھنے لگانے کی مانند ہوگا۔ اور اتنا عذاب
اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔
جو اس کے ذمہ باقی رہ جائیں گے۔ جن کا
کفارہ رنجوں اور غموں اور بیماریوں سے
موت کے وقت جانکنی کی سختی سے نہ
ہو سکے گا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت
اسد مادر امیر المومنین علیہ السلام
کو جبکہ عورتیں اس معظمہ کے غسل سے
فارغ ہو چکیں اپنے قمیص مبارک میں
کفن دلوایا۔ اور اپنے کندھے پر ان کا
جنازہ اٹھایا۔ اور برابر اٹھائے رہے یہاں
تک کہ جنازہ کو قبر کے پاس لائے۔ اور خود
قبر میں لیٹے۔ پھر کھڑے ہو کر اپنے دونوں
ہاتھوں پر جنازہ لیا اور قبر میں رکھ دیا پھر
جنازہ کی طرف جھکے اور دیر تک کچھ آہستہ
فرماتے رہے اور دو مرتبہ فرمایا۔ ابنک ابنک
پھر باہر تشریف لائے۔ پھر مٹی دے کر
قبر کی طرف جھکے پس لوگوں نے سنا

ثم قام فأخذها علی یدیه
ووضعها فی قبرها ثم انکب
علیها یناجیها طویلا و یقول
لها ابنک ابنک ثم
خرج وسوی علیها التراب
ثم انکب علی قبرها
فسمعوه وهو یقول لا
اله الا الله اللهم انی
استودعها ایاک ثم
انصرف فقال له
المسلمون یا رسول الله
انا رأیناک صنعت
الیوم شیئا لم تصنعه قبل
الیوم فقال الیوم فقدت
بر ابی طالب انها کانت
فاطمة لیکون عندها شیء فتؤ
ثرنی به علی نفسها وولدها و
انی ذکرت یوم القیمة یوما و
ان الناس یحشرون عراة

وہ جناب فرماتے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود
نہیں - خدایا فاطمہ کو تیرے ہی سپرد کرتا ہوں
پھر وہ جناب واپس ہوئے۔ مسلمانوں نے
عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم نے دیکھا۔ کہ
آج حضور نے وہ کام کیا ہے کہ اس سے
پہلے وہ کام نہیں کیا۔ فرمایا آج چچا
ابو طالب کی نیکی میرے پاس سے گم ہو گئی
فاطمہ کا حال یہ تھا کہ جب ان کے پاس
کوئی چیز ہوتی تھی تو اس کی بابت مجھ کو اپنے
نفس پر اور اپنی اولاد پر مقدم رکھتی تھیں
ایک دن میں نے ان کے سامنے قیامت
کا کچھ حال بیان کیا۔ کہ آدمی برہنہ محشور
ہوں گے۔ فاطمہ بولیں۔ ہائے میرا بدن
(بھی برہنہ ہوگا) پس میں ان کا ضامن ہوگیا
کہ خدا تم کو ایسے حال میں اٹھائے گا کہ تم
لباس پہنے ہوئے ہوگی۔ اور میں نے ان
سے فشار قبر کا ذکر کیا۔ فاطمہ کہنے لگیں
ہائے میری ضعیفی۔ پس میں ان کا ضامن
ہو گیا کہ خدا اس صدمہ سے تمھاری

فقالت واسوأتاه فضمنت
لها ان يبعثها الله كاسية
وذكرت ضغطة القبر
فقالت واضعفاه فضمنت
لها ان يكفيها الله تعالى
ذلك فكفنتها بقميصي
واضطجعت في قبرها
لذلك وانكببت عليها
فلقنتها ما تسئل عنها
وانها سئلت عن ربها
فقالت الله ربي وسئلت
عن نبيها فاجابت
محمد نبي وسئلت عن
وليها وامامها فارتج عليها
وتوقفت فقلت لها ابنك
ابنك فقالت ولدي امامي
فانصرفا عنها وقالا لا سبيل
لنا عليك نومي كما تنام
العروس في خدرها ثم ماتت

کفایت فرمائے گا۔ جبھی تو میں نے اپنے کرتہ
کا ان کو کفن دیا۔ اور قبر میں ان کی لیٹا اور
ان کی طرف خم ہوکے وہ باتیں ان کو
تعلیم کیں جن کا ان سے سوال کیا جاتا
فاطمہ سے پوچھا گیا تمہارا رب کون ہے؟
انھوں نے جواب دیا۔ اللہ میرا رب ہے
اور ان سے سوال کیا گیا تمہارا نبی کون ہے
انھوں نے کہا محمدؐ میرے نبی ہیں اور ان
سے دریافت کیا گیا۔ تمہارا ولی اور امام
کون ہے؟ یہ سن کر وہ سوچنے لگیں اور خاموش
ہوگئیں۔ پس میں نے بتایا۔ تمہارا فرزند،
تمہارا بیٹا۔ فاطمہ نے جواب دیا۔ میرا فرزند
امام ہے۔ الغرض وہ دونوں فرشتے یہ
کہتے ہوئے چلے گئے کہ تم پر ہمارا قابو نہیں
اب تم آرام کرو۔ جس طرح دلہن اپنے
حجلہ میں آرام کرتی ہے۔ پھر وہ دوبارہ
مرگئیں۔ دو دفعہ مرنے کی تصدیق قرآن
میں قول خدا ہے۔ (دوزخی کہیں گے) اے
اب ہمارے۔ تونے ہم کو

موتۃ ثانیۃ والصدیق ذلک فی کتاب اللہ قولہ تعالیٰ (پ ۲۴ ع ۴) رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ ۔

دو دفعہ[1] ہلاک کیا۔ اور دو دفعہ زندہ کیا۔ پس ہم اپنے گناہوں کے اقراری ہیں آیا (جہنم سے) نکلنے کی راہ ہے[2]

باب الاعتقاد فی الرجعۃ — رجعت کے متعلق عقیدہ

قال الشیخ ابو جعفر اعتقادنا فی الرجعۃ انھا حق وقد قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ العزیز أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ

شیخ ابو جعفر نے فرمایا ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رجعت کا ہونا برحق ہے چنانچہ خدا نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا (ان لوگوں کے بارے میں جن کی رجعت ہو چکی ہے) کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو ہزاروں تھے موت سے ڈر کے اپنے گھروں سے باہر نکل پڑے۔ پس خدا نے حکم دیا کہ تم سب مر جاؤ (جب وہ مر گئے تو

---

[1] منقول ہے کہ دو مرتبہ آدمی مرتا ہے۔ پہلی موت دنیا میں اور دوسری بار قبر میں موت آتی ہے اور دو مرتبہ آدمی زندہ ہوتا ہے اول سوال منکر نکیر کے لیے دوسری دفعہ قیامت کے دن۔ عذاب یا ثواب کے واسطے۔ مجمع البحرین۔ [2] جواب دیا جائیگا تم ہمیشہ اسی عذاب میں مبتلا رہو گے کبھی رہائی نہ پاؤ گے۔ مجمع البحرین۔

مُوْتُوا ثُمَّ اَحْيَا هُمْ كَانَ
هٰؤُلَاءِ سَبْعِيْنَ اُلُفَ
بَيْتٍ وَكَانَ قَدْ يَقَع فِيهِم
الطاعون كل سنة
فيخرج الاغنياء لقوتهم
ويبقى الفقراء لضعفهم
فيقل الطاعون في الذين
يخرجون ويكثر في الذين
يقيمون فيقول الذين
يقيمون لو خرجنا لما
اصابنا الطاعون ويقول
الذين خرجوا لو اقمنا
لَاَصَابَنَا كما اصابهم
فاجمعوا ان يخرجوا
جميعا من ديارهم اذا
كان وقت الطاعون
خرجوا جميعهم فنزلوا
على شط بحر فلما وضعوا
رحالهم ناداهم الله موتوا

پھر خدا نے ان کو زندہ کیا۔ وہ لوگ ستر ہزار
گھروں کے باشندے تھے۔ ہر سال ان میں
طاعون پڑا کرتا تھا۔ مالدار تو اپنی قوت
(مالی) کی وجہ سے نکل جاتے تھے۔ اور
غربا بوجہ اپنی کمزوری کے رہ جاتے تھے
پس جو لوگ نکل جاتے تھے ان میں طاعون
کم ہوتا تھا۔ اور مقیم رہنے والوں میں
بکثرت ہوتا تھا۔ مقیم رہنے والے کہتے
تھے کاش کہ ہم بھی نکل جاتے تو مرض
طاعون سے مصیبت زدہ نہ ہونے اور
نکل جانے والے کہتے تھے۔ اگر ہم اقامت
کرتے تو جس طرح ان پر مصیبت پڑی اسی
طرح ہم پر بھی بلائے ناگہانی پڑتی۔ پس
ان لوگوں نے اتفاق کر لیا کہ جب طاعون
کا وقت آئے تو سب کے سب اپنے گھروں
سے نکل پڑو۔ الغرض تمام آدمی نکل کر
دریا کے کنارے جا اترے۔ جب وہ
لوگ اپنا سامان تھکانے پر لگا چکے۔ خدا
نے ان کو آواز دی۔ کہ تم سب مرجاؤ۔

فماتوا جميعاً فكنستها المارة
عن الطريق وبقول بذلك
ماشاء الله فمر بهم نبي
من انبياء بني اسرائيل
يقال له ارميا فقال
لو شئت يا رب لاحييتهم
فيعمرها بلادك فاوحى
الله اليه افتحب ان
احيينهم لك قال
نعم يا رب فاحياهم
الله له وبعثهم معه
فهولاء ماتوا ورجعوا
الى الدنيا ثم ماتوا
باجالهم وقال الله
تعالى (پ ۲ ع ۳) اوكالذي
مرّ على قرية وهي
خاوية على عروشها

پس وہ سب مر گئے۔ رہگیروں نے ان کو
راستہ سے ہٹا دیا۔ وہ لوگ اسی طرح
جب تک خدا کو منظور تھا پڑے رہے
انبیائے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی
ان پر گزرے جن کا نام ارمیا تھا۔[1]
نبی نے عرض کیا۔ خدایا اگر تیری مشیت
ہو تو تو ان کو زندہ کر دے۔ تاکہ یہ لوگ
تیرے شہروں کو آباد کریں جبکہ خدا نے
ان کے پاس وحی بھیجی۔ آیا تم چاہتے ہو
کہ تمہارے وسیلے سے میں ان کو زندہ
کر دوں۔ (تو میں زندہ کر دوں گا) نبی
نے عرض کیا۔ ہاں میرے پروردگار
الغرض خدا نے نبی کے لیے ان کو زندگی
بخشی اور ان سب کو حضرت کے ساتھ
بھیج دیا۔ الحاصل یہ لوگ مرے۔ پھر دنیا
میں ان کی رجعت ہوئی۔ پھر وہ اپنی اجلوں
پر مر گئے۔ خدا نے فرمایا۔ اس شخص

---

[1] تفسیروں میں ایک روایت یہ بھی منقول ہے۔ کہ یہ واقعہ حضرت عزیر نبی کا ہے۔ مترجم بدایونی

قَالَ اَنّٰى يُحْيِیْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ[1] بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ فهٰذا امات مِائَةَ عَامٍ

کا قصہ یاد کرو جو ایک بستی پہ گذرا۔ وہ بستی اپنی چھتوں پہ اوندھی ہوئی تھی اس شخص نے کہا اس کے فنا ہونے کے بعد خدا اسے کیونکر زندہ کرے گا بس خدا نے اس کو سو برس تک مردہ رکھا۔ پھر اسے اٹھایا۔ خدا نے فرمایا۔ تم کتنی دیر پڑے رہے وہ بولے۔ ایک دن بلکہ ایک دن سے کچھ کم پڑا رہا۔ خدا نے فرمایا۔ بلکہ تم سو برس تک پڑے رہے۔ اب تم اپنا کھانا اور پانی دیکھو۔ جو خراب نہیں ہوا۔ اور گدھے کو دیکھو۔ اور (یہ اس لیے کیا ہے) تاکہ ہم تم کو سارے آدمیوں کے لیے نشانی قرار دیں۔ اور ہڈیوں پر نظر ڈالو۔ کہ ہم ان کو کیونکر

---

[1] جواب میں اَوْ حرف تردید لانے کی وجہ یہ ہے کہ دن کے شروع میں خدا نے حضرت عزیر نبی کی روح ان کے بدن سے جدا کی تھی لیکن سو برس کے بعد جب انھیں زندہ کیا تو دن آخر ہو چکا تھا۔ پھر جب ان سے پوچھا گیا تم کتنی دیر پڑے رہے انھوں نے جواب دیا کہ دن بھر لیکن جب آفتاب کو دیکھا کہ ابھی غروب نہیں ہوا۔ تو فوراً کہہ دیا کہ بلکہ ایک دن سے کم میں یہاں پڑا رہا۔ (مجمع البیان) قول مترجم

اس آیت میں لفظ بَلْ ... کے معنی میں۔

ثم رجع الی الدنیا و
بقی فیہا ثم مات باجلہ
وھو عزیر وروی انہ
ارمیا وقال اللہ تعالیٰ
فی قصۃ المختارین من
بنی اسرائیل من
قوم موسیٰ لمیقات
ربہ ثُمَّ بَعَثْنَاکُمْ
مِنْ بَعْدِ مَوْتِکُمْ
لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ط
وذلک انھم سمعوا
کلام اللہ قالوا لانصدق
بہ حتی نری اللہ
جھرۃ فاخذتھم
الصاعقۃ بظلمھم
فماتوا فقال موسیٰ
یارب ما اقول لبنی
اسرائیل اذا رجعت
الیھم فاحیاھم اللہ

زندہ کرتے ہیں۔ پھر گوشت کا لباس کس
طرح ان کو پہناتے ہیں۔ پس جبکہ اس
شخص پر یہ معاملہ ظاہر ہو گیا تو اس نے
کہا مجھے یقین تھا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے
(اب دیکھ بھی لیا) پس یہ بزرگوار سو برس
تک مردہ رہے۔ پھر دنیا میں انکی رجعت
ہوئی اور زندہ رہے۔ پھر اپنے اجل پر
مرے اور یہ عزیر نبی تھے اور بروایتے
ارمیا تھے۔ خدا نے فرمایا۔ ان لوگوں
کے قصہ میں جو بنی اسرائیل میں سے
جناب موسیٰ کی قوم کے میقات پروردگار
کے لیے منتخب کیے گئے تھے۔ پھر
ہم نے تم کو (دوبارہ) اٹھایا۔ تمھارے
مرنے کے بعد تاکہ تم لوگ شکر ادا کرو۔
واقعہ اس کا یہ ہے کہ جب ان لوگوں
نے کلامِ خدا سنا تو کہنے لگے ہم تصدیق
نہ کریں گے جب تک کہ ہم خدا کو کھلم کھلا نہ
دیکھ لیں۔ ان کے اس ظلم سے صاعقہ نے انکو
آلیا کہ سب مر گئے۔ پس جناب موسیٰ نے عرض

فرجعوا الی الدنیا فاکلوا وشربوا ونکحوا النساء وولد لھم الاولاد ولبثوا فیھا ثم ماتوا باٰجالھم۔

وقال اللہ یا عیسیٰ بن مریم وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ فجمیع الموتیٰ الذین احیاھم عیسیٰ باذن اللہ رجعُوا الی الدنیا ولبثوا فیھا ما لبثوا ثم ماتوا باجالھم واصحاب الکھف (پ۱۵ ع۱۶) لَبِثُوا فِیْ کَھْفِھِمْ یاٰیَةً

کیا۔ اے میرے رب جب میں بنی اسرائیل کے پاس پلٹ کر جاؤں گا تو انھیں کیا جواب دوں گا پس خدا نے ان سب کو زندہ کر دیا دنیا میں انکی رجعت ہوئی۔ انھوں نے کھایا پیا۔ عورتوں سے نکاح کیا۔ بچے ان کے یہاں پیدا ہوئے۔ بہت دنوں دنیا میں باقی رہے۔ پھر اپنی اجلوں پر مر گئے۔ اور خدا نے فرمایا۔ اے عیسیٰ بن مریم یاد کرو اس وقت کو جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے لہٰذا جن لوگوں کو حضرت عیسیٰؑ نے خدا کے حکم سے زندہ کیا ان کی دنیا میں رجعت ہوئی وہ لوگ باقی رہے دنیا میں جب تک کہ وہ زندہ رہے پھر اپنی اجلوں پر وہ مر گئے اور اصحاب[۱]

۱؎ تفسیر مجمع البیان میں ہے آنکھیں اصحاب کہف کی کھلی ہوئی تھیں وہ برابر سانس لے رہے تھے۔ داہنے بائیں کروٹیں بدلتے تھے۔ قول مترجم۔ یہ سب علامتیں اس بات کی ہیں کہ وہ لوگ مردہ نہ تھے بلکہ زندہ تھے۔ روح انکے بدنوں سے جدا نہیں ہوئی تھی۔ البتہ نیند ان پر خدا نے اتنی غالب کر دی تھی کہ اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے پر وہ لوگ قادر نہ تھے۔ لہٰذا اس آیت سے رجعت کے ہونے پر دلیل قائم کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ رجعت تو اسوقت صادق آتی ہے کہ مرنے کے بعد کوئی شخص دنیا میں دوبارہ زندہ ہو۔ اصحاب کہف مردہ نہیں ہوئے تھے بلکہ سوئے ہوئے تھے۔ اور سونے سے جاگنے کا نام رجعت نہیں ہے۔ بلکہ اس آیت سے غیبت ثابت ہو سکتی ہے۔ فتدبر۔ مترجم بدالوئی۔

سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا	کہف نواوپر تین سو برس گڑھے میں پڑے
ثم بعثهم الله رجعوا	رہے - پھر خدا نے ان کو اٹھایا جب ہی
الی الدنیا لیتساءلوا	تو دنیا میں ان کی رجعت ہوئی تاکہ وہ لوگ
بينهم وقصتهم	آپس میں سوال و جواب کریں۔اصحاب کہف
معروفة	کا واقعہ مشہور ہے[1] -

[1] تفسیر تنویر البیان میں اصحاب کہف کا قصہ اس طرح درج ہے - کہ جب قوم ترسا کی سرکشی اور تعدی حد سے گزر گئی - انجیل کے حدود و احکام کی پیروی انھوں نے چھوڑ دی - یہاں تک نوبت پہنچی کہ بدکاری ان میں بکثرت ہونے لگی - بت پرستی ان کا شیوہ ہو گیا - بعضے اس قوم میں زاہد اور عبادت گذار بھی تھے - اس قوم ترسا کا بادشاہ بت پرست اور بڑا ظالم و جابر تھا - دقیانوس اس کا نام تھا - دین عیسوی سے وہ لوگوں کو منع کرتا تھا - جو اس کے کہنے پر عمل نہ کرتا تھا تو اسے وہ جفا کار قتل کر دیتا تھا وہ شہروں پر قبضہ کرتا ہوا پھرتا تھا - یہاں تک کہ وہ شہر افسوس میں پہنچا - اس بستی میں اصحاب کہف رہتے تھے - یہ لوگ اس کے خوف سے بہت پریشان ہوئے اور اپنی عبادت گاہوں میں جا کر خدا کی درگاہ میں بتضرع و زاری یوں دعا کرنے لگے - خدایا تو ہمیں اس ظالم کے شر سے محفوظ رکھ - دقیانوس نے اپنے جاسوس مقرر کیے تھے وہ لوگ اصحاب کہف کے حال سے باخبر ہوئے - پس ان نابکاروں نے دقیانوس کو خبر دی اس نے چند سپاہیوں کے ذریعہ سے ان بیچاروں کو اپنے پاس طلب کر کے ان پر نہایت شدت اور سختی برتی - وہ بولے ہم خدائے وحدہٗ لا شریک کے سوا جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے اور کسی کی عبادت نہ کریں گے - جو تیرا جی چاہے وہ سلوک ہمارے ساتھ کر

دقیانوس کہنے لگا میں تم کو ایک دن کی مہلت دیتا ہوں۔ اس میں تم خوب سوچ کر لو۔ اگر تم نے میرا دین قبول کر لیا تو بہتر ہے ورنہ میں تم کو ایسے سخت عذاب میں مبتلا کروں گا کہ ساری دنیا کو اس سے عبرت ہو گی۔ یہ سن کر اصحاب کہف اس کے دربار سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہر ایک نے اپنے والدین کے یہاں سے زادِ راہ کے لیے کچھ مال و زر لے لیا۔ اور شہر افسوس سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس شہر کے قریب ایک پہاڑ تھا۔ اس پہاڑ میں ایک غار تھا۔ اس کا ان دینداروں نے قصد کیا۔ اثنائے راہ میں ایک کتا ملا۔ وہ کتا ان کے ہمراہ ہو لیا۔ ہر چند یہ لوگ اسے مارتے تھے مگر وہ ان کا ساتھ نہ چھوڑتا تھا۔ آخر کار بقدرتِ خدا وہ کتا گویا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے بندگانِ خدا تم مجھے نہ مارو کہ میں دوستانِ خدا کو دوست رکھتا ہوں۔ جب تم خواب راحت کرو گے میں تمھاری پاسبانی کروں گا۔ الغرض وہ مومنین اس غار میں داخل ہو گئے۔ اور خدا کی عبادت میں مشغول ہوئے۔ خدا نے نیند کو ان پر ایسا غالب کیا کہ تین سو نو برس تک وہ سوتے رہے۔

چند روز کے بعد دقیانوس منحوس نے ان کو طلب کیا۔ لیکن انھیں نہ پایا۔ پھر اس نے ہر ایک کے والدین کو بلا کر ان کا حال پوچھا۔ وہ کہنے لگے ہمارے گھروں سے کچھ مال و زر لے کر وہ نہ معلوم کہاں چل دیے۔ جن لوگوں نے ان کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ فلاں غار کی طرف گئے ہیں۔ یہ سن کر دقیانوس ایک لشکر گراں ہمراہ لے کر اس پہاڑ کی جانب روانہ ہوا۔ جب وہ غار کے قریب پہنچا کسی کو غار کے اندر جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ دقیانوس کے ہمراہیوں میں سے بعض نے یہ رائے دی کہ اس غار کا دروازہ بند کر دیا جائے تاکہ یہ لوگ بھوک پیاس کے مارے ہلاک ہو جائیں۔ الغرض غار کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ دقیانوس کے لشکر میں دو شخص [illegible] تھے۔ ا[illegible] نے [illegible] تختی پر اصحاب کا نام و نسب لکھا اور

یہ بھی اس پر لکھ دیا کہ جو شخص اس غار کو کھولے وہ ان لوگوں کے حال سے اوروں کو خبر کرے۔ وہ دیوار اسی طرح رہی یہاں تک کہ دقیانوس مر گیا اور کئی قرن گزر گئے۔ پھر ایک مومن بادشاہ تخت نشین ہوا۔ جو نہایت نیک تھا۔ تندروسس اس کا نام تھا۔ اس کی رعایا میں مومن بھی تھے اور کفار بھی۔ مومنین کا شیوہ یہ تھا کہ وہ کافروں کو دینِ حق کی دعوت دیتے تھے اور دوزخ کی آگ سے ان کو ڈراتے تھے۔ کفار کہتے تھے ہم تو موت و حیات دنیا کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ بادشاہِ وقت نے خدا سے دعا مانگی۔ الٰہی تو ان کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی دکھا دے۔ خدا نے اس بستی کے رہنے والوں میں سے ایک شخص کے دل میں جگہ کر دی کہ اس نے غار کا دروازہ کھول دیا۔ تاکہ غار کے اندر وہ اپنی بکریاں چرائے۔ اس شخص کا نام الیاس تھا اس نے دیکھا کہ غار کے اندر چند آدمی سو رہے ہیں۔ اور ایک کتا بھی لیٹا ہوا ہے۔ جب ہی الیاس نے غار کے اندر جانے کے لیے قدم بڑھایا ہی تھا کہ کتے نے اٹھ کر اس پر حملہ کیا۔ یہ حال دیکھ کر الیاس ڈر گیا۔ پھر خدا نے اصحاب کہف کو بیدار کر دیا۔ وہ سب اٹھ بیٹھے اور ایک دوسرے پر سلام کیا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم دن بھر بلکہ کچھ کم سوئے۔ ان کے کپڑے بھی بوسیدہ نہیں ہوئے تھے۔ الغرض انھوں نے نماز پڑھی۔ پھر اپنے ساتھی تملیخا سے بولے تم شہر میں (درہم لے کر) جاؤ۔ (اور عمدہ کھانا لے آؤ مگر دیکھو تمہیں کوئی پہچان نہ لے) اور یہ بھی معلوم کرتے آنا کہ یہ ظالم بادشاہ ہمیں بلاتا ہے یا نہیں۔ تملیخا اپنے ساتھ کچھ درہم لے کر پہاڑ سے اترے اور شہر میں آئے تو دیکھا کہ نہ وہ شہر ہے اور نہ وہ مکانات ہیں۔ اور نہ وہ آدمی ہیں بلکہ شہر والے تو دینِ عیسوی رکھتے ہیں۔ وہ تو حضرت عیسیٰ پر درود بھیجتے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر تملیخا کو بڑا تعجب ہوا۔ اور دل میں کہنے لگے۔ کل کی بات ہے کہ میں یہاں سے گیا ہوں۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ حضرت عیسیٰؑ کا کوئی شخص نام لے سکتا۔ لیکن آج انہیں کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اسی حال میں

تملیخا شہر کی گلیوں میں پھرتے تھے اور کوئی ایسا نہ ملتا تھا جس سے شہر کی حالات دریافت کریں۔ پھر اپنے جی میں کہنے لگے۔ میں بھول گیا ہوں۔ یہ وہ شہر ہی نہیں ہے۔ یہ کوئی اور بستی ہے۔ آخرکار ایک شخص سے اس شہر کا نام پوچھا۔ وہ کہنے لگا۔ شہر افسوس اس کا نام ہے۔ اس وقت پورا یقین ہوا کہ شہر تو وہی ہے لیکن باشندے وہ نہیں ہیں۔ پھر تملیخا ایک نانبائی کی دکان پر گئے اور روٹی خریدنے کے لیے درہم اسے دیئے۔ نانبائی نے درہم دیکھے تو ان پر دقیانوس کا سکہ پایا جس کو تین سو برس سے زیادہ عرصہ گزر گیا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ نانبائی تملیخا سے دست و گریبان ہو کر کہنے لگا۔ کہ تم نے کہیں خزانہ پایا ہے (مجھے بھی دو ورنہ میں تم کو پکڑوا دوں گا۔ تملیخا نے خزانہ سے انکار کیا لیکن کسی کو باور نہ ہوا) آخر لوگ تملیخا کو حاکم شہر کے پاس لے گئے۔ تملیخا نے یہ خیال کیا کہ یہ لوگ اسی بادشاہ ظالم کے پاس مجھے لیے جاتے ہیں تو خدا سے دعا کرنے لگے۔ الٰہی تو مجھے اس ظالم کے شر سے محفوظ رکھ۔ جب حاکم کے پاس تملیخا پہنچے تو حاکم نے کہا۔ اے شخص سچ بتا تجھے یہ خزانہ کہاں سے ملا۔ تملیخا نے جواب دیا میں خزانہ سے بالکل بے خبر ہوں۔ یہ درہم تو میں اپنے باپ کے گھر سے لایا ہوں حاکم نے کہا۔ قسم کھاؤ۔ ورنہ میں ابھی تم کو شکنجہ میں دے دوں گا۔ تملیخا نے کہا کہ تم کو قسم ہے اس خدا کی جس کی تم عبادت کرتے ہو سچ بتاؤ دقیانوس کہاں ہے؟ حاکم بولا۔ اے شخص تو دیوانہ ہو گیا ہے۔ کیسا دقیانوس؟ اس کو مرے ہوئے تین سو برس سے زیادہ ہو گئے۔ تملیخا نے کہا تم لوگ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میرا قصہ سنو۔ ہم لوگ ہم چند رفیق تھے اس شہر کے بادشاہ دقیانوس نے ہم پر ظلم و ستم کیا ہے۔ ہم سب کل یہاں سے اس کے ڈر کے مارے بھاگے۔ اور غار میں جا کے چھپے۔ آج میں یہاں آیا۔ تاکہ کھانا خرید کروں۔ مجھ پر تہمت نہ لگاؤ [illegible] کہیں [illegible] نہیں پایا۔ [illegible] تم کو میری بات کا یقین نہیں ہے تو

میرے ساتھ چلو اور غار میں میرے ساتھیوں کو دیکھ لو۔ حاکم نے جب یہ سنا تو وہ دل میں کہنے لگا۔ شاید یہ سچ کہتا ہو۔ اور خدا کی نشانی ہو۔ یہ سوچ کر حاکم مع چند آدمیوں کے تملیخا کے ہمراہ غار کی طرف روانہ ہوا۔ جب غار کے دروازہ پر پہنچے تو تملیخا نے کہا۔ تم لوگ یہیں ٹھہرو میں اوّل اندر جاؤں اور اپنے دوستوں سے تمہارا حال بیان کردوں۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اچانک چلے جانے سے ڈر جائیں۔ غرض تملیخا اندر گئے اور سارا واقعہ اپنے دوستوں کو سنایا۔ وہ لوگ ابھی فکر میں تھے کہ اہل شہر وہاں جا پہنچے۔ اور یہ حال دیکھ کر سب کے سب حیران رہ گئے۔ اتنے میں ایک شخص کی نظر سیسے کی تختی پر پڑی۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ فلاں مہینہ میں فلاں تاریخ دقیانوس بادشاہ کے ظلم سے تملیخا اور مکشلینا اور برنوش اور مرنوش اور شارنوش اور مرطونس بھاگے اور اس غار میں پوشیدہ ہو گئے۔ جب لوگوں نے وہ تختی پڑھی تو ان کا تعجب اور زیادہ ہو گیا۔ اس پر یہ طرفہ کہ چہرے ان جوانوں کے تر و تازہ تھے۔ لباس ان کے بوسیدہ نہ ہوئے تھے۔ اس وقت ان سب کو یقین ہو گیا کہ خداوند عالم مردے اٹھانے اور زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس کے بعد حاکم شہر نے بادشاہ کو عریضہ لکھا۔ جس میں اصحاب کہف کا سارا واقعہ درج تھا بادشاہ یہ خط پڑھ کر شکرِ خدا بجا لایا۔ اور مع لشکر غار کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا تو اصحاب کہف کو عبادتِ خدا میں مصروف پایا۔ بادشاہ نے ان سب پر سلام کیا۔ ان دین داروں نے بعد ملاقات بادشاہ سے یہ کہا کہ اب ہم تمہیں رخصت کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ مومنین اپنے پہلوؤں کے بل زمین پر لیٹ رہے۔ اور سو گئے۔ خدا کے حکم سے ان کی روحیں قبض ہو گئیں۔ پھر خدا نے چشم خلائق سے ان کو پوشیدہ کر دیا۔ اور آدمیوں کے دلوں میں ان کی طرف سے کچھ ایسا خوف ڈال دیا کہ ان کے پاس کوئی شخص

نہیں جا سکتا تھا بس بادشاہ کے حکم سے غار پہ ایک مسجد بنائی گئی جس میں لوگ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور خدا سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ حاجتیں ان کی پوری ہوتی تھیں۔

حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضور سرور عالمؐ کے دل میں اصحاب کہف کے دیکھنے کی آرزو پیدا ہوئی۔ پس جبرئیل امین نازل ہوئے اور یہ پیام لائے۔ یا رسول اللہؐ تم انہیں دنیا میں نہ دیکھو گے۔ لیکن چند آدمی وہاں بھیجو جو اُن کو تمہارے دین کی دعوت دیں۔ حضرت نے فرمایا۔ میں کس طرح بھیجوں (وہ مقام تو یہاں سے بہت دور ہے) جبرئیل نے عرض کیا۔ مثل سلیمان علیہ السلام کے ان کو بساط پر بٹھاؤ۔ پس ہوا بساط کو اس مقام پہ پہنچا دے گی۔ حضرت کے حکم سے ایک بساط بچھائی گئی۔ اور حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب اور حضرت ابوذرؓ اور ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ اس پر بٹھلائے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تم لوگوں میں سے اصحاب کہف جس کے سلام کا جواب دیں بس وہی میرا خلیفہ اور جانشین ہے۔ اس کے بعد حضرت نے خدا سے دعا مانگی۔ بمجرد دعا کے بساط کو ہوا لے کر اڑی اور تھوڑی سی دیر میں پہاڑ کے پاس پہنچا دیا۔ بساط والے غار کے دروازے پر اترے۔ پتھر اس کے سامنے سے ہٹایا گیا۔ کتے نے جوں ہی روشنی دیکھی تو وہ بھونکنے لگا۔ اور حملہ آور ہوا۔ لیکن جب اس کی نظر حضرت امیرالمومنینؑ پر پڑی تو دُم ہلانے لگا۔ اور سر سے اشارہ کیا کہ آئیے۔ پس جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اصحاب کہف پر سلام کیا۔ انھوں نے جواب میں کہا علیکؑ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضرت نے ارشاد کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھیجا ہے۔ کہ میں تم کو دین اسلام کی دعوت دوں۔ یہ سنکر اصحاب کہف نے عرض کیا۔ مرحبابکؑ امنا وصدقنا حضرت نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

وآلہ وسلم نے تم سب کو سلام کہا ہے۔ انھوں نے جواب دیا۔ وعلیٰ محمد رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام ما دامت السموات والارض و علیک بما بلغت۔ یعنی جناب محمد مصطفیٰ خدا کے رسول پر درود وسلام نازل ہو جب تک یہ آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور آپ پر بھی سلام ہو کہ آپ نے حضور کا سلام ہمارے پاس پہنچا دیا۔ اصحاب کہف جبکہ دینِ حق جناب رسول خدا کو قبول کر چکے پھر اپنی خواب گاہوں میں جا کر لیٹ رہے۔ یہ اصحاب کہف دوبارہ زندہ ہوں گے۔ اس وقت جب کہ جناب صاحب الأمر علیہ السلام ظہور فرمائیں گے اور حضرت ان پر سلام کریں گے۔ وہ حضرت کے سلام کا جواب دیں گے اور پھر مر جائیں گے۔ پھر روزِ قیامت مبعوث ہوں گے۔ اس کے بعد جناب امیرؑ نے ہوا کو حکم دیا۔ وہ بساط کو لے کر ہوا ہو گئی۔ اور دم کے دم میں مسجدِ رسول میں آ پہنچی ابھی جناب امیرؑ نے واقعہ بیان نہیں کیا تھا کہ حضور سرورِ عالمؐ نے وحی کے ذریعہ سے اصحاب کے سامنے سارا حال بیان کر دیا۔

فان قال قائل ان الله
تعالیٰ یقول وَتَحْسَبُهُمْ
اَیْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ قیل
لهم فانهم کانوا موتی [1]

وقال الله عزوجل
(پ ٢٣ ع ٢ سورۃ یٰسین) یٰوَیْلَنَا
مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا
هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ
وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ
وانما قالوا کذٰلک لانهم
کانوا موتیٰ
ومثل هٰذا کثیر
فقد صح ان الرجعة
کانت فی الامم السالفة
فقد قال النبی یکون
فی هٰذه الامة ما
یکون فی الامم السالفة
حذو النعل بالنعل

پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ خدا فرماتا ہے
(اے رسولؐ اگر تم اصحاب کہف کو دیکھو
تو) تم ان کے بارے میں گمان کرو گے
کہ وہ جاگ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ تو سو
رہے ہیں (پھر سونے والوں میں رجعت
کیسی) تو اس کے جواب میں کہا جائے گا
کہ وہ لوگ مرے ہوئے تھے۔ خدا نے
فرمایا (کفار کہیں گے) افسوس کس نے
ہماری خوابگاہ سے ہم کو اٹھا دیا۔
(جواب دیا جائے گا) یہ وہی (قیامت)
ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا۔ اور
رسولوں نے سچی خبر دی تھی۔ اور اگر
وہ کہیں کہ ایسا ہی ہے (یعنی مردوں کا
زندہ ہونا مراد ہے) تو ہم کہیں گے کہ
وہ (اصحاب کہف) بھی مردہ تھے (جو
دوبارہ زندہ کیے گئے) اس کے مانند
بکثرت آیتیں ہیں پس صحیح طور سے
ثابت ہوا کہ پچھلی امتوں میں رجعت

---

[1] علامہ طبرسی علیہ الرحمۃ تفسیر مجمع البیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ علمائے علم نحو

والقذة بالقذة فيجب
على هذا الاصل ان
يكون في هذه الامة
رجعة وقد نقل
مخالفونا انه اذا خرج
المهدي نزول عيسى
بن مريم من السماء
فصلى خلفه ونزوله
الى الارض ورجوعه
الى الدنيا بعد موته

ہوئی۔ چونکہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا
ہے۔ جو واقعے گذشتہ امتوں میں ہوئے
ہیں وہ بالکل میری امت میں بھی ہوں
گے۔ جیسے ایک نعل دوسری نعل کے
اور ایک تیر کا پر دوسرے تیر کے پر کی
مطابق ہوتا ہے۔ لہٰذا اس قاعدہ کے
بموجب اس امت میں رجعت کا ہونا
لازم ہوا۔ ہمارے برادرانِ اہلسنت
نے روایت کی ہے کہ جب امام مہدیؑ
ظہور فرمائیں گے تو اس وقت عیسیٰ بن مریم آسمان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نے لکھا ہے کہ اس آیت پر تقدیم و تاخیر ہے۔ یعنی رافعک باعتبار
معنی کے مقدم ہے اور متوفیک موخر ہے۔ اس تقدیم و تاخیر معنوی کی مثال قرآن میں
کیف کان عذابی ونذر ہے۔ اس آیت میں نذر بلحاظ معنی مقدم ہے کیونکہ نذر
جمع ہے نذیر کی اور نذیر کے لفظی معنی ڈرانے والا ہے اور مراد اس سے نبیؐ ہے۔ نذیر دنیا میں
آئے اور عذاب قیامت میں ہوگا۔ اسی طرح آیہ مذکورہ در متن میں تقدیم و تاخیر ہے پس
مطلب یہ ہوا کہ اسوقت تو عیسیٰ بن مریم آسمان پر زندہ اٹھائے گئے پھر جب خدا کو منظور ہوگا
خدا انکی قبض روح فرمائیگا۔ چنانچہ حضور سرورِ عالمؐ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم زندہ ہیں قیامت
سے پہلے تمہارے پاس آئیں گے۔ آیت مذکورہ کے معنی ہیں۔ انی قابضک بالموت بعد
نزولک من السماء۔ اے عیسیٰ میں تمہاری روح اسوقت قبض کروں گا۔ جب تم آسمان
سے زمین پر نازل ہو جاؤ گے۔ مجمع البیان۔

کان اللہ عزّ وجل
قال (پ ۳ رکوع ۱۴) اِنِّیْ
مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ
اِلَیَّ [1]

وقال تعالیٰ (پ ۱۵ ع ۱۸)
فَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ
مِنْهُمْ اَحَدًا وقال تعا
(پ ۲۰ ع ۳) وَیَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ
مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا
مِّمَّنْ یُّکَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا
فالیوم الذی یحشر فیه
الجمیع غیر الذی یحشر
فیه وقال تعا پ ۱ ع وَاَقْسَمُوْا [2]

سے نازل ہوں گے۔ اور ان حضرت کے
پیچھے نماز پڑھیں گے۔ حضرت عیسیٰ کا
زمین پر نزول اور دنیا میں ان کی رجوع
ان کی موت کے بعد ہوگی۔ جیسا کہ خدا نے
فرمایا ہے۔ اے عیسیٰ میں تم کو وفات
دینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں
خدا نے فرمایا ہم ان کو محشور کریں گے۔ ان
میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے۔ اور
فرمایا۔ اس دن ہم ہر امت میں سے ایک
گروہ جو ہماری نشانیوں کو جھٹلایا کرتا تھا
محشور کریں گے۔ الغرض جس دن کہ تمام
آدمی محشور ہوں گے اور ہوگا اور جس دن گروہ
گروہ محشور ہوگا وہ اور ہوگا (وہی رجعت ہے) خدا

---

[1] منقول ہے ایک مشرک کے ذمہ کسی مسلمان کا کچھ قرض تھا۔ مسلمان نے ہر چند اس سے مانگا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ مسلمان نے اس سے کہا تیرے مرنے کے بعد میں تجھ سے لے لونگا۔ مشرک بولا یہ تمہارا گمان غلط ہے خدا تم کو زندہ نہ کریگا میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ وہ کسی کو زندہ نہ کریگا پس خدا نے اس مشرک کے جھٹلانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔ مجمع البیان۔ [2] تفسیر مجمع البیان میں ہے اس آیت میں خدا نے یہ خبر دی ہے کہ روز قیامت تمام آدمی اس لیے زندہ کیے جائیں گے تاکہ ان لوگوں پر وہ حق ظاہر ہو جائے جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ قول مترجم۔ اس آیت سے قیامت کا ہونا ثابت ہوتا ہے وقوع رجعت پر اس سے دلیل نہیں ہو سکتی۔ رجعت کی [illegible] اور ہیں

بِاللہِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَا
یَبْعَثُ اللہُ مَنْ یَّمُوْتُ
بَلٰی وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا
وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ
لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی ذلك
فی الرجعة ذلك انه یقول
بعد ذلك لِیُبَیِّنَ لَهُمُ
الَّذِیْ یَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِ
یکون فی الدنیا لا فی الاخرة
وسأجرد كتابا فی
الرجعة ابین فیه
کیفیتها والادلة علی
صحة کونها ان شاء اللہ

نے فرمایا۔ ان لوگوں نے خدا کی سخت قسمیں
کھائی ہیں کہ خدا نہیں اٹھائے گا اس
کو کہ جو مر جائے گا (کہہ دو خدا کا وعدہ
حق ہے (وہ ضرور اٹھائے گا) لیکن اکثر
آدمی نہیں جانتے اس سے مراد رجعت
ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد خدا
فرماتا ہے (وہ لوگ اس لیے اٹھائے
جائیں گے) تاکہ خدا ان پر وہ بات ظاہر
کردے جس میں ان لوگوں نے اختلاف
کیا تھا۔ اس اختلاف کا ثمرہ دنیا ہی میں
ظاہر ہوگا نہ کہ آخرت میں۔ میں ایک رسالہ
مستقل لکھوں گا جس میں رجعت[1] کی
کیفیت اور اس کے ہونے کی صحت

---

[1] واقعی بات یہ ہے کہ رجعت کے ہونے پر تمام علمائے شیعہ کا اتفاق ہے۔ حق الیقین میں رجعت کو ضروریات مذہب شیعہ میں شمار کیا ہے پس اگر کوئی شیعہ رجعت کا انکار کرے تو وہ مذہب شیعہ سے خارج ہو جائے گا۔ حضرت ائمہ معصومینؑ سے بکثرت حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن سے بھی رجعت کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مترجم بدایونی۔

پر دلیلیں[1] درج کروں گا۔ انشاء اللہ

والقول بالتناسخ باطل — تناسخ کا قول باطل ہے اور جو شخص تناسخ کا
ومن دان بالتناسخ فھو — عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔ اس لیے کہ تناسخ[2]

---

[1] اس رسالہ میں صدوق علیہ الرحمہ نے رجعت کے متعلق چند آیتیں اور حدیثیں تحریر فرمائی ہیں پس ایک آیت سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میں سے چند لوگوں کو رجعت ہوئی۔ دوسری آیت سے ثابت ہوا کہ جس کا گذر ایک افتادہ بستی کی طرف سے ہوا اس کو رجعت ہوئی۔ حدیث سے پتہ لگا کہ وہ حضرت عزیر نبی تھے حضور سرور عالم نے ارشاد فرمایا ہے جو واقعے بنی اسرائیل میں ہوئے وہ سب میری امت میں بھی ہونگے یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص سوسمار کے بھٹ میں داخل ہوا تھا تو میری امت میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ لہٰذا اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ جس طرح بنی اسرائیل میں رجعت ہوئی اسی طرح میری امت میں بھی ہوگی۔ یعنی حضرت صاحب الامرؑ کے ظہور کے بعد خداوند عالم چند مومنین کو زندہ کریگا۔ تاکہ وہ لوگ حضرت کی نصرت کریں۔ اور ان جناب کے ہمراہ کفار سے لڑ بھڑ کر شہادت کا درجۂ رفیعہ حاصل کریں۔ اور ایک گروہ منافقین کا اور ایک گروہ کفار کا دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ تاکہ ان لوگوں سے حضرت حجتؑ انتقام لیں اور طرح طرح کی تکلیف دیکر قتل کریں اور وہ لوگ مومنین کے ہاتھوں سے ذلیل اور رسوا ہوں۔ مترجم

[2] تناسخ کے معنی ہیں اواگون یعنی جسم بدلنا۔ مراد اس سے یہ ہے کہ جب کوئی مرتا ہے تو اسکی روح دوسرے بدن میں چلی جاتی ہے اور اسی طرح پیدائش کا سلسلہ جاری رہے گا۔ یہ مذہب باطل ہے اس مذہب کے باطل ہونے کی دلیلیں علم کلام و مناظرہ کی کتابوں میں درج ہیں۔

مترجم بدایونی

كافر لان فی التناسخ ابطال الجنة والنار.

کے سبب سے جنت و دوزخ کا ابطال لازم آتا ہے۔

باب الاعتقاد فی البعث بعد الموت

مرنیکے بعد (روز حشر) مبعوث ہونیکے متعلق عقیدہ

قال الشیخ ابو جعفر اعتقادنا فی البعث بعد الموت انه حق قال النبیؐ یا بنی عبد المطلب ان الرائد لا یکذب اهله والذی بعثنی بالحق نبیا لتموتن کما تنامون و لتبعثن کما تستیقظون وما بعد الموت دار الا الجنة او النار وخلق جمیع الخلق وبعثهم علی الله عز وجل کخلق نفس واحدة ذلك قوله تعالیٰ (پ ۲۱ ع ۱۲) ما خلقکم ولا

شیخ ابو جعفر فرماتے ہیں ہمارا عقیدہ بعد موت (روز قیامت) زندہ ہونے کے متعلق یہ ہے کہ وہ برحق ہے۔ حضور سرورِ عالمؐ نے فرمایا۔ اے فرزندانِ عبدالمطلب منزل کا پتہ دینے والا اپنے اہل سے جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ قسم ہے اس کی جس نے مجھے برحق نبی مبعوث کیا ہے تم ضرور مرو گے جس طرح کہ تم سویا کرتے ہو۔ اور تم سب ضرور بالضرور اٹھائے جاؤ گے جس طرح کہ تم بیدار ہوا کرتے ہو مرنے کے بعد کوئی گھر نہیں ہے بس جنت ہے اور جہنم ہے۔ تمام خلقت کو پیدا کرنا اور ان سب کو (زندہ کرکے) اٹھانا خدا کے لیے ایسا ہے جیسا ایک آدمی کو پیدا کرنا

بَعۡثُكُمۡ اِلَّا كَنَفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ

ثبوت اس کا قول خدا ہے کہ نہیں ہے تمہاری خلقت اور تمہاری بعثت مگر ایک شخص کے پیدا کرنے اور اٹھانے کے مانند۔

باب الاعتقاد فی الحوض

حوض کوثر کے متعلق عقیدہ

قال الشیخ ابو جعفر اعتقادنا فی الحوض انہ حق وان عرضہ ما بین ایلۃ وصنعاء هو للنبیؐ وان فیہ من الاباریق عدد نجوم السماء وان الساقی علیہ یوم القیٰمۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام یسقی منہ اولیائہ ویزود

ابو جعفر فرماتے ہیں ہمارا عقیدہ حوض کوثر کے بارے میں یہ ہے کہ وہ برحق ہے اور چوڑائی اس کی اتنی ہے جیسے ایلہ[1] اور صنعا[2] کے مابین کا فاصلہ اور وہ حضور سرورِ عالم کا ہے اور ستارہائے آسمانی کے ہم عدد اس پر کوزے ہیں۔ اس پر ساقی روز قیامت حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہوں گے۔ وہ جناب اس کا پانی اپنے دوستوں کو پلائیں گے۔ اور ہٹا دیں گے دشمنوں کو اس کے پاس سے

---

[1] ایلہ مرہ مفتوح ینبوع اور مصر کے مابین ایک بستی ہے۔ مجمع البحرین

[2] صنعا ایک قصبہ ہے ملک یمن میں۔ مجمع البحرین

عنه اعدا لئه ومن شرب منه شربة لم يظمأ بعدها ابداً وقال النبی ليختلجن قوم من اصحابی دونی وانا علی الحوض فيوخذ بهم ذات الشمال فانادی يا رب اصحابی فيقال لی انك لاتدری ما احدثوا بعدك

ہٹائیں گے۔ جو شخص اس کا ایک گھونٹ پانی پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا، میرے اصحاب کا ایک گروہ میرے پاس حوض کوثر پر آنے کے مضطرب ہوگا پس وہ لوگ بائیں جانب سے گرفتار کیے جائیں گے۔ پس میں آواز دوں گا۔ خدایا یہ میرے اصحاب ہیں۔ جواب دیا جائیگا تمہیں خبر نہیں ہے کہ تمھارے بعد ان لوگوں نے کیسے حادثے برپا کیے۔

باب الاعتقاد فی الشفاعة

شفاعت کے متعلق اعتقاد

قال شيخ ابو جعفر اعتقادنا فی الشفاعة انه لمن ارتضی دينه من اهل الكبائر والصغائر فاما التائبون من الذنوب فغير محتاجين الی الشفاعة قال النبیؐ من لم يؤمن بشفاعتی

شیخ ابو جعفر نے فرمایا شفاعت کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ شفاعت اسے نصیب ہوگی کہ خدا جس کے دین سے راضی ہو۔ خواہ اس نے گناہ کبیرہ کیا ہو یا صغیرہ کا مرتکب ہوا ہو اور جو لوگ گناہوں سے توبہ کرلیں انھیں شفاعت کی حاجت نہیں۔ جناب رسول خدا نے فرمایا۔ جو شخص میری شفاعت پر ایمان نہ لائے خدا اس کو

فلا انالہ اللہ شفاعتی
وقال لا شفیع انجح من
التوبۃ۔

میری شفاعت نصیب نہ کرے نیز فرمایا
حاجت روائی میں توبہ سے بڑھ کر کوئی چیز
نہیں ہے۔

والشفاعۃ للانبیاء والاوصیاء
وفی المؤمنین من
یشفع مثل ربیعۃ و
مضر واقل المومنین
من یشفع ثلثین
الفا والشفاعۃ لا یکون
لاھل الشک والشرک ولا
لاھل الکفر والجحود بل
یکون للمذنبین من
اھل التوحید۔

انبیاء اور اوصیاء شفاعت کریں گے
مومنین میں ایسے بھی ہوں گے جو اتنوں کی
شفاعت کریں گے جو مثل قبیلہ ربیعہ اور
مضر کے ہوں گے۔ نہایت کم درجہ کا
مومن تیس ہزار کی شفاعت کرے گا۔
دین میں شک رکھنے والوں اور مشرکوں
کی اور کافروں اور منکروں کی شفاعت
نہ ہوگی۔ بلکہ ان گنہگاروں کی شفاعت
ہوگی جو اہلِ توحید[1] سے ہوں گے۔

باب الاعتقاد فی الوعد والوعید

وعدہ وعید کے متعلق اعتقاد

قال الشیخ ابو جعفر

شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا وعدہ وعید

---

[1] جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے دشمنی رکھنے والے اور ان کے دشمنوں کے دوست اور ائمہ اثنا عشر سے لڑنے والے اور انکو تلوار وغیرہ یا زہر سے شہید کروانے اور جناب سیدہ فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا پر ظلم وستم کرنے والوں کی بخشش نہ ہو سکے گی۔۔۔۔
اور وہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے کبھی انکو دوزخ سے رہائی نہ ہوگی۔ مترجم بدایونی۔

اعتقادنا في الوعد والوعيد
ان من وعده الله على عمل ثوابا فهو منجزه ومن وعده الله على عمل عقابا فهو بالخيار ان عذبه فبعدله وان عفى عنه فبفضله (پ ۲۸ سورہ فصلت) وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ
وقال الله عزوجل (پ ۵ ع ۴) إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۔

کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خدا نے جس شخص سے اس کے اعمال کے بدلے ثواب کا وعدہ کیا ہے خدا اپنے وعدہ کو ضرور پورا کرے گا اور جس شخص کو اس کے اعمال کے عوض میں عذاب سے ڈرایا ہے تو خدا کو اختیار ہے خدا اگر اس پر عذاب کرے گا تو یہ عذاب اس کے عدل سے ہوگا۔ اور اگر اس کو عفو فرمائے گا تو یہ معافی اس کے فضل سے ہوگی۔ تمہارا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ خدا نے فرمایا ہے اللہ نہیں بخشے گا (اس گناہ) کو کہ اس کا شریک کیا جائے۔ اور اس سے کم (درجہ کے گناہ) کو جس کی بابت وہ چاہے گا (اپنے فضل و کرم سے) بخش دے گا۔

باب الاعتقاد فیما یکتب علی العبد

اس چیز کے متعلق عقیدہ جو بندوں کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے

قال الشيخ ابو جعفر اعتقادنا في ذلك انه

شیخ ابو جعفر نے فرمایا- اس کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی بندہ نہیں

ما من عبد الا وله ملكان
موكلان عليه يكتبان
عليه جميع اعماله ومن
همّ بحسنة كتب له حسنة
وان عملها كتب له
عشر حسنات فان همّ
بسيئة لم يكتب عليه
حتى يعملها وان عملها
اجل سبع ساعات فان
تاب قبلها لم يكتب وان
لم يتب كتب عليه سيئة
واحدة والملكان يكتبان
على العبد كل شئ حتى
وانهما يكتبان النفخ في
الرماد قال الله تعالى
وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ[1]

ہے۔ مگر یہ کہ اس پر دو فرشتے مقرر ہیں جو
اس کے سارے اعمال کو لکھتے ہیں۔
جو شخص کسی نیکی کا قصد کرتا ہے تو ایک
نیکی اس کے (نامۂ اعمال میں) لکھی جاتی ہے
اور جب کہ اس نیکی پر وہ عمل کر لیتا ہے تو
دس نیکیاں اس کے لیے لکھی جاتی ہیں اور
اگر کسی بدکاری کا قصد کرتا ہے تو جب تک
اسے عمل میں نہ لائے کچھ نہیں لکھا جاتا اور
اگر وہ اس بدی کا مرتکب ہو گیا تو سات
گھنٹے اسے مہلت دی جاتی ہے پس اگر
سات گھنٹے سے پہلے توبہ کر لی تو وہ گناہ
نہیں لکھا جاتا۔ اور اگر وہ تائب نہ ہوا تو
صرف ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔ یہ دونوں
فرشتے بندہ کا ہر کام لکھ لیتے ہیں یہاں تک
کہ اگر وہ بندہ راکھ میں پھونک مارتا ہے
تو اسے بھی درج کر لیتے ہیں۔ خدا نے

---

[1] اس آیت سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بندے ہی ہر طرح کا کام کرتے ہیں اور وہ ہی اپنے فعلوں کے موجد ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ خدا ہی ان کے ہاتھوں پر اچھا یا برا کام کرتا ہے۔ ورنہ بندوں کی طرف افعال کی نسبت بے معنی ہو گی (باقی اگلے صفحہ پر)

كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ
مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَمَرَّ امير
المومنين برجل وهو
يتكلم بفضول الكلام فقال
له يا هذا الرجل انك
تملي على ملكيك كتابا الى
ربك فتكلم بما يعنيك
ودع ما لا يعنيك وقال
الرجل المسلم يكتب
محسنا ما دام ساكتا فاذا
تكلم كتب اما محسنا
واما مسيئا. وموضع
الملكين من ابن ادم
الترقوة فان صاحب
اليمين يكتب الحسنات
وصاحب الشمال يكتب

فرمایا بہ تحقیق تم پر محافظ ہیں۔ بزرگ مرتبہ فرشتے
جو لکھ لیتے ہیں در آنحالیکہ جانتے ہیں،
ان باتوں کو جو تم کرتے ہو۔ ایک مرتبہ حضرت
امیر المومنینؑ کا گزر ایک شخص کی طرف
سے ہوا جو طرح طرح کے زٹل قافیے
بک رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا اے شخص تو
اپنے نگہبان فرشتے سے ایک کتاب لکھوا
رہا ہے جو تیرے رب کے سامنے پیش ہوگی
تو ایسی باتیں کر جو تجھے فائدہ پہنچائیں، اور
ایسی باتیں چھوڑ دے جو تجھے فائدہ نہ دیں
حضرت نے فرمایا۔ مرد مسلم نیکوکار لکھا
جاتا ہے جب تک کہ وہ خاموش رہتا ہے،
اور جب کلام کرنے لگتا ہے تو یا نیک لکھا
جاتا ہے یا بد۔ اور دونوں فرشتوں کے
بیٹھنے کی جگہ اولاد آدم کی گردن کی دونوں
رگیں ہیں۔ داہنی طرف والا فرشتہ نیکیاں

(بقیہ حاشیہ) اور نہ وہ افعال بندوں کے افعال کہلائے جائیں گے۔ بلکہ وہ تو خدا کے افعال ہوں گے
بندوں سے انکو تعلق نہ ہوگا۔ پھر برے فعلوں کے بدلے انکو سزا بھی نہ ملیگی۔ حالانکہ بدفعلی کی سزا ضرور دی
جائیگی پس معلوم ہوا کہ افعال بندوں سے ہی صادر ہوتے ہیں۔

السیئات وملکا النھار یکتبان عمل العبد فی النھار وملکا اللیل یکتبان عمل العبد فی اللیل۔

لکھتا ہے۔ اور بائیں جانب والا فرشتہ برائیاں درج کرتا ہے۔ دن کے دونوں فرشتے بندہ کے اعمال نہار لکھتے ہیں اور رات کے دونوں فرشتے بندہ کے اعمال شب تحریر کرتے ہیں۔

باب الاعتقاد فی العدل

عدل کے متعلق اعتقاد

قال الشیخ ابو جعفر ان اللہ تبارک وتعالٰی امرنا بالعدل وعاملنا بما ھو فوقہ وھو التفضل وذلک انہ عزوجل تعالٰی مَن جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَن جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ والعدل ھو ان یثیب بالحسنۃ الحسنۃ ویعاقب علی السیئۃ السیئۃ وقال النبی لا یدخل الجنۃ

شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا بہ تحقیق خدا نے ہم کو عدل کا حکم دیا ہے اور خود ہمارے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو عدل سے بڑھا ہوا ہے اور وہ تفضل ہے ثبوت اس کا یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ جو شخص ایک نیکی عمل میں لائے گا اس کے لیے دس گنی نیکیاں ہیں اور جو شخص ایک گناہ کرے گا تو اس کی سزا نہ دی جائیگی لیکن اسی گناہ کی مانند۔ اور بندوں پہ ظلم نہ کیا جائے گا۔

عدل سے مراد یہ ہے کہ خداوند عالم نیکی کے عوض میں جزائے نیک عطا فرمائیگا اور بدی کے بدلے بری سزا دے گا حضور

رجل بعمله الا برحمة الله عزوجل۔

سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوگا مگر یہ کہ خدا کی رحمت اس سے متعلق ہوگی۔

باب الاعتقاد فی الاعراف

اعراف کے متعلق عقیدہ

قال الشیخ رح اعتقادنا فی الاعراف انه سور بین الجنة والنار وعلیه رجال یعرفون کلا بسیماهم والرجال هم النبی واوصیاءه ولا یدخل الجنة الا من عرفهم وعرفوه ولا یدخل النار الا من انکرهم وانکروه وعند الاعراف المرجون لامر الله اما یعذبهم واما یتوب علیهم۔

شیخ ابو جعفر نے فرمایا۔ ہمارا عقیدہ اعراف کے بارے میں یہ ہے کہ وہ جنت و دوزخ کے مابین ایک دیوار ہے۔ اس دیوار پر چند حضرات ہوں گے جو ہر شخص کو اس کی نشانی سے پہچان لیں گے۔ وہ حضرات جناب رسولِ خدا اور آنحضرت کے (بارہ) اوصیاء ہونگے جنت میں نہیں داخل ہوگا مگر وہ شخص جو ان حضرات کا عارف ہوگا۔ اور یہ بزرگوار اسے پہچانتے ہوں گے اور جہنم میں بس وہی لوگ جائیں گے جو ان حضرات کے منکر ہوں گے۔ اور یہ سب ان کے شناسا نہ ہوں گے۔ اور اعراف کے پاس کچھ لوگ ہوں گے جو حکم خدا کے امیدوار ہوں گے

کہ خدا ان پر عذاب کریگا یا بخش دے گا۔

باب الاعتقاد فی الصراط

قال الشیخ ابو جعفر رح اعتقادنا فی الصراط انہ حق وانہ جسر جھنم وانہ ممر جمیع الخلق قال اللہ عزوجل (پ ۱۶ ع ۸) وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ والصراط فی وجہ اٰخر اسم حجج اللہ فمن عرفھم فی الدنیا واطاعھم اعطاہ اللہ جوازا علی الصراط الذی ھو جسر جھنم یوم القیٰمۃ ویوم الحسرۃ والندامۃ وقال النبی لعلی علیہ السلام یا علی اذا کان

صراط کے متعلق اعتقاد

شیخ ابو جعفر رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ صراط کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ برحق ہے اور وہ جہنم کا پل ہے۔ اور وہ ساری مخلوقات (انسانی) کی گزرگاہ ہے چنانچہ خدا نے فرمایا ہے تم سب کے سب دوزخ پر ضرور وارد ہوگے۔ تمہارے پروردگار پر اس کا پورا کرنا یقینی ہے۔ اور صراط کے دوسرے معنی کے لحاظ سے نام ہے خدا کی حجتوں کا۔ پس جو شخص دنیا میں انکی معرفت رکھتا ہے اور ان کا مطیع ہے تو خدائے عزّ وجل قیامت کے دن اور روز حسرت و ندامت اسے پروانۂ راہداری عطا فرمائے گا۔ صراط پر جو دوزخ کا پل ہے جناب سرور کائنات نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا۔ اے علیؑ جب کہ قیامت کا دن آئے گا تو میں اور تم اور

یوم القیٰمۃ اقعد انا وانت و جبرئیل علی الصراط فلا یجوز علی الصراط الامن کانت معہ برائۃ بولایتک

جبرئیل صراط پر بیٹھیں گے۔ صراط نہ گزرنے پائے گا مگر وہ شخص جس کے پاس تمہاری ولایت کی سند ہوگی ؂

باب الاعتقاد فی العقبات التی علی طریق المحشر

ان گھاٹیوں کے متعلق عقیدہ جو راہِ محشر میں ہوں گی

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے عقبات محشر سے مراد اعمال واجبہ ہیں جن کے متعلق روز قیامت باز پرس ہوگی۔ ان عقبات سے درحقیقت پہاڑیاں مقصود نہیں ہیں۔ اور نہ کسی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ عقبات چند پہاڑیاں ہیں جن پر لوگ چڑھائے جائیں گے۔ ان میں سے کوئی ان پر بسہولت چڑھ جائے گا۔ اور کسی کو دقت پڑے گی۔ حق تعالیٰ نے اعمال واجبہ کو عقبات سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح آدمی کو پہاڑ پر چڑھنا دشوار ہے۔ اسی طرح اعمال واجبہ کی ادائیگی اسے گراں معلوم ہوتی ہے۔ عمل ششم پس عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ روز قیامت ہر ہر واجب کا حساب لیا جائے گا۔ سوال جواب کے لیے لوگ ٹھہرائے جائیں گے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ایک ایک واجب کا مطالبہ ہوگا جس کسی نے دنیا میں واجبات کی ادائیگی میں تقصیر نہ کی ہوگی اسے پل صراط کی سختیوں سے رہائی مل جائیگی اور جس نے واجبات کو ترک کیا ہوگا۔ وہ سختی میں مبتلا رہے گا پس اگر رحمت خدا یا شفیعوں کی شفاعت اس سے متعلق نہ ہوئی تو وہ اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

قال الشیخ ابو جعفر رح
اعتقادنا فی ذلک ان ہذہ
العقبات اسماء علیحدۃ
فرض و امر و نہی فمتی
ینتہی الانسان الی عقبۃ
اسمہا الفرض وکان
قد قصر فی ذلک الفرض
حبس عندہا و طولب
بحق اللہ فیہا فان خرج
منہا بعمل صالح قدمہ
او برحمۃ تدارکہ نجی
منہا الی عقبۃ اخری
فلا یزال یدفع من
عقبۃ الی عقبۃ ویحبس
عند کل عقبۃ فیسئل
عما قصر فیہ من معنی
اسمہا فان سلم من
جمیعہا انتہی الی دار البقاء
فیحیی [illegible]

شیخ ابو جعفر نے فرمایا۔ کہ اس کے بارے
میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ان گھاٹیوں کے
جدا جدا نام ہیں۔ کسی کا فرض کسی کا امر کسی
کا نہی ہے۔ پس جبکہ آدمی پہنچے گا اس
گھاٹی کے قریب جس کا نام فرض ہے اور
اس نے اس کے عمل میں کوتاہی کی ہوگی
تو وہ شخص اس گھاٹی کے پاس روکا جائے
گا۔ اور خدا کے حق کا اس سے مطالبہ
کیا جائے گا۔ پس اگر وہ اس گھاٹی سے
بوجہ کسی عمل صالح کے نکل گیا یا رحمت
خدا نے اس کا تدارک کیا۔ تو وہ نجات
پاکر دوسرے عقبہ کے پاس پہنچے گا پس
وہ برابر ایک عقبہ سے دوسرے عقبہ
کی طرف دفع کیا جائے گا۔ اور اس کے
پاس قید کیا جائے گا۔ اور جس نام پر
وہ عقبہ ہو گا اس کی کمی کا اس شخص
سے سوال کیا جائے گا۔ پس اگر وہ
بندہ تمام عقبات سے صحیح و سالم نکل
گیا تو وہ زندگانی کے گھر میں پہنچے گا۔

فیها ابداً ولیبعد سعادة
الابد لاشقاوة معها و
لیسکن فی جوار الله مع
انبیائه وحججه والصدیقین
والشهداء والصالحین
من عباده وان حبس
علی عقبة فطولب
بما قصر فیه ولم ینجه
عمل صالح قدمه ولا
ادرکته من الله رحمة
زلت به قدمه عن
العقبة فهو فی نار
جهنم نعوذ بالله منها
وهذه العقبات کلها
علی الصراط واسم عقبة
منها الولایة یوقف
جمیع الخلائق عندها
فیسئلون عن ولایة
امیرالمومنین والائمة

جس میں وہ رہے گا۔ کہ اس میں کبھی اسے
موت نہ آئے گی۔ اور وہ سعادت جاوید
اسے حاصل ہو گی کہ جس کے ساتھ
شقاوت نہ ہو گی۔ اور خدا کے جوار رحمت
میں نبیوں اور وصیوں اور صدیقوں اور
شہیدوں اور بندگان صالحین کے ہمراہ
سکونت گزیں ہوگا۔ اور اگر وہ کسی عقبہ
کے پاس قید کیا جائے گا۔ پس اس سے
مطالبہ کیا جائے گا اس چیز کا جس کے
بجا لانے میں اس نے کوتاہی کی ہے اور
کسی عمل خیر نے جو اس نے پہلے کیا ہو
نجات نہ دی اور نہ خدا کی رحمت اس
سے متعلق ہوئی تو اس گھاٹی سے قدم اس
کا پھسل جائے گا۔ پس وہ دوزخ کی
آگ میں گر پڑے گا۔ ہم خدا کی درگاہ
میں جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔ یہ سب
گھاٹیاں صراط پر ہیں۔ ان میں سے ایک
گھاٹی کا نام ولایت ہے۔ جس کے پاس
تمام آدمی ٹھہرائے جائیں گے۔ پس ان

عليهم السلام من بعده
فمن اتى بها نجى و
جاز ومن لم يات بها
بقى فهوى وذلك قول
الله عزوجل (پ ۳۰ ع ۱۴) اِنَّ
رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ وَ
يَقُوْلُ اللہ تعالیٰ (پ ۲۳ ع ۶)
وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ
واسم عقبة منها المرصاد
ويقول الله عزوجل
لعزتي وجلالي لا يجوزني
ظلم ظالم واسم عقبة
منها الرحم واسم عقبة
منها الامانة واسم
عقبة منها الصلوة
وباسم كل فرض
وامر ونهي عقبة
يحبس عندها العبد

لوگوں سے ولایت حضرت امیرالمومنین کا
اور ان جناب کے بعد ائمہ علیہم السلام
کی ولایت کا سوال کیا جلئے گا۔ پس جو
شخص اس کا جواب لائے گا وہ نجات
پائے گا۔ اور (گھاٹی سے) گزر جائیگا
اور جو اس جواب نہ دے گا۔ وہ وہیں
رہے گا۔ پھر دوزخ میں گر جلئے گا۔
ثبوت اس کا قولِ خدا اِنَّ رَبَّکَ
لَبِالْمِرْصَادِ ہے۔ یعنی تمہارا رب
مرصاد[1] پر روکے گا۔ خدا فرماتا ہے ان
کو ٹھہرالو کہ ان سے جواب طلب کیا
جائے گا۔

ان عقبات میں سے ایک کا نام
مرصاد ہے۔ خداوند عالم (حدیث قدسی
میں) فرماتا ہے۔ مجھے اپنی عزت و
جلال کی قسم کسی ظالم کا ظلم مجھ سے نہ
چھوٹے گا۔ اور ان میں سے ایک عقبہ
کا نام رحم ہے اور ایک عقبہ کا نام امانت

---

[1] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ پل صراط کی ایک گھاٹی کا نام مرصاد ہے۔
مجمع البیان

فيسئل عن كل واحد

ہے اور ایک عقبہ کا نام نماز ہے۔ اور ہر ایک فرض اور ہر ایک امر اور ہر ایک نہی کا جدا جدا عقبہ ہے ان کے پاس روکا جائے گا۔ پھر ہر ایک کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا۔

باب الاعتقاد في الحساب والموازين

حساب اور میزانوں کے متعلق اعتقاد

قال الشيخ ابو جعفر اعتقادنا في الحساب انه حق منه ما يتولاه الله عزوجل ومنه ما يتولاه بحججه فحساب الانبياء والائمة يتولاه عزوجل. ويتولى كل نبي حساب اوصيائه ويتولى الاوصياء حساب الامم والله تبارك وتعالى هو الشهيد

شیخ ابو جعفر نے فرمایا حساب کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ برحق ہے۔ بعضوں کے حساب کا متولی خود خدا ہوگا۔ اور بعض کا حساب خدا کی حجتوں سے متعلق ہوگا۔ پس انبیاء اور ائمہ کے حساب کا تعلق خود اللہ ہی سے ہوگا۔ اور ہر نبی اپنے وصیوں کا حساب لے گا اور اوصیاء ساری امت کا حساب لیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ گواہ ہوگا اپنے نبیوں اور رسولوں پر اور تمام انبیاء اور

على الانبياء والرسل
وهم الشهداء على الاوصياء
والائمة شهداء على
الناس وذلك قوله تعالىٰ
(پ ۵ ع ۴) فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا
مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ
وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاۗءِ
شَهِيْدًا وقال تعالىٰ
اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ
مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ
شَاهِدٌ مِّنْهُ والشاهد
امير المومنين على بن
ابى طالب عليه السلام
وقوله تعالى (پ ۳۰ غاشیه) اِنَّ
اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ
عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ و
سئل الصادق ع قول الله
(پ ۱۷ ع ۶) وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ
بِالْقِسْطِ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اور رسول اپنے اپنے وصیوں کی گواہی دیں
گے۔ ثبوت اس کا قول خدا تعالیٰ ہے
یعنی کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر امت
میں سے ایک گواہ لائیں گے۔ اور تم
کو اے رسول ان گواہوں پر گواہ بنائیں
گے۔ نیز خدا نے فرمایا۔ کیا یہ وہی
ہے جو اپنے رب کی کھلی نشانی پر ہے
اور پیچھے اس کے ایک گواہ آتا ہے
جو اسی کا جزو ہے۔ (اس آیت میں)
گواہ حضرت امیر المومنین علی بن
ابی طالب علیہ السلام ہیں۔
خدا فرماتا ہے بدرستیکہ ہماری
طرف بندوں کی بازگشت ہوگی
اور ہمارے ذمہ ان کا حساب ہوگا
امام جعفر صادق سے قول خدا کی
کہ روز قیامت ہم انصاف کی میزانیں
قائم کریں گے پس کسی شخص پر کچھ
بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ تفسیر پوچھی
گئی حضرت نے فرمایا۔ میزانوں سے

فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا
قال الموازين الانبياء
والاوصياء ومن الخلق
من يدخل الجنة بغير
حساب واما السوال
فهو واقع على جميع الخلق
لقوله تعالىٰ (پ ۸ ع ۸)
فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ
اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ
الْمُرْسَلِيْنَ يعنى عن
الدين واما الذنب
فلا يسئل عنه الامن
يحاسب قال (پ ۲۷ ع ۱۲)
فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ

انبیاء اور اوصیاء[1] مراد ہیں اور مخلوق
میں سے ایسے بھی بندے ہوں گے
جو بغیر حساب جنت میں جائیں گے
لیکن سوال تو ہر شخص سے ہوگا۔ دلیل
اس کی قول خدا ہے کہ ضرور بالضرور
سوال کریں گے ہم ان لوگوں سے
جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور ضرور
بالضرور سوال کریں گے ہم رسولوں سے
یعنی ان سب سے دین کا سوال ہوگا
لیکن گناہوں کا سوال ان ہی لوگوں سے
کیا جائے گا جن کا حساب لیا جائے گا
خدا نے فرمایا۔ پس اس دن کسی انسان
اور جن سے اس کے گناہوں کا سوال نہ
کیا جائے گا۔ یعنی ان لوگوں سے گناہ[2] کا

---

[1] یعنی نبیوں اور انکے وصیوں کے ذریعہ سے ساری امت کے عملوں کی جانچ ہو جائیگی جس طرح میزان کے وسیلہ سے اس چیز کی جانچ ہو جاتی ہے جو اس میں تولی جاتی ہے۔ [2] پیروان رسول خدا اور فرمانبرداران اللہ سے گناہوں کا سوال نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ انکے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا۔ کہ بوجہ اطاعت کے ان سے گناہ سرزد نہ ہوئے ہونگے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ شیعہ خالص نہیں ہیں اگر یہ لوگ بغیر توبہ مر جائیں گے اور عالم برزخ کی سختی انکے گناہوں کا کفارہ نہ ہوگی تو یہ لوگ اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتے

عن ذنبه انس ولا جان
یعنی من شیعة النبی والائمة
خاصة دون غیرهم کما
ورد فی التفسیر وکل محاسب
معذب ولو بطول الوقوف
ولا ینجون من النار ولا
یدخل الجنة احد
بعمله الا برحمة الله
وان الله یخاطب عباده
من الاولین والآخرین
بمجمل حساب عملهم
مخاطبة واحدة یسمع
منها کل واحد
قضیة دون غیرها
ویظن انه المخاطب۔

سوال نہ ہوگا۔ جو حضرت رسولؐ اور ائمہؑ
ہدیٰ کے فرماں بردار ہیں۔ غیر لوگ ایسے
نہ ہوں گے۔ جیسا کہ تفسیرؒ میں ہے
اور ہر وہ شخص کہ جس سے حساب
لیا جائے گا۔ وہ معذب ہوگا۔ اگرچہ
درازی وقوف کا ہی عذاب ہو اور
عذاب دوزخ سے لوگ نجات نہ
پائیں گے اور کوئی شخص اپنے اعمال
کی وجہ سے داخل جنت نہ ہوگا مگر
یہ کہ رحمت خدا اس سے متعلق ہو
اور بتحقیق خداوند عالم اپنے بندوں
سے خواہ وہ اولین میں سے ہوں
یا آخرین میں سے ان کے عملوں کا
ایک ہی خطاب میں مجمل حساب لے
لیگا جس سے ہر شخص اپنا قضیہ سن

سلہ امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے احباب سے فرمایا روز قیامت تم لوگوں سے گناہوں کا سوال نہ کیا جائیگا۔ وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی مومن برحق گناہ کا مرتکب ہوا اور بغیر توبہ وہ مرجائے گا تو برزخ میں اس پر عذاب ہوگا۔ پھر روز قیامت ایسے حال میں وہ زندہ کیا جائیگا کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہ [illegible] سوال [illegible] کیا جائیگا۔ مجمع البیان

دون غیرہ ولا تشغله
تعالیٰ مخاطبة عن
مخاطبة ولیفرغ من
حساب الاولین والاٰخرین
فی مقدار نصف ساعة
من ساعات الدنیا
ویخرج اللہ تعالیٰ لکل
انسان کتابا یلقیه
منشورًا ینطق علیه
بجمیع اعماله لا یغادر
صغیرة ولا کبیرة
الا احصاها فیجعله اللہ
حسیب نفسه والحاکم
علیه بان یقال له
(پ ۱۵ ع ۲) اِقْرَأْ كِتَابَكَ
كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ
عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ ویختم
اللہ تعالیٰ علیٰ قوم علیٰ
افواههم وتشهد ارجلهم

سے گا (کہ فلاں عمل کے متعلق سوال کیا
گیا ہے) اس خطاب سے کوئی اور قضیہ
وہ نہ سمجھے گا۔ وہ یہی گمان کرے گا
کہ یہ خطاب صرف مجھی سے ہے
نہ کہ اور کسی سے اور خدائے تعالیٰ
کو ایک شخص سے خطاب کرنا دوسرے
کے خطاب سے نہ روکے گا۔ اور
اوّلین اور آخرین کے حساب سے
خداوند عالم دنیا کی گھڑیوں کے حساب
سے آدھی گھڑی میں فارغ ہو جائیگا
اور اللہ تعالیٰ ہر شخص کے لیے نامۂ
اعمال نکالے گا کہ وہ اس کو اپنے
روبرو کھلی ہوئی کتاب پائے گا جو
ہر شخص کو اس کی کارروائیوں سے
آگاہ کردے گی۔ اور کوئی عمل چھوٹا
اور بڑا اس کتاب سے چھوٹا ہوا نہ
ہوگا۔ مگر یہ کہ وہ کتاب اس کو
احاطہ کیے ہوئے ہوگی۔ پس خدا
اس کتاب کو اس شخص کا محاسب

وايديهم وجميع جوارحهم
بما كانوا يكتمون (پ۲۴ ع۱۴)
وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ
شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوا
اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْطَقَ
كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ
وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ
اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ
سَمْعُكُمْ وَلَا اَبْصَارُكُمْ
وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ
ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا
يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ
وسأجرد كيفية
وقوع الحساب فی
كتاب حقيقة المعاد
انشاء الله تعالیٰ

اور حاکم قرار دے گا۔ اور یوں کہا جائیگا
تو اپنا نامہ اعمال پڑھ لے۔ آج کے
دن تو اپنا حساب لینے کے لیے تو
خود ہی کافی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ایک گروہ کے
مونہوں پہ مہر لگا دے گا اور ان
کے پاؤں اور ہاتھ بلکہ تمام اعضاء
ان کے گواہی دیں گے ان اعمال پہ
جنہیں وہ لوگ چھپا کر کیا کرتے تھے
وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے
کہ تم نے ہمارے برخلاف کس لیے گواہی
دی۔ وہ جواب دیں گی۔ ہم کو گویائی
بخشی اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو
بولنے کی قوت عطا فرمائی۔ اسی نے
تم کو اول پیدا کیا تھا۔ اسی کی طرف
تم رجوع کرو گے۔ اور جو اعمال تم
چھپا کر کیا کرتے تھے اس کا سبب
یہ نہ تھا کہ تمھارے برخلاف تمہارے
کان اور تمھاری آنکھیں اور تمھاری

کھالیں گواہی دیں گی لیکن تمہارا گمان یہ تھا
کہ جو کچھ تم کرتے ہو ان کاموں سے اکثر کی
خدا کو خبر نہیں ہوتی۔ اگر خدا کو منظور ہے
تو میں عنقریب کتاب حقیقۃ المعاد میں
حساب کے واقع ہونے کی کیفیت علیحدہ
کر کے لکھوں گا۔

باب الاعتقاد فی الجنة والنار

قال الشیخ ابو جعفر
اعتقادنا فی الجنة
انها دار البقاء و دار
السلامة لا موت فیها
ولا سقم ولا مرض ولا آفة
ولا زوال ولا زمانة
ولا هم ولا حاجة ولا
غم ولا فقر وانها دار
الغنیٰ و دار السعادة
و دار المقامة و دار
الکرامة لا یمس

جنت و دوزخ کے متعلق عقیدہ

شیخ ابو جعفر فرماتے ہیں جنت
کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ
وہ دار البقا ہے اور سلامتی کا گھر ہے
نہ اس میں موت ہے نہ بڑھاپا نہ اس
میں بیماری ہے نہ عارضہ نہ اس میں
کوئی آفت ہے اور نہ زوال۔ نہ اس
میں زمین گیری کا مرض ہوگا اور نہ کسی
طرح کا رنج۔ نہ اس میں محتاجی ہوگی
اور نہ غم اور نہ مفلسی وہ تو بے نیازی
کا مقام ہے اور سعادت کا محل ہے
اور اقامت کی جگہ اور کرامت کا مکان ہے

اهلها ونصب ولا یمسهم فیها لغوب لهم فیها ما تشتهیه الانفس وتلذ الاعین وهم فیها خالدون وانها دار اهلها جیران الله تعالیٰ واولیائه واحبائه واهل الکرامة وهم انواع علی مراتب منهم المتنعمون بتقدیس الله

اس کے باشندوں کو نہ زحمت عارض ہو گی اور نہ کسی کو اس میں تھکن ستائے گی۔ اس میں جنتیوں کے لیے وہ چیزیں مہیا ہوں گی جن کے وہ خواہشمند ہوں اور آنکھیں ان کی لذت پائیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ جنت ایسا گھر ہے جس کے باشندے خدا کے ہمسایہ اور اولیاء اللہ اور اس کے دوست اور اہل کرامت ہوں گے اور ان کے مرتبے چند قسم کے ہوں گے۔ ان میں سے بعض فرشتوں[1] کی

---

[1] شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ عقیدہ کہ جنت میں بعضے اس طرح لذت پائیں گے کہ فرشتوں کے ہمراہ خدا کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہیں گے حدیث موضوع کا مضمون ہے اور یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ اول تو یہ عقیدہ قرآن کے خلاف ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے اکلها دائم یعنی جنت کے کھانے ہمیشہ رہیں گے اور فرماتا ہے وزوجناهم بحور عین یعنی ہم جنتیوں کا نکاح بیاہ چشم والی عورتوں سے کریں گے۔ نیز فرماتا ہے اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ یعنی روز قیامت جنتی لوگ اور ان کی بی بیاں میوؤں میں مشغول ہوں گے اور فرماتا ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

تعالیٰ وتسبیحہ وتکبیرہ
فی جملۃ ملائکۃ ومنھم
المتنعمون بانواع الماکل
والمشارب والفواکہ
والارائک وحور عین
واستخدام الولدان
المخلدین والجلوس
علی النمارق والزرابی
ولباس السندس کل
منھم انما یتلذذ بما
یشتھیہ ویریدہ علی

مانند خدا کی تقدیس وتسبیح وتکبیر میں
فرشتوں کے ہمراہ رہ کر لذت میں بسر کریں
گے۔ اور بعضے طرح طرح کے کھانوں اور
پینے کی چیزوں اور رنگ رنگ کے
میووں اور تختوں اور سیاہ چشم بڑی بڑی
آنکھوں والی عورتوں سے لذت اٹھائیں
گے۔ اور خدمت کے لیے ہمیشہ جوان
رہنے والے لڑکے اور تکیوں اور مسندوں
پر ان کو جلوس نصیب ہوگا۔ اور ریشمی
لباس ان کو ملے گا۔ ہر شخص ان میں سے
لذت پائے گا۔ ان چیزوں سے جن کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) وَاُتُوْا بِہٖ مُتَشَابِہًا وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ
مُّطَهَّرَةٌ۔ یعنی ان کو ملتے جلتے رنگ وصورت کے میوے ملا کریں گے اور
جنت میں ان کے لیے پاک وپاکیزہ بی بیاں ہوں گی۔ پس صدوق علیہ الرحمہ
نے ایسا عقیدہ کیوں تجویز کر دیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ عقیدہ اجماع شیعہ کے
خلاف ہے۔ لہذا اس عقیدہ پر عمل جائز نہیں ہے۔ یہ عقیدہ نصاریٰ کے عقاید
میں سے ہے۔ کیونکہ وہ قائل ہیں کہ جو لوگ دنیا میں خدا کی عبادت
کرتے ہیں وہ روز قیامت فرشتے ہو جائیں گے۔ وہ نہ کھائیں گے اور نہ
پئیں گے۔ حالانکہ خدا نے چند قرآنی آیتوں میں اس عقیدہ کی تکذیب فرمائی ہے۔ مترجم

حسب ما تعلقت به
همته لیعطی من عند الله
من اجله وقال ایضاً
ان الناس یعبدون الله
علی ثلثة اصناف
فصنف منهم یعبدونه
شوقاً الی جنة ورجاء
ثوابه فتلک عبادة
الخدام وصنف منهم
یعبدونه خوفاً من
ناره فتلک عبادة العبید
وصنف منهم یعبدونه
حباً له فتلک عبادة
الکرام وهم الامناء
وذلک قوله عز وجل
(پ ۲۰ ع ۳) وَهُمْ مِنْ
فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ
واعتقادنا فی النار
انها دار الهوان و

اسے خواہش اور طلب ہوگی جس قدر
اس کی خواہش جس چیز سے متعلق ہوگی
وہ اس کے لیے خدائے عز وجل کی درگاہ
سے عطا کی جائے گی۔ حضرت صادقؑ
نے ارشاد فرمایا بدرستیکہ جو لوگ خدا
کی عبادت کرتے ہیں وہ تین قسم کے
ہیں۔ ایک صنف ان کی اللہ کی عبادت
کرتی ہے اس کی جنت کے شوق اور
اس کے ثواب کی امید میں پس یہ عبادت
خادموں کی عبادت ہے اور ایک گروہ
ان کا خدا کی پرستش کرتا ہے آتش
دوزخ کے خوف میں پس یہ عبادت
غلامی کی سی ہے اور ایک قسم ان کی
خدا کی بندگی بجا لاتی ہے۔ اس کی
محبت میں پس یہ بزرگ مرتبہ لوگوں کی
عبادت ہے اور یہی بندے امان پائیں
گے۔ چنانچہ خدائے عز وجل کا ارشاد ہے
یہ لوگ اس دن خوف وخطر سے محفوظ
رہیں گے اور دوزخ کے متعلق ہمارا عقیدہ

دار الانتقام من اهل
الكفر والعصيان ولا
يخلد فيها الا اهل الكفر
والشرك فاما المذنبون
من اهل التوحيد
فيخرجون منها بالرحمة
التي تدركهم والشفاعة
التي تنالهم وروي
انه لا يصيب احداً
من اهل التوحيد
الم في النار اذا دخلوها
وانما يصيبهم الآلام
عند الخروج منها
فتكون تلك الآلام
جزاءً بما كسبت ايديهم
وما الله بظلام للعبيد
واهل النار هم المساكين
حقاً لا يقضى عليهم فيموتوا
ولا يخفف عنهم من

یہ ہے کہ وہ ذلت کا گھر ہے اور اہل کفر و
عصیان سے انتقام اور بدلہ لینے کا
مکان ہے۔ اس میں کافروں اور مشرکوں
کے سوا اور کوئی ہمیشہ نہ رہے گا۔ رہے
اہل توحید میں سے گنہگار بندے سو
وہ جہنم سے نکالے جائیں گے رحمت
خدا کے ذریعہ سے جو ان سے متعلق
ہوگی اور بوجہ شفاعت کے جو ان کو
حاصل ہوگی۔ مروی ہے کہ اہل توحید
میں سے جو لوگ جہنم میں داخل ہوں
گے انھیں دوزخ میں کچھ دکھ نہ پہنچے
گا۔ مگر اس سے نکلتے وقت ان کو
تکلیفیں ہوں گی۔ یہ آلام ان کے
اعمال کا بدلہ ہو جائیں گے۔ خدا اپنے
بندوں پر ظلم نہ کرے گا۔ لاریب اہل
جہنم بے حد محتاج ہوں گے۔ ان میں
سے کسی کو قضا نہ آئے گی کہ وہ مر
جائیں اور نہ ان کے عذاب میں
تخفیف ہوگی۔ نہ اس میں وہ لوگ

عذابہا ولا یذوقون
فیہا برداً ولا شراباً الا
حمیماً وغساقاً جزآءً
وفاقاً فان استطعموا
اطعموا من الزقوم وان
یستغیثوا یغاثوا
بماءٍ کالمہل یشوی
الوجوہ بئس الشراب
(پ ع۱۶) وساءت مرتفقاً
ینادون من مکان بعید
(پ۱۸ ع۶) ویقولون ربنا
اخرجنا منہا فان
عدنا فانا ظالمون
فیمسک عنہم الجواب
احیاناً ثم قیل لہم
اخسئوا فیہا ولا تکلمون
ونادوا یا مالک لیقض
علینا ربک قال انکم
ماکثون

ٹھنڈک کا مزا چکھیں گے اور نہ پانی
کا مگر کھولتے ہوئے پانی اور بہتی ہوئی
پیپ (ان کی بد اعمالیوں کا) بدلہ
ہو گی۔ اگر وہ کھانا مانگیں گے تو ان کو
زقوم (تھوہڑ) کھلایا جائے گا۔ اور اگر
وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی
ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے
ہوئے تانبہ کی مانند ہو گا۔ جو ان
کے چہروں کو بھون ڈالے گا۔ وہ کیسا
برا پانی ہو گا۔ اور جہنم کیسی بری جگہ ہو گی
وہ لوگ دور سے آواز دیں گے اور
کہیں گے۔ اے ہمارے پروردگار تو
ہم کو یہاں سے نکال دے پھر اگر
ہم دوبارہ بری کام کریں تو بے شک
ہم قصور وار ہوں گے۔ مدتوں ان کو
جواب نہ دیا جائے گا۔ پھر کہا جائیگا
رہو اسی آگ میں اور مجھ سے بات نہ کرو
وہ لوگ آواز دیں گے اے مالک تمہارے
رب کو چاہیے کہ ہم کو مار ڈالے۔ مالک

وروی بالاسانید الصحیحۃ
انہ یامر اللہ تعالیٰ برجال
الی النار فیقول لمالک
قل للنار لا تحرقی لھم
اقداما فقد کانوا یمشون
الی المساجد ولا تحرقی
لھم ایدیا فقد کانوا
یرفعونھا الی بالدعاء
ولا تحرقی السنۃ فقد
کانوا یکثرون تلاوۃ
القرآن ولا تحرقی لھم
وجوھا فقد کانوا یسبغون
الوضوء فیقول المالک
یا اشقیاء فما کان حالکم
فیقولون کنا نعمل لغیر
اللہ فقیل لھم خذوا
ثوابکم ممن عملتم
لہ واعتقادنا فی الجنۃ
والنار انھما مخلوقتان

کہیں گے۔ تم سب یہیں پڑے رہو گے۔
اسانید صحیحہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ
کچھ آدمیوں کی بابت دوزخ میں ڈالے
جانے کا حکم دے گا۔ پھر مالک سے
فرمائے گا کہ آتش دوزخ سے کہہ دو کہ
ان کے پاؤں نہ جلائے کیونکہ یہ لوگ
ان پاؤں سے مسجدوں میں جایا کرتے
تھے۔ اور ان کے ہاتھوں کو نہ جلائے
کیونکہ یہ لوگ ان پاؤں سے مسجدوں میں
جایا کرتے تھے۔ اور ان کے ہاتھوں کو
نہ جلائے کیونکہ یہ لوگ ان کو دعا کے
لیے میری طرف بلند کیا کرتے تھے اور
ان کی زبانوں کو نہ جلائے کہ یہ لوگ اکثر
تلاوت قرآن کیا کرتے تھے۔ اور ان
کے چہروں کو نہ جلائے کہ یہ لوگ اچھی
طرح وضو کیا کرتے تھے۔ یہ سنکر مالک
کہے گا۔ اے کم بختو! تمھارا کیا حال تھا
وہ جواب دیں گے ہم لوگ غیر خدا کی
خوشنودی کے لیے کام کیا کرتے تھے۔

وان النبی قد دخل
الجنة ورای النار حین
عرج بہ واعتقادنا
انہ لا یخرج احد
من الدنیا حتی
یری مکانہ من
الجنة او من النار
وان المؤمن لا
یخرج من الدنیا
حتی یرفع لہ
الدنیا کاحسن
ما راھا و یری
مکانہ فی الاخرة
ثم یخیر بین الدنیا
والاخرة وھو یختار
الاخرة فحینئذ یقبض
روحہ وفی العادة
یقول الناس فلان
یجود بنفسہ ولا

پس خطاب کیا جائے گا ان سے کہ
جن کے لیے تمھارے اعمال تھے
انھی سے ثواب مانگو۔ اور جنت و
دوزخ کے بارے میں ہمارا عقیدہ
یہ ہے کہ یہ دونوں پیدا ہو چکے اور
جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و
آلہ شب معراج جنت میں تشریف
لے گئے اور دوزخ آنحضرت نے
ملاحظہ فرمایا۔ اور ہمارا عقیدہ یہ ہے
کہ دنیا سے کوئی شخص نہیں نکلتا
یہاں تک کہ وہ اپنا مکان جنت
میں یا دوزخ میں دیکھ لیتا ہے۔
اور مومن نہیں خارج ہوتا ہے
دنیا سے مگر یہ کہ دنیا اس خوبصورت
چیز کی مانند اس کے سامنے پیش
کی جاتی ہے کہ جو اس نے دیکھی ہے
اور وہ اپنا بہشتی مکان بھی ملاحظہ
کرتا ہے پھر اسے دنیا اور آخرت
کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے

يجود الانسان بشيء
الا عن طيبة نفس غير
مقهور ولا مجبور
ولا مكروه اما جنة
آدم فهي جنة من
جنان الدنيا
تطلع الشمس فيها
وتغيب وليس بجنة
الخلد ولو كانت
جنة الخلد ما خرج
منها ابداً واعتقادنا
ان بالثواب يخلد
اهل الجنة في الجنة
وبالعقاب يخلد
اهل النار في النار
وما من احد يدخل
الجنة حتى يعرض
عليه مكانه من النار
فيقال له هذا مكانك

درآنحالیکہ وہ آخرت کو پسند کرتا ہے
اس وقت اس کی روح قبض کر لی
جاتی ہے (وہ اپنی موت سے خوش
ہو جاتا ہے کیونکہ) محاورہ ہے (کہ
جب کوئی دم توڑتا ہے تو) لوگ
کہا کرتے ہیں کہ یہ شخص اپنی جان
بخشش کر رہا ہے (یعنی اپنی جان
خوشی سے دیتا ہے) اور کوئی شخص
سخاوت نہیں کرتا مگر خوش دلی سے
مغلوب اور مجبور ہو کر اور کسی کی
زبردستی سے نہیں کرتا ہے حضرت
آدم علیہ السلام والی جنت وہ
دنیاوی جنتوں میں سے ایک تھی
جس میں آفتاب طلوع و غروب کیا
کرتا تھا۔ وہ جنت الخلد نہ تھی اور
اگر وہ جنت الخلد ہوتی تو وہ حضرت
وہاں سے کبھی نہ نکلتے اور ہمارا عقیدہ
یہ ہے کہ ثواب (پانے) کے لیے
اہل جنت ہمیشہ جنت میں رہیں گے

الذی لو عصیت اللّٰہ لکنت فیہ وما من احد یدخل النار حتی یعرض علیہ مکان من الجنۃ فیقال لہ ھذا مکانک لو اطعت اللّٰہ لکنت فیہ - فیورث ھٰؤلاء مکان ھٰؤلاء وذلک قول اللّٰہ عزّ وجلّ (پ ۱۸ ع ۱) اولٰئک ھم

اور عذاب کے لیے اہل دوزخ ہمیشہ دوزخ[1] میں رہیں گے۔ اور کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا مگر یہ کہ اس کے سامنے اس کا دوزخ والا مکان پیش کر کے کہا جائے گا۔ اگر تو خدا کی نافرمانی کرتا تو اس گھر میں تجھے رہنا پڑتا۔ اور کوئی بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا تاوقتیکہ اس کا جنتی مکان اس کے پیش نظر کر کے یہ کہا جائے گا۔ اگر تو خدا کی اطاعت کرتا تو تجھے یہ مکان رہنے کے لیے مل جاتا۔ الغرض

---

[1] اس عبارت کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو دائمی عذاب کی سزا دی جائیگی وہ کبھی دوزخ سے باہر نہ جا سکیں گے۔ اس لیے کہ جہنم میں ایسے بھی گنہگار بندے ہوں گے جن کی حضرات معصومین علیہم السلام شفاعت کریں گے۔ پس وہ لوگ دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ اور بہشت بریں میں ان کو جگہ دی جائے گی۔ چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ بعض گنہگار دوزخ میں ڈالے جائیں گے لیکن وہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیں گے۔ بلکہ (شفاعت وغیرہ کے ذریعہ سے) وہ لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے۔ اور وہ ہمیشہ برقرار رہنے والی نعمتوں میں بسر کریں گے۔ ہاں البتہ کفار ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلا کریں گے۔ کبھی انکو دوزخ سے رہائی نہ [illegible]

الْوَارِثُونَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وادقل المومنين منزلة فی الجنة من له مثل تلك فی الدنيا عشر مرات۔

یہ (فرماں بردار بندے) ان (زنا فرمانوں) کے (جنتی مکانوں کے) وارث ہو جائیں گے۔ جیسا کہ خدائے عزوجل فرماتا ہے۔ یہ وہی وارثہ پانے والے لوگ ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے ہمیشہ اس میں (عیش و عشرت کے ساتھ) رہیں گے۔ اور بہت ہی کم درجہ کا مومنین میں سے جنت میں وہ شخص ہو گا جس کے لیے اس دنیا سے دس گنی نعمتیں مہیا ہوں گی (امر و نہی کے بارے میں خدا کے پاس سے کتابیں نازل ہوتے وقت)

وحی آنیکا انداز جو ہوتا تھا اسکے متعلق عقیدہ

باب الاعتقاد فی کیفیة نزول الوحی من عند الله بالکتب فی الامر والنهی قال الشیخ ابوجعفر اعتقادنا فی ذلك ان بين عينی

شیخ ابو جعفر نے فرمایا اس مسئلہ میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت اسرافیل (فرشتہ) کی دونوں آنکھوں کے مابین

سلہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ وحی کے نازل ہونے کی کیفیت

اسرافیل فوقها اذا اراد
الله ان یتکلم بالوحی
ضرب اللوح جبین
اسرافیل فنظر فیه
فیقرء ما فیه فیلقیه
الی میکائیل ویلقیه
میکائیل الی جبرئیل
فیلقیه جبرئیل الی
الانبیاء علیهم السلام
واما الغشوة التی کانت
تاخذ النبی فانها کانت
تکون عند مخاطبة الله

ایک تختی ہے جب خدا کو وحی کے ذریعہ
سے متکلم ہونا مقصود ہوتا تھا تو وہ تختی
اسرافیل کی پیشانی سے مل جاتی تھی۔ پس
حضرت اسرافیلؑ اس میں نظر کرتے تھے
اور جو کچھ اس میں ہوتا تھا اسے پڑھ کے
میکائیلؑ سے بیان کر دیتے تھے۔ اور
میکائیلؑ اس کی خبر جبرائیلؑ کو دیتے
تھے۔ اور جبرئیلؑ اس وحی سے انبیاءؑ
علیہم السلام کو مطلع کرتے تھے۔ لیکن غشی
جو حضرت رسالتمآبؐ کو (وحی کے وقت)
عارض ہوتی تھی تو یہ غشی اس وقت عارض
ہوتی تھی کہ جب خدائے تعالیٰ آنجناب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو عقیدہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے تحریر کیا ہے نہ یہ قرآن سے
ثابت ہے اور نہ احادیث متواترہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور نہ علمائے شیعہ کا اس پر اتفاق ہے
بلکہ شاذ اور احادیث احاد کا یہ مضمون ہے اس عقیدہ کا یقین نہیں ہو سکتا۔ لہذا
اتنا عقیدہ کافی ہے کہ جناب رسول خدا پر دو طریقوں سے وحی نازل ہوتی تھی کبھی
خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اپنی قدرت کاملہ سے احکام کی تعلیم دیتا تھا اس
وقت حضرت پر غشی طاری ہو جاتی تھی۔ اور کبھی حضرت جبرئیل امین کے ذریعہ سے
وحی بھیجتا تھا۔ مترجم

ایاہ حتی یثقل ولیعرق فاما جبرئیل فانه کان لا یدخل علیه حتی یستاذنه اکراما له وکان یقعد بین یدیه قعدة العبید۔

سے خطاب کرتا تھا۔ یہاں تک کہ نوبت پہنچتی تھی کہ آنحضرتؐ کا جسم مبارک بھاری ہوجاتا تھا اور وہ جناب پسینہ پسینہ ہوجاتے تھے اور جبرئیلؑ کو ان حضرت کا اکرام اس درجہ مدنظر رہتا تھا کہ خدمت میں حاضر ہی نہ ہوتے تھے جب تک کہ اجازت نہ لے لیتے تھے۔ اور ان جناب کے روبرو غلاموں کے مانند بیٹھ جاتے تھے۔

باب الاعتقاد فی نزول القرآن فی لیلة القدر

لیلۃ القدر میں قرآن کے نازل ہونے کے متعلق اعتقاد

قال الشیخ ابوجعفر اعتقادنا فی ذلک ان القرآن نزل فی شهر رمضان فی

شیخ ابوجعفر نے فرمایا اس کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ماہ رمضان کی شب قدر میں قرآن بیت المعمور[1] میں نازل[2]

---

[1] ابن عباس سے منقول ہے کہ بیت معمور چوتھے آسمان پر خانہ کعبہ کے محاذ میں واقع ہے۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے ہر روز ستر ہزار فرشتے بیت معمور میں داخل ہوتے ہیں کہ پھر دوبارہ پلٹ کر نہیں آتے۔ مجمع البحرین۔

[2] شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس عقیدہ کا ماخذ صرف ایک ہی حدیث ہے جس سے اس عقیدہ کا یقین نہیں ہوسکتا۔ اور بعض آیتوں کا صریح حوادث کے متعلق نازل

(باقی اگلے صفحہ پر)

ليلة القدر جملة واحدة
الى البيت المعمور ثم نزل
من البيت المعمور في
مدة عشرين سنة
وان الله عز وجل اعطى
نبيه العلم جملة ثم قال
له (پ ۱۶ ع ۱۲) وَلَا تَعْجَلْ
بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ
اَنْ يُّقْضٰى عَلَيْكَ وَحْيُهٗ
وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا
وقال تعالى وَلَا تُحَرِّكْ بِهٖ

ہوا پھر بیت المعمور سے بیس سال کی مدت
میں حضور سرور کائنات کے پاس آیا۔ اور
خداوند عالم نے اپنے نبی کو قرآن کا
مجمل علم عطا فرمایا تھا۔ پھر خدا نے
ان جناب سے خطاب کیا (اے ہمارے
رسول) تم قرآن کے پڑھنے میں اس سے
پہلے کہ اس کی وحی پوری ہو جائے جلدی
نہ کیا کرو اور یہ دعا کرو کہ اے میرے پروردگار
تو میرے علم کو بڑھا دے۔ تم اپنی زبان
کو اس لیے حرکت نہ دو کہ اس (قرآن) کو
جلدی سے یاد کرو کہ اس کا جمع کرنا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نازل ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ پورا قرآن بیت معمور میں نازل نہیں
ہوا تھا۔ بلکہ ضرورت کے وقت ایجاد ہوتا تھا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ
قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا
یعنی جو عورت اپنے شوہر کے بارے میں تمہارے سامنے جھگڑا کرتی ہے۔ اور خدا سے اس کا شکوہ
کرتی ہے خدا نے اسکا قول سن لیا اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا ہے۔ الغرض یہ آیت مدینہ میں اتری
تھی پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ جو واقعہ نہیں ہوا تھا اسی کو پہلے سے بیت معمور میں خدا نے کیونکر نازل
کر دیا تھا۔ قول مترجم۔ قرآن کی ہر بات کا علم خدا کو پہلے ہی سے تھا۔ لیکن جس وقت جو قصہ
پیش [illegible] کر دی۔

لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ؛

اور پڑھا دینا ہمارے ذمہ پر ہے پس جبکہ ہم اسے پڑھا دیں تو پھر تم اس کو پڑھتے رہنا۔ اس کے بعد اس کا واضح کرنا ہمارا ہی کام ہے۔

باب الاعتقاد فی القرآن

قرآن کے متعلق عقیدہ

قال الشیخ ابوجعفر اعتقادنا فی القرآن انه کلام الله ووحیه وتنزیله وقوله وکتابه وانه (پ ۲۴ ع ۱۹) لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ وانه القصص الحق وَإِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ وان الله منزله ومحدثه وربه وحافظه

شیخ ابوجعفر علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ ہمارا عقیدہ قرآن کے بارے میں یہ ہے کہ یہ قرآن کلام خدا اور اسکی وحی ہے اسی کی یہ تنزیل ہے اسی کا یہ قول ہے اور اسی کی یہ کتاب ہے۔ نہ اس کی پیشین گوئی غلط ہے اور نہ اس کی گذشتہ خبر جھوٹی ہے۔ خدائے حکیم بزرگ کی طرف سے یہ کتاب اتری ہے اور اس کے قصے برحق ہیں یہ ایک قول فیصل ہے۔ بیکار و فضول نہیں ہے خدا ہی اس کا نازل کنندہ اور ایجاد کرنے والا اور پروردگار حفاظت کرنیوالا ہے اور وہی اسکے ساتھ متکلم ہوا ہے (اسکو پیدا کیا ہے)

والمتکلم فیہ

باب الاعتقاد فی مبلغ القرآن

مقدار قرآن کے متعلق عقیدہ

قال الشیخ ابو جعفر اعتقادنا ان القرآن الذی انزل اللہ تعالیٰ علیٰ نبیہ محمد صلی اللہ علیہ والہ ھو ما بین الدفتین وھو ما فی ایدی الناس لیس باکثر من ذلک ومبلغ سورہ عند الناس مائۃ واربع عشر سورۃ وعندنا ان الضحیٰ والم نشرح سورۃ واحدۃ والم تر کیف ولایلاف سورۃ واحدۃ ومن نسب الینا انا نقول

شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا عقیدہ ہمارا یہ ہے کہ جتنا قرآن خدا نے اپنے رسول جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نازل کیا تھا وہ انھی دو دفتیوں کے درمیان ہے اور وہ امت کے پاس موجود ہے اور اس سے زیادہ نازل نہیں ہوا۔ اس کی سورتیں عوام الناس کے نزدیک ایک سو چودہ ہیں۔ اور ہمارے نزدیک سورہ والضحیٰ[1] اور سورہ الم ترکیف ایک ہی سورۃ ہے اور سورہ لایلاف قریش اور سورہ الم ترکیف فعل ربک ایک ہی سورۃ ہے اور جو شخص نسبت دے ہماری طرف اس بات کی کہ ہم کہتے ہیں کہ قرآن اس

---

[1] ان دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ مترجم برایونی۔

انه اکثر من ذلک
فهو کاذب وما روی
من ثواب قراءة کل سورة
من القرآن وثواب
من ختم القرآن
کله وجواز قراءة سورتین
فی رکعة والنهی عن
القرآن بین سورتین
فی رکعة فریضة تصدیق
لما قلناه فی امر القرآن
ان مبلغه ما فی ایدی
الناس وکذلک ما روی
من النهی عن قراءة
القرآن کله فی لیلة
واحدة وانه لا یجوز
ان یختم القرآن فی اقل
من ثلثة ایام تصدیق
لما قلناه بل نقول
انه نزل من الوحی الذی

سے زائد ہے وہ جھوٹا ہے اور قرآن کی
پوری سورۃ پڑھنے کا ثواب اور پورا قرآن
ختم کرنے کا ثواب اور (سنتی نماز میں)
دو سورے پڑھنے کا جواز اور واجب
نماز کی ایک رکعت میں (حمد کے بعد)
دو سورتیں پڑھنے کی ممانعت حدیثوں
میں مروی ہے - یہ سب باتیں ہمارے
قول کی تصدیق ہے۔ جو قرآن کے
بارے میں ہے۔ کہ بس قرآن اسی
قدر ہے کہ جتنا آدمیوں کے پاس
موجود ہے۔ اسی طرح وہ روایت ہے
کہ جس کے ذریعہ سے ایک شب میں
پورا قرآن ختم کرنے کی ممانعت کی گئی
ہے اور یہ تین دن سے کم میں قرآن مجید
ختم کرنا جائز نہیں ہے - تصدیق ہے
ہمارے قول کی (کہ اتنا ہی قرآن نازل
ہوا تھا کہ جتنا موجود ہے) بلکہ ہم تو یہ
کہتے ہیں کہ وحی کے ذریعہ سے قرآن
کے علاوہ اتنے احکام اور نازل ہوئے

ليس من القرآن ما لو جمع
الى القرآن لكان مبلغه
مقدار سبع عشر الف
اية وذلك مثل قول
جبرئيل للنبيؐ ان الله
يقول لك يا محمد دار
خلقي مثل ما اداري
ومثل قوله اتق شحناء
الناس وعداوتهم
ومثل قوله عش ما
شئت فانك ميت و
احبب ما شئت فانك
مفارقه واعمل ما شئت
فانك ملاقيه وشرف
المؤمن

صلوته بالليل وعزته
كف الاذى عن الناس
ومثل قول النبيؐ ما زال
جبرئيل يوصيني بالسواك

ہیں کہ اگر وہ سب قرآن کے ساتھ جمع
کیے جائیں تو مجموعہ کی مقدار سترہ ہزار
آیتوں تک پہنچ جائے گی۔ مثال اس
کی یہ ہے کہ جبرئیل امین نے جناب
رسول خدا سے عرض کیا خداوند عالم
آپ کو حکم دیتا ہے کہ اے محمد تم میری
مخلوق سے اسی طرح مدارات کرنا کہ
جس طرح میں ان سے مدارات کرتا ہوں
اور دوسری مثال یہ ہے کہ جبرئیل نے
حضور سرور عالم کی خدمت میں عرض
کیا کہ لوگوں کی عداوت وحسد سے
تم ڈرتے رہنا۔ تیسری مثال ان کا یہ
قول ہے کہ جب تک چاہیں آپ
زندہ رہیں۔ آخر آپ مریں گے اور
جو چیز چاہو پسند کرو۔ آخر اس سے
جدائی ہوگی۔ اور جو عمل تم کو کرنا ہو کر لو
کہ اس کا ثواب پاؤ گے۔ نماز شب پڑھنا
مومن کی بزرگی ہے۔ آدمیوں کو اذیت
نہ دینا اس کی عزت کا سبب ہے (چوتھی)

حتی خفت ان احفی
او ادرددوما زال یوصینی
بالجار حتی ظننت انه
سیورثه وما زال یوصینی
بالمراۃ حتی ظننت لا
ینبغی طلاقها وما زال
یوصینی بالمملوک حتی
ظننت انه سیضرب
له اجلا لیعتق فیه و
مثل قول جبریل حین
فرغ من غزوۃ خندق
یا محمد ان اللہ تبارک
وتعالی امرک ان لا
تصلی العصر الا ببنی
قریظۃ ومثل قوله
صلی اللہ علیہ وآلہ
امرنی ربی بمداراۃ
الناس کما امرنی باداء
الفرائض ومثل قوله

مثال قول جبرئیل ہے (حضور سرور عالم
فرماتے ہیں) جبرئیل مجھ کو بار بار مسواک
کرنے کی وصیت کرتے رہے۔ یہاں
تک کہ مجھے خوف ہوا کہ میرے دانت
گھس جائیں گے۔ یا گر جائیں گے۔ اور
وہ مجھے ہمیشہ پڑوسی کے بارے میں
نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ
مجھے گمان ہوا کہ عنقریب وہ پڑوسی
کو وارث بنا دیں گے۔ اور وہ برابر
مجھے عورت کے متعلق وصیت کرتے
رہے جس سے میرا خیال یہ ہو گیا کہ
وہ عورتوں کو طلاق نہیں چاہتے اور
وہ غلام کے بارے میں مجھے وصیت
کرتے رہے تا اینکہ میں نے یہ جانا، کہ
جبرئیل اس کے لیے ایک مدت قرار
دیں گے جس میں وہ آزاد ہو جائے گا۔
حضرت جبرئیل نے اس وقت عرض کیا
جبکہ غزوہ احزاب سے فراغت ہو
چکی کہ اے محمد (رسول اللہ) خدائے

انا معشر الانبیاء
امرنا ان لا نکلم الناس
الا بقدر عقولهم و
مثل قوله ان جبرئیل
اتانی من قبل ربی
بامر قرت به عینی وعز
جل لقول ان علیا
امیر المومنین وقائد
الغر المحجلین ومثل
قوله نزل علی جبرئیل
فقال یا محمد ان
الله تبارک وتعالی
زوج فاطمة علیا
من فوق عرشه
واشهد علی ذلک
خیار ملائکته
فزوجها انت فی
الارض واشهد علی
ذلک خیار امتک۔

تبارک و تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے
کہ آپ نماز عصر قبیلہ بنی قریظہ میں پڑھیں
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ
نے فرمایا۔ خدا نے مجھ کو آدمیوں کے
ساتھ مدارات کرنے کا حکم دیا ہے
جس طرح کہ فرائض کی ادائیگی اس نے
مجھ پر لازم کی ہے۔ نیز آنجناب کا
قول ہے ہم گروہ انبیاء کو حکم دیا گیا
ہے کہ ہم آدمیوں سے ان کی عقلوں
کے موافق کلام کیا کریں۔ نیز انھی
حضرت نے فرمایا۔ ایک مرتبہ خدا کی
طرف سے جبرئیل ایسی چیز میرے
پاس لے کر آئے کہ جس سے میری
آنکھیں خنک اور دل و جگر میرا خوش
ہو گیا (یعنی) خدا نے فرمایا بدرستیکہ
علی ابن ابی طالب امیر ہیں مومنین کے
اور سردار ہیں افسروں کے اور مثلاً
قول آنحضرت کہ جبرئیل میرے
پاس نازل ہوئے اور کہنے لگے۔

ومثل هذا الكثير كله
وحي ليس بقرآن ولو كان
قرآنا لكان مقرونا
به وموصولا اليه
غير مفصول عنه
كما قال امير المومنين
لما جمعه فلما جاء به
فقال لهم هذا كتاب
الله ربكم كما انزل
على نبيكم لم يزد
فيه حرف ولم ينقص
منه حرف فقالوا لا حاجة
لنا فيه عندنا مثل الذي
عندك فانصرف وهو
يقول (پ۱ ع ۱۰) فَنَبَذُوْهُ
وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا
بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ
مَا يَشْتَرُوْنَ وقال الصادق
القرآن واحد نزل

اے محمد خدائے تبارک تعالیٰ نے بالائے
عرش فاطمہؑ کو علیؑ ابن ابی طالب کے
ساتھ تزویج کر دیا۔ اور اس پر اپنے
بہترین فرشتوں کو گواہ بنایا۔ اب آپ
بھی بالائے زمین ان کا نکاح کر دیجیے
اور اس نکاح پر اپنی امت کے نیکوکاروں
کو گواہ قرار دیجیے۔ اس قسم کی بکثرت
حدیثیں ہیں جو سب کی سب وحی کے
ذریعہ سے نازل ہوئی ہیں لیکن قرآن
نہیں ہیں اگر وہ قرآن ہوتیں تو قرآن میں
شامل اور اس سے ملی ہوئی ہوتیں اس
سے جدا نہ ہوتیں۔ چنانچہ جس وقت
حضرت امیرالمومنین علیہ السلام قرآن جمع
کر چکے لوگوں کے سامنے اس کو لائے
ان سے فرمایا یہ تمھارے پروردگار
خدا کی کتاب ویسی ہی ہے کہ جیسی تمھارے
نبی پر نازل ہوئی تھی۔ نہ اس میں کوئی
حرف زیادہ ہوا ہے اور نہ کوئی حرف
کم ہوا ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا

بالخیار و کلما کان فی القرآن یا ایها الذین امنوا فی التوراة یا ایها

یاجارة - کے طریقہ پر نازل ہوئی ہیں اور جہاں کہیں قرآن میں لفظ اَوْ (تخییر کے لیے) آیا ہے۔ تو اختیار ہے (کہ جس حکم پر

ؔ ایاک اعنی و اسمعی یا جارة عرب کی مثل ہے۔ سہل بن مالک قزاری اس کا موجد ہے اس نے ایک کنواری حسین عورت کے عشق میں مبتلا ہو کر اس سے نکاح کی خواہش ظاہر کرنے کے لیے چند شعر انشا کیے تھے۔ ان میں سے دو شعر اس کتاب میں درج کیے جاتے ہیں شعر:-

یا اخت خیر البدو و الحضارة - کیف ترین فی فتی قرارة ٭ اصبح یہوی حرة معطارة.

ایاک اعنی و اسمعی یا جارة ٭ یعنی اے بہن اس شخص کی جو بادیہ نشینوں اور شہریوں میں بہتر ہے تیری کیا رائے ہے اس جوان (سے نکاح کرنے) کی بابت جو قبیلہ بنی قرارہ سے ہے وہ ایسی عورت کا خواہشمند ہو گیا ہے جو آزاد اور معطر ہو۔ میری مراد تو وہی ہے لیکن اے پڑوسن تو سن لے۔ الغرض یہ مثل اس وقت بولی جاتی ہے کہ خطاب تو کسی ایک شخص سے کیا جائے مگر کسی اور کو سنانا مقصود ہو۔ اور اسی کی تنبیہ مدنظر ہو۔ اسی طرح قرآن کی بعض آیتوں میں خطاب تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ہے لیکن امت کی تنبیہ مقصود ہے وہ انھی کے لیے وہ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ مترجم

المساکین وما من ایۃ اولہا یا یہا الـذین امنوا الا وعلی ابن ابی طالب قائدہا وامیرہا وشریفہا واولہا وما من ایۃ تسوق الی الجنۃ الاوھی فی النبی والائمۃ علیہم السلام وفی اتباعہم واشیاعہم وما من ایۃ تسوق الی النار الاوھی فی اعدائھم

چاہیں عمل کریں) اور جہاں کہیں قرآن میں یا ایہا الذین امنوا آیا ہے توریت میں بجائے اس کے یا ایہا المساکین ارشاد ہوا ہے۔ اور جن جن آیتوں کے شروع میں یا ایہا الذین امنوا ہے تو ان ایمان والوں کے سردار اور امیر اور رئیس اور سب سے مقدم حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ اور جو آیتیں جنت تک (سلسلہ) پہنچاتی ہیں وہ جناب رسول خداؐ اور ائمہ علیہم السلام کے اور ان کے تابعین اور شیعوں کی شان میں ہیں اور جو آیتیں دوزخ تک (سلسلہ) پہنچاتی ہیں، وہ

لہ مثلاً قسم شرعی توڑنے کے کفارہ میں خدائے عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے وکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم وکسوتھم او تحریر رقبۃ۔ یعنی کفارہ اس (قسم شرعی توڑنے کا) دس مسکینوں کو اس چیز میں سے کھلانا ہے جو تم اپنے متعلقین کو اکثر کھلاتے ہو۔ یا انھیں کپڑا پہنانا یا ایک بندہ آزاد کرنا ہے۔ اس آیت سے قسم توڑنے کے تین کفارے معلوم ہوئے ہیں۔ ان میں سے جس کفارہ کو قسم توڑنے والا کر دیگا کفارہ پورا ہو جائیگا۔ اور اسے اختیار ہے کہ ان تینوں حکموں میں سے جس پر چاہے عمل کرے۔ مترجم

والمخالفين لهم وان كانت الآيات في ذكر الاولين فما كان فيها من خير فهو جار في اهل الخير وما كان فيها من شر فهو جار في اهل الشر وليس في الانبياء خير من النبي محمد صلى الله عليه واله ولا في اصفياء افضل من اوصيائه ولا في الامم افضل من هذه الامة هم شيعة اهل بيته في الحقيقة دون غيرهم ولا في الاشرار شر من اعدائهم والمخالفين لهم من الناس ۔

ان بزرگوں کے دشمنوں اور مخالفوں کے لیے ہیں ۔ اور جن آیتوں میں متقدمین کا ذکر ہے پس اگر ان میں نیکی کا ذکر ہے تو وہ تمام نیکیوں کی شان میں سمجھی جائیں گی ۔ اور اگر برائی کا ذکر ہے تو وہ تمام بدوں کے بارے میں جاری ہوں گی ۔ اور سارے نبیوں میں کوئی نبی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے افضل نہیں اور نہ امتوں میں اس امت سے کوئی امت بہتر ہے ۔ یہ امت درحقیقت وہ لوگ ہیں جو اہل بیتؑ رسولؐ کی پیروی کرتے ہیں ۔ ان کا غیر امت میں نہیں ہے ۔ اور سارے شریروں میں اہل بیت رسول کے دشمنوں سے بڑھ کر کوئی شریر نہیں اور تمام آدمیوں میں آنحضرتؐ کے مخالفوں سے بدتر کوئی نہیں ۔

(باب الاعتقاد فی الانبیاء والرسل والملائکة والحجج)

قال الشیخ ابو جعفر رہ اعتقادنا فی الانبیاء والرسل والحجج انہم افضل من الملائکة لان اللہ عز و جل لما قال لہم اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ والمتمنی فیہا ہی منزلة آدم ولم یتمنوا الا منزلة فوق منزلتہم والعلم الموجب الفضیلة کما

نبیوں رسولوں فرشتوں اور حجتوں کے متعلق اعتقاد

شیخ ابو جعفر رہ نے فرمایا۔ ہمارا عقیدہ انبیاء اور مرسلین اور ائمہ اثنا عشر کے بارے میں یہ ہے کہ یہ سب بزرگوار فرشتوں سے افضل ہیں کیونکہ خدائے عز و جل نے جبکہ فرشتوں سے فرمایا کہ زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں فرشتوں نے عرض کیا۔ آیا تو زمین میں ایسے شخص کو مقرر فرمائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا۔ اور خون ریزی کرے گا۔ درآنحالیکہ ہم تیری حمد کی تسبیح پڑھتے ہیں اور تقدیس کرتے ہیں۔ خدا نے جواب دیا میں جانتا ہوں وہ باتیں جن سے تم آگاہ نہیں الغرض فرشتوں نے جس مرتبہ کی تمنا کی تھی وہ حضرت آدمؑ کی منزلت تھی اور انھوں نے جس مرتبہ کی تمنا کی تھی وہ ان کے رتبہ سے بڑھا ہوا تھا لہٰذا حضرت

قال اللہ تعالیٰ وَعَلَّمَ اٰدَمَ
الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ
عَلَى الْمَلٰۗىِٕكَةِ فَقَالَ
اَنْۢبِــُٔـوْنِيْ بِاَسْمَاۗءِ هٰٓؤُلَاۗءِ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ؕ
قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ
لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ
اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ؕ
قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ
بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَھُمْ
بِاَسْمَاۗىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ
اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ
غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَ
اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا
كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ؕ
فھذا الکلمہ یوجب
تفضیل آدم علی الملائکۃ
وھو نبی لھم لسقول
[illegible] انبئھم

آدمؑ کا رتبہ فرشتوں سے افضل ہوا) اور
علم موجب فضیلت ہوتا ہے (اور
حضرت آدمؑ کو علم حاصل تھا) جیسا کہ
خدا فرماتا ہے۔ اور اللہ نے آدمؑ کو
سارے نام سکھلائے اور خدا نے نام والوں
کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا
اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو ان
کے نام مجھے بتا دو۔ ملائکہ نے عرض
کیا۔ پاک ہے تو ہم کو اتنا ہی علم ہے
جتنا تو نے ہم کو تعلیم کیا ہے۔ بیشک تو
صاحب علم و حکمت ہے۔ خدا نے
فرمایا اے آدم تم ان کو ان سب کے نام
بتا دو۔ پس جب آدمؑ نے ان کو ان
لوگوں کے نام بتا دیے اس وقت اللہ
نے فرمایا۔ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا
کہ میں آسمانوں اور زمینوں کی غیب کو بھی
جانتا ہوں۔ اور اس کو بھی جو تم ظاہر کرتے
ہو اور جسے تم چھپاتے ہو۔ الغرض اس
[illegible]ے بیان سے ملائکہ پر حضرت آدمؑ

بِاَسْمَآئِهِمْ وما يثبت
لتفضيل آدم على الملائكة
امر الله الملائكة بالسجود
لآدم لقوله تعالى
(پ۱۴ ع۳) فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ
كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ولم
يامر الله عزّ وجلّ
بالسجود الا لمن هو
افضل وكان سجودهم
لله عبودية وطاعة
ولآدم اكراما لما
اودع الله في صلبه
من النبي والائمة
وقال النبي انا افضل
من جبرئيل وميكائيل و

کی تفضیلت ثابت ہوتی ہے اور وہ جناب
فرشتوں کیلئے بھی نبی تھے دلیل اس کی
قول خدا اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ الخ ہے
اور جن باتوں سے فرشتوں پر حضرت
آدمؑ کی تفضیلت ثابت ہوتی ہے یہ
بھی ہے کہ خدا نے فرشتوں کو آدمؑ کے
سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ جیسا کہ
قول خدا ہے یعنی اے فرشتو آدمؑ
کو سجدہ کرو۔ پس ان سب نے سجدہ کیا اور
خدا نے فرشتوں کو سجدہ کا حکم نہیں دیا
تھا مگر اس لیے کہ وہ جناب بہ نسبت
تمام فرشتوں کے افضل تھے۔ اور
فرشتوں کا یہ سجدہ خدا کے لیے بندگی
اور اطاعت پر مبنی تھا۔ اور آدم علیہ السلام
کے لیے تعظیم و اکرام کا سبب تھا کیونکہ

---

[۱] فرقۂ معتزلہ اس آیت سے دلیل لاتا ہے کہ فرشتے انبیاء سے افضل ہیں۔
کیونکہ اس آیت میں خدا نے اول حضرت عیسیٰ سے استنکاف کی نفی فرمائی پھر ملائکہ
مقربین سے مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ نہ عیسیٰ بندۂ خدا ہونے کے منکر ہیں اور نہ فرشتے
انکاری ہیں اور محاورہ ہے کہ جب بڑے کام کی چند شخصوں سے نفی کی جاتی ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

اسرافیل و من جمیع الملائکة
المقربین وانا خیر البریة
وسید ولد آدم واما قوله
لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ
اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ
لَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ
فلیس ذلک بموجب

خدا نے صلبِ آدم میں حضرت رسولِ خدا
اور ائمہ ہدیٰ کا نور ودیعت کر رکھا تھا
اور جناب رسولِ خدا نے فرمایا۔ میں جبرئیل
میکائیل و اسرافیل سے اور تمام ملائکہ
مقربین سے افضل ہوں۔ اور میں ساری
خلقت سے بہتر ہوں اولادِ آدم کا سردار
ہوں لیکن قولِ خدا لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ یعنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تو اول کم درجہ لوگوں کا ذکر کیا جاتا ہے پھر بلند مرتبہ اشخاص کا نام لیا جاتا ہے مثلاً کہا جائے یہ کام نہ لشکریوں نے کیا ہے اور نہ وزیروں نے اور نہ بادشاہوں نے۔ بادشاہ کا نام سب سے بعد لیا جاتا ہے کیونکہ وہ سب سے افضل ہے۔ معتزلہ کے اس قول کا جواب آئیے صدوق علیہ الرحمہ نے متن میں دیا ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس محاورہ سے ملائکہ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ اس کے مقابلے میں دوسرا محاورہ موجود ہے۔ کہ جب کسی بڑے کام کی نفی کی جاتی ہے تو اول ذی رتبہ اشخاص مذکور ہوتے ہیں پھر عوام الناس کا نام لیا جاتا ہے مثلاً مشہور ہے کہ یہ کام نہ بادشاہ نے کیا اور نہ وزیر نے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ مترجم۔

سلہ یہ حدیث مبارک دلیل ہے اس بات پر کہ حضور ختمی مرتبت تمام مخلوقات الٰہی سے افضل ہیں۔ عالم میں کوئی بلحاظ مرتبہ خداداد آپ کا ہم پلّہ اور مساوی نہیں ہے اور اس عقیدہ کو مجلسی علیہ الرحمۃ نے الحق الیقین میں ضروری اسلام لکھا ہے جس کا منکر کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ اس مسئلہ کی توضیح اور تفصیل میرے رسالہ نجم الاعتقاد میں ہے۔ مترجم بدایونی

لتفضیلہم علی عیسیٰ
وقال اللہ ذلک لان
الناس منہم من کان
یعتقد ان الربوبیۃ
لعیسیٰ ویتعبد لہ
وہم صنف من النصاریٰ
ومنہم من عبد الملائکۃ
وہم الصابئون و
غیرہم وقال اللہ
عزوجل لن یستنکف
المسیح ان یکون
عبداً للہ ای لن
یستنکف المسیح و
المعبودون دونی
ان یکونوا عباداً لی
والملائکۃ روحانیون
معصومون لا یعصون
اللہ ما امرہم ویفعلون
ما یؤمرون - لا یاکلون

مسیحؑ بن مریم اور ملائکہ مقربین خدا کا بندہ
ہونے سے انکار نہیں کرتے۔ اس سے
فرشتوں کی فضیلت حضرت عیسیٰؑ پر ثابت
نہیں ہوتی ہے۔ یہ قول خدا نے اس لیے
فرمایا ہے کہ آدمیوں میں سے بعضے وہ ہیں
جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ انکے
پروردگار ہیں اور وہ لوگ انھی کی عبادت
کرتے ہیں یہ فرقہ نصاریٰ میں سے ایک
گروہ ہے۔ اور بعضے وہ ہیں جو فرشتوں
کو پوجتے ہیں اور وہ صابئین وغیرہ ہیں
الحاصل خدا نے اپنے قول لن یستنکف الخ
سے یہ جتلا دیا کہ مسیح اور وہ
سوا معبود سمجھے جاتے ہیں
بندہ ہونے کا اقرار نہیں
آیت کو فرشتوں کی افض
لگاؤ نہیں ہے) اور
سارے فرشتے روحانی ہیں (مادی نہیں
ہیں) گناہوں سے معصوم ہیں۔ خدا نے
جن باتوں کا ان کو حکم دیا ہے ان میں

ولا يشربون ولا يألمون
ولا يسقمون ولا يشيبون
ولا يهرمون طعامهم
وشرابهم التسبيح و
التقديس وعيشهم
من نسيم العرش وتلذذهم
بانواع العلوم وخلقهم
الله تعالى بقدرته
انوارا وارواحا كما شاء
واراد - وكل صنف
منهم يحفظ نوعا مما
خلق -

وقلنا بتفضيل من
فضلناه عليهم لان الحالة
التى يصيرون اليها من
انواع ما خلق الله اعظم
وافضل من حال الملائكة
والله اعلم -

وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور وہ کام
کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے
نہ وہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں نہ وہ
دکھ پاتے ہیں اور نہ بیمار پڑتے ہیں نہ
بوڑھے ہوتے ہیں اور نہ کمزور پڑتے ہیں
کھانا اور پینا ان کا خدا کی تسبیح اور
تقدیس ہے اور زندگی ان کی عرش کی
ہوا سے ہے۔ طرح طرح کے علوم
سے ان کو لذت ملتی ہے۔ خدا نے
ان کو اپنی قدرت سے انوار اور ارواح
پیدا کیا ہے جیسا اس نے چاہا اور
جیسا اس نے قصد کیا۔ (ویسا ان کو
بنایا) اور ان میں سے ہر ایک گروہ
باقی مخلوقات میں سے ایک نوع کی
حفاظت کرتا ہے۔

اور ہم نے جن حضرات کو فرشتوں
پر فضیلت دی ہے اس کا سبب وہ
حالت ہے یعنی وہ چیزیں ہیں جو انواع
مخلوقات میں سے ان کو حاصل ہوتی

ہیں جو افضل ہیں ان چیزوں سے جو فرشتوں کو درگاہ خدا سے عطا ہوئی ہیں واللہ اعلم۔

باب الاعتقاد فی عدد الانبیاء والاوصیاء

نبیوں اور وصیوں کے عدد کے متعلق عقیدہ

قال الشیخ ابو جعفر رہ اعتقادنا فی عددھم انھم مائۃ الف واربعۃ وعشرون الف نبی و مائۃ الف واربعۃ و عشرون وصی ولکل نبی وصی اوصی الیہ بامر اللہ تعالیٰ ونعتقد فیھم انھم جاؤا بالحق من عند الحق وان قولھم قول اللہ و امرھم امر اللہ و

شیخ ابو جعفر نے فرمایا۔ عدد انبیاء کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ سب ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی[1] تھے۔ اور ایک لاکھ چوبیس ہزار وصی تھے۔ اور ہر نبی کے لیے ایک وصی تھا۔ کہ جس کو نبی نے بحکم خدا وصی بنایا تھا۔ اور یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ سارے انبیاء خدائے برحق کے احکام لے کر آئے اور ان کا قول خدا کا قول ہے' ان کا حکم خدا کا حکم ہے۔ ان کی طاعت خدا کی فرمانبرداری ہے اور ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے اور انھوں نے کبھی کوئی حکم نہیں دیا

[1] نبی وہ بشر ہے جسکو خدائے عز و جل نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے مقرر کر کے وحی یا الہام کے ذریعہ سے اسکو احکام تعلیم کیے ہوں اور اسکے مقرر کرنے میں کوئی آدمی واسطہ نہ ہو۔ مترجم

طاعتهم طاعة الله و معصيتهم معصية الله وانهم لم ينطقوا الا عن الله وعن وحيه وان سادات الانبياء خمسة الذين دارت عليهم الرحى وهم اصحاب الشرائع وهم اولوا العزم نوح و ابراهيم وموسى و عيسى ومحمد عليهم السلام وان محمداً صلى الله عليه واله سيدهم و افضلهم وانه جاء بالحق وصدق المرسلين وان

مگر خدا کی طرف سے اور اس کی وحی کے ذریعہ سے اور تمام نبیوں کے سردار وہ پانچ ہیں جو سب کے دار و مدار ہیں وہی صاحبان شریعت اور وہی اولوالعزم[1] ہیں اور وہ حضرت نوحؑ اور جناب ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور جناب محمد مصطفےٰ علیہم السلام ہیں اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ ان سب کے سردار اور ان سب سے افضل ہیں اور وہ جناب حق لے کر آئے اور رسولوں[2] نے جو کچھ فرمایا، وہ سچ فرمایا۔ اور جن لوگوں نے آنجناب کو جھٹلایا وہ دردناک عذاب کا مزا چکھیں گے اور جو لوگ آنحضرتؐ پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم و نصرت کی اور اس نور کے

---

[1] اولوالعزم وہ پانچ رسول ہیں جن سے خدائے عالم نے زمین عہد و پیمان لیا تھا۔ مترجم

[2] رسول وہ انسان ہے جس کے پاس وحی یا فرشتہ کے ذریعہ سے خدا نے قانونی کتاب نازل کی ہو۔ اور اس کو نئی شریعت جاری کرنے کا یا پچھلی شریعت منسوخ کرنے کا حکم دیا ہو۔ [illegible]

22.05.2013 12:16

الذین کذبوہ لذائقوا
العذاب الالیم وان
الذین امنوا بہ و
عزروہ ونصروہ واتبعوا
النور الذی انزل
معہ اولئک ھم
المفلحون الفائزون
ویجب ان یعتقد ان
اللہ عزوجل لم یخلق
خلقاً افضل من محمد
والائمۃ علیہم السلام
وانھم احب الخلق
الی اللہ واکرمھم
واولھم اقراراً بہ
لما اخذ اللہ میثاق
النبیین واشھدھم
علی انفسھم الست
بربکم قالوا بلی
وان اللہ عزوجل

مطیع رہے جو آنحضرت کے ہمراہ تھا۔ وہی
کامیاب ہونے والے مراد کو پہنچنے والے
ہیں۔ اور یہ بھی عقیدہ واجب ہے کہ
خدائے عز و جل نے جناب محمد مصطفیٰ
اور ائمہ علیہم السلام سے کسی کو افضل
پیدا نہیں کیا۔ اور یہ حضرات خدا کے
نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ محبوب
اور بزرگ ہیں اور سب سے پہلے انھیں
حضرات نے خدا کا اقرار کیا جبکہ (عالم
ذر میں) خدا نے تمام نبیوں سے عہد و
پیمان لیا تھا اور ان حضرات کو انبیاء
کا گواہ بنا کر یہ فرمایا تھا، کیا میں تمھارا
پروردگار نہیں ہوں؟ تو سب سے پہلے
انھی حضرات نے جواب دیا اور خدائے
عز و جل نے عالم ذر میں سارے نبیوں
پر حضرت محمد مصطفیٰ کو مبعوث فرمایا
تھا۔ اور خدا نے ان جناب کو وہ چیزیں
عطا فرمائی تھیں جو دیگر انبیاء کو بقدر ان
کی معرفت کے عنایت کی تھیں۔ اور

بعث نبيه محمداً
الى الانبياء فى الذر وان
الله عز وجل اعطاه
ما اعطى كل نبى على
قدر معرفته ومعرفة
نبينا محمد صلى الله
عليه واله كانت
اكبر واعظم وسبقت
الى الاقرار به۔
ونعتقد ان الله تعالىٰ
خلق جميع الخلق له
ولاهل بيته وانهم
لولاهم لما خلق الله
سبحانه السماء والارض
ولا الجنة والنار ولا ادم
وحواء ولا الملائكة
ولا شيئاً مما خلق - و
نعتقد ان حجج الله على
خلقه بعد نبيه

ہمارے رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ و آلہ کی معرفت سب سے بڑھی
ہوئی اور زیادہ تھی اور سب سے پہلے جناب
نے خدا کا اقرار کیا تھا۔ اور یہ بھی ہم عقیدہ
رکھتے ہیں کہ خدا نے ساری خلقت کو حضور
سرورِ عالمؐ اور اہل بیتؑ آنحضرتؐ
کے طفیل میں پیدا کیا ہے اور اگر یہ
حضرات مخلوق نہ ہوتے تو خدائے
عزّ وجلّ نہ آسمان کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو
نہ جنت بنائی جاتی اور نہ دوزخ، نہ
آدمؑ پیدا ہوتے اور نہ حوا اور نہ فرشتے
ہوتے، بلکہ مخلوقات میں سے کوئی چیز
نہ ہوتی۔ اور ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ جناب
رسول خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی
اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد مخلوقات
پر حجت خدا حضرات ائمہ اثنا عشر ہیں
ان سب سے اول حضرت امیر المومنین
علیہ السلام پھر حضرت امام حسنؑ پھر حضرت
امام حسینؑ پھر امام زین العابدینؑ پھر

محمد صلی اللہ علیہ والہ ائمۃ
الاثنا عشر اولھم امیر المومنین
علی بن ابی طالب ثم الحسن و
ثم الحسین ثم علی بن الحسین
ثم محمد بن علی ثم جعفر بن
محمد ثم موسیٰ بن جعفر ثم
علی بن موسیٰ ثم محمد بن علی
ثم علی بن محمد ثم الحسن بن
علی ثم محمد بن الحسن الحجۃ
القائم بامر اللہ صاحب الزمان
وخلیفۃ الرحمان فی ارضہ
الحاضر فی الامصار الغائب
عن الابصار صلوۃ اللہ
علیھم اجمعین۔

واعتقادنا فیھم انھم
اولو الامر الذین امر اللہ
بطاعتھم وانھم شھداء علی
الناس وانھم ابواب اللہ و
السبیل الیہ والادلاء

امام محمد باقرؑ پھر امام جعفر صادقؑ پھر امام
موسیٰ کاظمؑ پھر امام علی الرضاؑ پھر امام
محمد تقیؑ پھر امام علی نقیؑ پھر امام حسن عسکریؑ
پھر حضرت حجت علیہم السلام خلیفہ ہیں
(بارھویں امام) حکم خدا کو قائم کرنے
والے امام زمانہ زمین پر خلیفۃ اللہ شہروں
میں موجود نظروں سے غائب ہیں۔
خدا کی رحمت اور درود ان حضرات
پر نازل ہو۔

ان بزرگواروں کے بارے میں
ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ حضرات صاحبان
امر تھے۔ جن کی اطاعت کا خدا
نے حکم دیا ہے۔ اور یہ حضرات
تمام آدمیوں کے گواہ اور علم الٰہی
کے ابواب اور اس کی طرف پہنچنے
کے لیے راہ اور دلیل ہیں۔ اور
اس کے علم کے مخزن ہیں۔ اور
اس کی وحی کے ترجمان اور
کمان ہیں۔ وہ سب کے سب

علیهم وانهم مهبط علمه وتراجمة وحیه واركان وحیه وانهم معصومون من الخطاء والزلل وانهم الذین اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا وان لهم المعجزات والدلائل وانهم امان لاهل الارض كما ان نجوم السماء امان لاهل السماء ومثلهم فی هذه الامة كسفینة نوح من ركبها نجی وكباب حطة وانهم عباد الله المكرمون الذین لا یسبقونه بالقول وهم بامره یعملون ونعتقد فیهم ان حبهم ایمان وبغضهم

خطاؤں اور لغزشوں سے معصوم ہیں اور یہ وہی حضرات ہیں جن سے خدا نے پلیدی کو دور رکھا۔ اور جتنا چاہیے تھا اتنے درجہ کا ان کو پاکیزہ بنایا۔ ان کے پاس معجزے اور دلیلیں تھیں اور یہ حضرات تمام اہل زمین کے واسطے امان ہیں۔ جس طرح کہ ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں اور ان بزرگواروں کی مثال اس امت میں کشتیٔ نوحؑ کے مانند ہے۔ جو اس پہ سوار ہوا اس نے نجات پائی۔ یا یہ حضرات باب حطہ[1] کے مانند ہیں اور یہ سب خدا کے بزرگ بندے ہیں جو کسی بات میں اس پر سبقت نہیں لے گئے اور اسی کے حکم کے مطابق عمل کرتے رہے اور ہم ان حضرات کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے

---

[1] باب حطہ وہ دروازہ تھا جس کے متعلق بنی اسرائیل کو حکم الٰہی ہوا تھا کہ تم سب اس دروازہ میں داخل ہو [illegible] گناہ بخش [illegible] دیے جائیں گے۔ مترجم بدایونی۔

كفر وان امرهم امر الله ونهيهم
نهي الله وطاعتهم طاعة الله
ومعصيتهم معصية الله
ووليهم ولي الله وعدوهم
عدو الله.

ونعتقد ان الارض لا
تخلو من حجة الله على
خلقه اما ظاهرا
مشهورا واما خائفا مغمورا
ونعتقد ان حجة الله في
ارضه وخليفته في عباده في
زماننا هذا هو القائم المنتظر
محمد بن الحسن بن علي
بن محمد بن علي
بن موسى ابن جعفر بن
محمد بن علي بن
الحسين بن علي بن
ابي طالب عليهم
السلام.

ہیں کہ ان کی محبت ایمان ہے اور عداوت
ان سے کفر ہے۔ ان کا حکم خدا کا
فرمان ہے۔ ان کی ممانعت خدا کی
ممانعت ہے۔ ان کی پیروی خدا کی
اطاعت ہے۔ ان کی نافرمانی
خدا کی معصیت ہے۔ انکا دوست
خدا کا ولی ہے اور ان کا دشمن خدا
کا دشمن ہے۔

اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ
زمین خالی نہیں رہ سکتی۔ ایسے شخص سے
جو بندگان خدا پر اس کی حجت
ہو۔ خواہ وہ ظاہر و مشہور ہو یا مخفی
اور پوشیدہ ہو۔

اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ زمین
پر خدا کی حجت اور بندوں پر اس
کا خلیفہ اس زمانہ میں حضرت قائم
منتظر محمد بن الحسن بن علی بن محمد بن
علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن
الحسین بن علی بن ابیطالب علیہم السلام ہیں۔

وانه هوالذی اخبر به
النبی عن الله باسمه ونسبه
وانه هوالذی یملاء الارض
قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلما
وجوراً وانه هوالذی یظهر الله
به دینه لیظهره علی
الدین کله ولوکره المشرکون
وانه هوالذی یفتح
الله علی یدیه مشارق
الارض ومغاربها حتی
لایبقی فی الارض مکاناً
الانودی فیها بالاذان
ویکون الدین کله لله
وانه هوالمهدی اخبر به
النبی وانه الذی اذا
خرج نزل عیسی ابن
مریم یصلی خلفه و
یکون المصلی اذا
صلی خلفه [illegible] کان

اور یہ وہی جناب ہیں جن کے نام و
نسب کی حضور نبی نے خبر دی تھی۔
اور آپ ہی زمین کو عدل و داد سے
اس طرح بھر دیں گے کہ جس طرح
وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔
اور آپ ہی کے ذریعہ سے اللہ
اپنے دین کو ظاہر کر کے تمام دینوں
پر اس کو غالب کر دے گا۔ اگرچہ
مشرکین اس سے کراہت کریں گے
اور اللہ آنحضرت کے ہاتھوں پر زمین
کو مشرق سے مغرب تک فتح کر
دے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر کوئی
جگہ باقی نہ رہے گی۔ مگر یہ کہ اس جگہ
سے آوازہ اذان آئے گی اور ساری
دنیا میں بس خدا ہی کا دین ہوگا۔
اور یہ جناب وہی مہدی ہیں جن
کی خبر رسول اللہ نے دی ہے۔ اور
جبکہ یہ جناب ظاہر ہوں گے تو اس
[illegible] حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہونگے

مصلیًا خلف رسول اللہ
لانہ خلیفتہ .
ونعتقد انہ لا یجوز
ان یکون القائم غیرہ
بقی فی غیبۃ ما بقی
ولو بقی غیبۃ عمر الدنیا
لم یکن القائم غیرہ
لان النبی عم الدنیا
لم یکن والقائم غیرہ
لان النبی والائمۃ
دلوا علیہ باسمہ و
نسبہ وبہ نصوا وبہ
بشروا صلوات اللہ
علیھم اجمعین وقد
اخرجت ھذا الفصل
فی کتاب الھدایۃ

اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور
آنحضرت کے پیچھے نماز پڑھنے والا
ایسا ہو گا کہ اس نے رسول اللہؐ کے
پیچھے نماز پڑھی ہو۔ کیونکہ وہ حضرت
جناب رسول خدا کے خلیفہ ہیں اور
ہم یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان جناب
کے سوا کوئی شخص قائم نہیں ہو سکتا
اگرچہ وہ جناب طولانی مدت تک
غائب رہیں اور اگر وہ حضرت آخر دنیا
تک غائب رہیں تب بھی اور کوئی شخص
قائم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جناب رسول
خدا اور ائمہ اہل بیت نے ان حضرت
کے نام و نسب کو بتلا دیا ہے۔ اور
خلافت آنحضرت پر نص فرمائی ہے
اور ان کے ظہور کی بشارت دی ہے
خدا کا درود ان سب پر نازل ہو۔ میں
نے اس فصل کو کتاب الہدایہ میں
درج کیا ہے۔

باب الاعتقاد فی العصمة

قال الشیخ ابو جعفر اعتقادنا فی الانبیاء و الاوصیاء والملائکة انهم معصومون مطهرون من کل دنس وانهم لا یذنبون ذنبا لا صغیرة ولا کبیرة ولا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون ومن نفی عنهم العصمة فی شیئ من احوالهم فقد جهلهم ومن جهلهم فهو کافر واعتقادنا فیهم انهم معصومون موصوفون بالکمال والتمام والعلم من اوائل امورهم واواخرها لا یوصفون فی شیئ من

عصمت کے متعلق عقیدہ

شیخ ابو جعفر نے فرمایا۔ ہمارا اعتقاد نبیوں اور وصیوں اور فرشتوں کے بارے میں یہ ہے کہ یہ سب معصوم ہیں۔ ہر قسم کی نجاست سے پاک ہیں انھوں نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا۔ نہ صغیرہ کے یہ حضرات مرتکب ہوئے اور نہ کبیرہ ان سے سرزد ہوا۔ یہ حضرات حکم الٰہی کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے موافق اس کے عمل کرتے ہیں اور جو شخص ان کی عصمت کا کسی حال میں کچھ بھی انکار کرے تو وہ ان سب کے رتبہ سے جاہل ہے اور جو شخص ان سے جاہل ہو وہ کافر ہے

اور ہمارا عقیدہ ان حضرات کے بارے میں یہ ہے کہ یہ سب معصوم ابتدا سے آخر تک کمال اور تمامیت صفات اور علم سے موصوف ہیں۔

احوالھم منقص ولا عصیان ولا جھل ۔

کسی حال میں یہ حضرات کچھ بھی نقصان اور جہالت سے متصف نہیں ہو سکتے ۔

باب الاعتقاد فی نفی الغلو و التفویض

غلو اور تفویض کی نفی کے متعلق عقیدہ

قال الشیخ ابو جعفر اعتقادنا فی الغلاۃ والمفوضۃ انھم کفار باللہ جل اسمہ وانھم شر من الیھود

شیخ ابو جعفر نے فرمایا۔ غالیوں[۱] اور مفوضہ[۲] کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ لوگ خدائے جل اسمہ کے منکر ہیں اور یہ لوگ بدتر ہیں یہود[۳] اور نصاریٰ[۴] اور مجوس[۵] اور

---

[۱] غالی وہ لوگ ہیں جو حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو خدا جانتے ہیں یا نبی ظاہری یا باطنی سمجھتے ہیں ۔ مترجم ۔

[۲] فرقۂ مفوضہ کا مذہب یہ ہے کہ خدا نے صرف جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وحضرت علی بن ابیطالب علیہ السلام کو پیدا کیا ۔ پھر وہ بیکار ہو گیا اور اس نے تمام دنیا کا انتظام انہی دونوں بزرگوں کے سپرد کر دیا ہے انہی دونوں بزرگواروں نے سارے عالم کو پیدا کیا ہے اور یہی دونوں مار ڈالتے ہیں اور یہی دونوں رزق دیتے ہیں خدا کو کچھ بھی غرض و مطلب نہیں ہے ۔ [۳] یہود وہ فرقہ ہے جو حضرت عزیر نبی کو خدا کا بیٹا جانتا ہے اور حضرت موسیٰ کی شریعت کو قیامت تک کے لیے واجب العمل سمجھتا ہے ۔

[۴] نصاریٰ وہ لوگ ہیں جو حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں ۔

[۵] مجوس وہ گروہ ہے جن پر صاحب کتاب ہونے کا شبہ ہے ۔ آتش پرستی ان کا مذہب ہے ۔

والنصارى والمجوس واهل البدع والاهواء المضلة وانه ما صغر الله جل جلاله تصغيرهم لشيء كما قال عز شانه (پ۳ ع۱۶) مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ

قدریہ[1] سے اور خوارج[2] سے (بلکہ) اور تمام اہل بدعت سے اور گمراہ کرنے والے فرقوں سے اور ان لوگوں کی برابر کسی فرقہ نے خدا کی تحقیر نہیں کی۔ حالانکہ خدا ان کی رد میں فرماتا ہے۔ کسی بشر کو جس کو کتاب اور حکومت اور نبوت خدا نے دی ہو مجال نہیں ہے کہ وہ آدمیوں سے یوں کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ لیکن وہ تو یہ کہہ سکتا ہے کہ تم خدا والے بنو۔ جس طرح کہ تم کتاب پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔ اور وہ یہ بھی حکم نہیں دیتا ہے کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو اپنا خدا بنا لو۔ وہ تم کو تمہارے

---

[1] قدریہ وہ لوگ ہیں جو اچھے اور بُرے کاموں کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اسی گروہ کا نام مجبرہ اور اشاعرہ بھی ہے۔ آج کل اہل سنت میں سب سے بڑا یہی گروہ ہے۔

[2] فرقۂ خوارج وہ گروہ ہے جو امام برحق سے لڑا اور اس کی خون ریزی جائز سمجھتا ہے۔ اس فرقہ کو حروریہ بھی کہتے ہیں۔

مترجم بدایونی

تَدْرُسُوْنَ وَلَا يَاْمُرَكُمْ
اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ
وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْ
مُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ
اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ
وقال عزوجل لَا تَغْلُوْا فِيْ
دِيْنِكُمْ۔ واعتقادنا فی النبی
انه سم فی غزوۃ خیبر
فما زالت هٰذه الاکلة
تعاوده حتی قطعت ابهره۔
فمات منها۔ وامیر المومنین
علیه السلام قتله عبدالرحمٰن
بن ملجم المرادی لعنه اللّٰه

مسلمان ہو جانے کے بعد کفر کا حکم نہ دیگا۔[۱]
نیز خدا نے فرمایا کہ تم لوگ مذہب کی
باتوں میں غلو نہ کرو۔ یعنی مذہب کی حد
سے نہ گزرو۔

اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور سرور
عالم کو جنگ خیبر میں زہر دیا گیا۔ وہ زہر
برابر عود کرتا رہا۔ یہاں تک کہ (سنہ ۱۱ھ
۲۸ رصفر کو) اس زہر سے حضرت کے
قلب اطہر کی رگیں کٹ گئیں جس سے
ان جناب نے وفات پائی اور حضرت امیر
مومناں کو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی لعین نے
(۱۹ ر ماہ رمضان سنہ ۴۰ھ کی شب میں ضربت
لگائی (۲۱ رکو وہ جناب شہید ہوئے)

---

[۱] تفسیر مجمع البیان میں ہے جبکہ ابو رافع یہودی اور قریش اور نصاریٰ نجران کے سرداروں نے کہا اے محمد تم یہ چاہتے ہو کہ ہم لوگ تم کو اپنا خدا سمجھیں اور تمہاری عبادت کریں حضرت نے جواب دیا معاذ اللّٰہ ہرگز میرا یہ خیال نہیں ہے میں خدائے واحد کے سوا اور کسی کی عبادت کا حکم نہیں دیتا ہوں اس وقت خدا نے آیتیں ما کان لبشر نازل فرمائیں۔

[۲] اس آیت سے صاف ظاہر ہو گیا رسول اللّٰہ تو یہ فرمائیں کہ تم لوگ خدا کے سوا کسی کو اپنا خدا نہ سمجھو اور مفوضہ ملاعنہ ان جناب کو خدا جانیں کیسا برا یہ مذہب ہے خدا ان سے محفوظ رکھے۔ مترجم

ودفن في الغري) والحسن
بن علي عليهما السلام
سمته امرأته جعدة بنت
الاشعث الكندي لعنهما الله
والحسين بن علي قتل بكربلا
قتله سنان بن انس النخعي
لعنه الله وعلي بن الحسينؑ
عبد الملكؒ لعنهما الله
فقتل ودفن بالبقيع ومحمد
الباقر بن علي سمه ابراهيم
بن الوليد لعنهما الله و
جعفر الصادق سمه ابوجعفر
المنصور الدوانقي لعنه
الله فقتله وموسى بن
جعفر سمه هارون الرشيد
لعنه الله وعلي الرضا
بن موسى قتل المامون

مقام نجف میں دفن کیے گئے اور حضرت
امام حسن علیہ السلام کو ان جناب کی زوجہ
جعدہ ملعونہ بنت اشعث کندی ملعون
نے (باغوائے معاویہ) زہر سے (۲۸ صفر
۵۰ھ کو) شہید کیا۔ اور جناب امام
حسین علیہ السلام کو سنان[1] بن انس لعین
نے کربلا میں شہید کیا اور حضرت امام
زین العابدین علیہ السلام کو ولید بن عبدالملک
نے (۱۸ محرم ۹۵ھ کو) زہر سے
شہید کیا۔ جنت البقیع میں وہ جناب
اپنے عم بزرگوار امام حسنؑ کے پہلو میں دفن
کیے گئے اور امام محمد باقر علیہ السلام کو ابراہیم
بن ولید نے (۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ کو)
زہر سے شہید کیا۔ اور امام جعفر صادق علیہ
السلام کو منصور دوانقی نے (۱۵
رجب ۱۴۸ھ میں) زہر سے شہید کیا۔
خدا دشمنان اہل بیتؑ پر لعنت کرے۔ اور

---

[1] لیکن اکثر روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شمر ولد الزنا نے امام مظلوم کو خنجر سے شہید کیا۔ اور ارشاد المفید
[illegible] کے [illegible] سے شہید ہوئے اور سر اقدس ان جناب کا
شمر ولد الزنا نے جدا کیا۔ مترجم۔

بالسم وابو جعفر محمد بن
علی قتله المعتصم لعنه
الله بالسم وعلی بن محمد
قتله المتوکل لعنه الله
بالسم والحسن بن علی العسکری
قتله المعتمد لعنه الله
بالسم واعتقادنا ان
ذلک جری علیهم
بالحقیقة وانه ما شبه
للناس امرهم کما یزعمه
من یتجاوز الحد فیهم
من الناس بل شاهدوا
قتلهم علی الحقیقة والصحة
لا علی الحسبان والحیلولة
ولا علی الشک والتهمة
فمن زعم انهم شبهوا
او واحد منهم فلیس
من دیننا علی شیء ونحن
منه براء وقد اخبر النبی

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ہارون رشید
بادشاہ نے زہر سے (۲۵ رجب ۱۸۳ھ
میں) شہید کیا۔ اور حضرت امام علی رضا
علیہ السلام کو مامون رشید بادشاہ نے
زہر سے (ماہ صفر ۲۰۳ھ میں) قتل کیا
اور حضرت ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام
کو معتصم باللہ نے زہر سے (آخر ماہ صفر
۲۲۰ھ میں) قتل کیا اور حضرت امام علی نقی
علیہ السلام کو متوکل باللہ نے زہر سے
(۲۵۲ھ میں) شہید کیا۔ اور امام حسن عسکری
علیہ السلام کو معتمد بادشاہ نے زہر سے (۸
ربیع الاول ۲۶۰ھ میں) شہید کیا۔ اور
ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ قتل ان حضرات
پر حقیقتاً جاری ہوا اور یہ حادثات لوگوں
پر مشتبہ نہیں رہے۔ جیسا کہ گمان ہے
ان لوگوں کا جو ان حضرات کے بارے
میں دین کی حد سے گزر گئے ہیں۔ بلکہ
ان لوگوں نے حقیقتاً ان حضرات کا قتل
ہونا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔

والائمہ انھم مقتولون
فمن قال انھم لن یقتلوا
فقد کذبھم ومن کذبھم
فقد کذب اللہ وکفر
بہ وخرج بہ عن
الاسلام وَمَنْ یَّبْتَغِ
غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا
فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَ
ھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ
الْخٰسِرِیْنَ ہ
وکان الرضا علیہ السلام
یقول فی دعائہ۔ اللھم
انی ابرء الیک من الحول
والقوۃ ولا حول ولا قوۃ
الا بک اللھم انی ابرءِ
الیک من الذین قالوا
فینا مالم نعلمہ فی
انفسنا اللھم لک الخلق
ومنک الامر وایاک

نہ یہ کہ ان کو خیال وگمان تھا یا شک تھا
یا آنحضرات کی شہادت مبہم تھی۔ پس
جو شخص گمان کرے کہ ان سب حضرات
کی شبیہہ یا کسی ایک کی شبیہہ قتل کی گئی
تھی وہ ہمارے دین میں نہیں ہے اور
ہم اس سے بیزار ہیں۔ کیونکہ خود
حضور سرور عالم نے اور ائمہ علیہم السلام
نے خبر دی تھی۔ کہ ہم سب قتل کیے جائیں
گے۔ اب جو کوئی کہے کہ وہ حضرات مقتول
نہیں ہوئے تو اس نے ان سب بزرگواروں
کو جھٹلایا۔ اور جس نے انھیں جھٹلایا
تو اس نے خدا کی تکذیب کی اور کفر کیا
اور اسلام سے وہ خارج ہو گیا۔ اور جو شخص
اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے گا
اس کا وہ دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا
اور وہ روز قیامت نقصان اٹھانے
والوں میں ہوگا۔ اور جناب امام علی رضا
علیہ السلام اپنی دعا میں عرض کیا کرتے
تھے۔ الٰہی میں تیری درگاہ میں اقرار برائت

نعبد وایاک نستعین
اللھم انت خالقنا و
خالق آبائنا الاولین و
الآخرین اللھم لایلیق
الربوبیۃ الالک ولا
تصلح الالھیۃ الا لک
فالعن النصاریٰ الذین
صغروا عظمتک والعن
المضاھئین لقولھم
من بریتک اللھم انا
عبیدک وابناء عبیدک
لا نملک لانفسنا ضراً
ولا نفعاً۔ ولا موتا
ولا حیوۃ ولا نشوراً
اللھم من زعم ان لنا
الخلق ولنا الرزق فنحن
الیک عند برآء کبرائۃ
عیسیٰ بن مریم عن النصاریٰ
اللھم انا لم ندعھم

کرتا ہوں قوت اور طاقت سے۔ قدرت
وقوت تیرے سوا اور کسی کو حاصل نہیں
ہے۔ خدایا میں تیرے سامنے اقرار
بیزاری کرتا ہوں ان لوگوں سے جو ہمارے
بارے میں وہ باتیں کہتے ہیں جو ہم
اپنے نفسوں میں نہیں پاتے ہیں۔ اے
میرے اللہ تو ہی خالق ہے اور تو ہی
حاکم۔ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں
اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ الٰہا تو ہی
ہمارا اور ہمارے اجداد اولین وآخرین
کا خالق ہے۔ اے اللہ رب ہونے کی
صفت تیرے ہی لائق ہے۔ معبود ہونے
کا صالح تو ہی ہے۔ پس تو لعنت کر
ان نصاریٰ پر جنھوں نے تیری عظمت کو
گھٹایا اور لعنت کر ان لوگوں پر جو تیری
مخلوق میں سے بعض کو تیرا مشابہ کہتے ہیں
خدایا ہم تیرے بندے ہیں اور تیرے بندوں
کے فرزند ہیں۔ ہم اپنے ضرر اور نفع اور
موت اور زندگی اور دوبارہ زندہ ہونے

الیٰ ما یزعمون فلا تواخذنا
بما یقولون واغفر لنا
ما یزعمون (پ ۲۹ ع ۱۰)
رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ
مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا
اِنَّکَ اِنْ تَذَرْهُمْ
یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا
یَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا
وروی عن زرارۃ قال
قلت للصادق ان رجلاً
من ولد عبد اللہ
بن سبا یقول بالتفویض
فقال علیہ السلام
وا التفویض قلت یقول
ان اللہ عزوجل خلق
محمد او علیا ثم فوض
الامر الیہما فخلقا
ورزقا واحییا و
اماتا فقال عدو اللہ کذب

پر قابو نہیں رکھتے۔ اے میرے اللہ جس
شخص کا زعم باطل یہ ہے کہ ہم پیدا
کرتے ہیں اور ہم روزی دیتے ہیں تو ہم
اس سے اس طرح بیزار ہیں جس طرح
حضرت عیسیٰ ابن مریم نصاریٰ سے بیزار
تھے۔ خدایا ہم نے ان کو دعوت نہیں
دی ہے اس عقیدہ کی طرف جو ان کا
گمان ہے۔ خدایا تو ان کی باتوں کا ہم
سے مواخذہ نہ کرنا۔ اور ان کی بدگمانیوں
کو ہم سے معاف رکھ اے میرے رب
تو زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ کہ اگر
تو ان کو زندہ چھوڑے گا تو یہ تیرے
بندوں کو گمراہ کریں گے۔ اور سخت کافر
اور بدکار ان کے اولادیں ہوں گی۔
زرارہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں
میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے
عرض کیا۔ عبد اللہ بن سبا کی اولاد
میں سے ایک شخص تفویض کا
قائل ہے۔ حضرت نے فرمایا اسکی تفویض

عدوا لله اذا رجعت
اليه فاقرأ عليه الآية
التي في سورة الرعد
(پ۱۳ ع ۸) أَمْ جَعَلُوا
لِلّٰهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا
كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ
عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ
خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ
وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ
فانصرفت الى الرجل
فاخبرته بما قال
الصادق ع فكانما القمته
حجرًا فقال و كانما
خرس۔
وقد فوض الله
الى نبيه امر دينه
فقال (پ ۲۸ ع ۴)
وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ
فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ

(سے) کیا (مراد) ہے۔ میں نے عرض
کیا وہ کہتا ہے کہ اللہ عزوجل نے
صرف حضرت محمدؐ اور حضرت علیؑ کو
پیدا کیا۔ پھر سارے کام ان دونوں
کے سپرد کر دیے۔ یہی دونوں پیدا
کرتے ہیں اور روزی دیتے ہیں اور مار
ڈالتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا جھوٹا ہے
وہ دشمن خدا۔ جب تم اس کے پاس
پلٹ کر جاؤ تو سورہ رعد کی یہ آیت اس
کے سامنے تلاوت کر دینا۔ کیا انھوں
نے خدا کے لیے شریک مقرر کیے ہیں
کیا انھوں نے اس کی سی مخلوق پیدا کی
ہے پس ان پر خلقت مشتبہ ہو گئی
تم ان سے کہو۔ اللہ ہی ہر چیز کا خالق
ہے اور وہ یکتا اور زبردست ہے پس
میں اس مردک کے پاس پلٹ گیا
اور امامؑ نے جو کچھ فرمایا تھا اس کی
اطلاع اس کو دی۔ پس گویا میں نے
اس کے منہ میں پتھر ٹھونس دیا۔ راوی

عنه فانتهوا وفى
فوض ذلك الى
الائمة وعلامة
المفوضة والغلاة
واصنافهم نسبتهم
الى مشائخ قم و
علماهم القول
بالتقصير۔

وعلامة الحلاجية
من الغلاة دعوى
التجلي بالعبادة مع
تدينهم بترك الصلوٰة
وجميع الفرائض و
دعوى المعرفة باسماء
الله العظمىٰ و دعوى
انطباع الحق لهم
وان الولى لهم اذا
خلص وعرف مذهبهم
فهو عندهم افضل

کہتا ہے گویا وہ گونگا ہے۔

البتہ خدا نے امور دین اپنے
نبیؐ کے سپرد کیے ہیں جیسا کہ اس نے
ارشاد فرمایا ہے (ہمارا) رسول جو احکام
تمہارے پاس لایا ہے اس پر عمل کرو
اور جن باتوں سے تم کو منع کیا ہے اس
سے تم باز رہو۔ اور یہی دینی احکام ائمہ
کو سونپے گئے ہیں۔

مفوضہ اور غالیوں کی شناخت
یہ ہے کہ یہ لوگ علمائے قم اور وہاں
کے مشائخ کی تقصیر کے قول کو منسوب
کرتے ہیں (یعنی وہ کہتے ہیں کہ شہر قم
کے علماء اور مشائخ نے حضرات ائمہ
کے بارے میں کمی کی ہے) اور غالیوں
میں سے فرقہ حلاجیہ کی پہچان یہ ہے
کہ وہ دعوے کرتے ہیں کہ بوجہ عبادت
کے خدا اپنے بندوں میں ظاہر ہو
جاتا ہے۔ حالانکہ نماز اور تمام واجبات
کو ترک کرنا ان کا مذہب ہے۔ دوسرا

من الانبیاء و من علماءهم ایضاً دعوی علم الکیمیا ولا یعلمون منه الا الدغل وتنفیق الشبه والرصاص علی المسلمین اللّٰھم لا تجعلنا منھم والعنھم جمیعاً۔

دعویٰ ان کا خدا کے اسم اعظم کو جاننا ہے۔ تیسرا دعویٰ ان کا یہ ہے کہ خدا ان میں سمایا ہوا ہے چوتھا دعویٰ یہ ہے کہ ان کا ولی جبکہ اللہ سے خالص محبت رکھے اور ان کے مذہب کا شناسا ہو تو وہ ان کے نزدیک انبیاء سے افضل ہے۔

اور ان کے دعاوی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علم کیمیا سے یہ واقف ہیں حالانکہ یہ لوگ کیمیا کچھ بھی نہیں جانتے دھوکا دینا ان کا کام ہے۔ (سونا اور چاندی کی صورت بنا کر) پیتل اور رانگ مسلمانوں کو دے دیتے ہیں۔ خدایا تو ہمیں ان لوگوں میں شریک نہ کرنا اور ان سب پر تو لعنت کر۔

باب الاعتقاد فی الظالمین

ظالموں کے متعلق عقیدہ

قال الشیخ ابو جعفر اعتقادنا فیھم انھم

شیخ ابو جعفر رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ظالموں کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ

ملعونون والبرائة
منهم واجبة وقال
الله عز وجل وما
للظالمين من انصار
وقال تعالى (پ ۱۲ ع ۲)
ومن اظلم ممن
افترى على الله كذبا
اولئك يعرضون
على ربهم ويقول
الاشهاد هؤلاء
الذين كذبوا على
ربهم الا لعنة
الله على الظالمين
الذين يصدون
عن سبيل الله ويبغونها
عوجا وهم بالاخرة
هم كافرون
قال ابن عباس في
تفسير هذه الاية [illegible]

ہے کہ یہ لوگ ملعون ہیں۔ بیزاری اور
نفرت ان سے واجب ہے۔ خدا
فرماتا ہے ظالموں کا روز قیامت کوئی
مددگار نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کوئی شخص اس
سے بڑھ کر ظالم نہیں ہے جو خدا پہ
جھوٹ بولے۔ یہ لوگ خدا کے حضور
میں پیش کیے جائیں گے۔ اور گواہی
دینے والے کہیں گے۔ یہی وہ لوگ
ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ
بولا تھا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ان ظالموں
پر خدا کی لعنت ہے۔ جنھوں نے
خدا کی راہ سے اس کے بندوں کو
روکا اور اس میں کجی ڈالنی چاہی۔ یہ
لوگ آخرت کے منکر تھے۔

عبداللہ بن عباس نے اس
آیۃ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس مقام پر
سبیل اللہ سے حضرت امیر المومنین
علی بن ابی طالب اور ائمہ علیہم السلام
[illegible] ہیں۔

سبیل اللہ فی ھٰذا الموضع
علیؑ بن ابی طالب و
الائمۃ علیہم السلام
وفی کتاب اللہ اماماں
امام الھدیٰ و امام
الضلالۃ قال تعالیٰ
(پ ع ۵) وَجَعَلْنَاهُمْ
أَئِمَّةً يَهْدُونَ
بِأَمْرِنَا - وقال تعالیٰ
(پ۲ ع ۱) وَجَعَلْنَاهُمْ
أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى
النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا
يُنْصَرُونَ ○ وَأَتْبَعْنَاهُمْ
فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ
الْمَقْبُوحِينَ ○
فلما نزلت ھٰذہ الآیۃ
(پ۹ ع ۱۷) وَاتَّقُوا فِتْنَةً
لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ

خدا کی کتاب میں دو قسم کے پیشوا
(مذکور) ہیں۔ ایک امام ہدایت دوسرا
امام ضلالت۔ خدا فرماتا ہے۔ ہم
نے ان کو ایسا پیشوا قرار دیا ہے جو
ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں۔
اور (امام ضلالت کی مذمت میں)
فرمایا ہے۔ ہم نے ان کو ایسا سرغنہ بنایا
جو دوزخ کی طرف دعوت دیتے ہیں
اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی
جائے گی۔ اور اس دنیا میں ہم نے
ان کے پیچھے لعنت رکھی ہے اور
قیامت کے دن یہ لوگ ذلیل اور خوار
لوگوں میں ہوں گے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ڈرو
اس فتنہ سے جس میں صرف وہی
لوگ مبتلا نہ ہوں گے جو ظالم ہیں
(بلکہ اثر اس کا عام ہوگا) تو جناب
رسول خدا نے فرمایا۔ جو کوئی میری
وفات کے بعد علیؑ بن ابی طالب

ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۔
قال النبی من ظلم علیاً
مقعدی ھذا بعد وفاتی
فکانما جحد نبوتی ونبوۃ
الانبیاء من قبلی ومن
تولی ظالما فھو ظالم
قال تعالیٰ (پ ع ۹) یٰٓاَیُّهَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا
اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ
اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَی
الْاِیْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ
مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ۝ وقال تعالیٰ
(پ ع) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا
غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ
كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ
مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ

پر میری خلافت کے بارے میں ظلم کرے
گا تو گویا وہ میری اور تمام نبیوں کی
نبوت کا منکر ہوگا۔ اور جو ظالم کو
دوست رکھے گا وہ بھی ظالم ہوگا۔
خدا نے فرمایا۔ اے ایمان والو
تم اپنے باپ بھائیوں سے دوستی
نہ کرو جبکہ وہ لوگ ایمان کے
مقابلہ میں کفر کو پسند کرتے ہیں۔
اور جو کوئی تم میں سے ان کو
دوست رکھے گا پس وہ بھی ظالموں
میں ہو جائے گا۔
اور خدا نے فرمایا۔ اے ایمان
والو تم محبت نہ کرو۔ اس گروہ سے
جس پر خدا کا غضب ہوا ہے۔ یہ
لوگ روز قیامت کے آنے سے
اس طرح مایوس ہیں جس طرح کفار
لوگ قبروں کے مردوں سے مایوس ہیں
اور خدا نے فرمایا۔ تم اس
گروہ کو جو خدا پر اور قیامت پر

وقال عزوجل پ ۲۸ ع ۳)
لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآ
دُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا
اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ
اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ
اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ
الْاِيْمَانَ ط وقال تعالیٰ
وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ
مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ط وقال
عزوجل وَلَا تَرْكَنُوْٓا
اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ
النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ
لَا تُنْصَرُوْنَ ط والظلم
هو وضع الشيئ فی غیر
موضعه فمن ادعی الامامة

ایمان لایا ہے محبت کرنے والا نہ پاؤ گے
ان لوگوں سے جو خدا و رسول سے دشمنی
رکھتے ہیں۔ اگرچہ وہ لوگ ان کے باپ
دادا یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی
یا ان کے کنبہ کے ہوں۔ خدا نے تو
ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے۔
اور خدا نے فرمایا۔ تم میں سے
جو کوئی ان کو دوست رکھے گا وہ ان
میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم
قوم کو راہ نہیں دکھاتا ہے۔ خدا
نے فرمایا۔ تم لوگ ظالموں کی طرف
رغبت نہ کرو۔ ورنہ آگ (دوزخ کی)
تم کو گھیر لے گی۔ اور خدا کے سوا
تمھارا کوئی اور مددگار نہ ہوگا۔ پھر
تمھاری نصرت بھی نہ کی جائے گی۔
ظلم کے لغوی معنی ہیں کسی چیز
کو ایسی جگہ رکھنا کہ وہ جگہ اس کے
رکھنے کی نہ ہو۔ پس جو شخص امامت
کا دعویٰ کرے وہ امام نہ ہو تو وہ

وھو غیر امام فھو ظالم
وملعون ومن وضع
الامامة فی غیر اھلھا
فھو الظالم الملعون۔

وقال النبی من جحد علیا
امامته بعدی فقد جحد
نبوتی ومن جحد نبوتی
فقد جحد اللہ ربوبیة

وقال النبی یا علی
انت المظلوم بعدی و
من ظلمک فقد
ظلمنی ومن انصفک
فقد انصفنی و
ومن جحدک فقد
جحدنی ومن والاک
فقد والانی ومن
عاداک فقد عادانی
ومن اطاعک فقد
اطاعنی ومن عصاک

ظالم اور ملعون ہے۔ اور جو شخص امامت
ایسے شخص میں قرار دے جو اس کا
اہل نہ ہو تو وہ بھی ظالم ملعون ہے۔
جناب رسولِ خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص
میرے بعد علیؑ کی امامت کا انکار
کرے تو اس نے میری نبوت سے
انکار کیا۔ اور جس نے میری نبوت
سے انکار کیا تو وہ خدا کے رب
ہونے کا منکر ہو گیا۔ رسول اللہؐ
نے فرمایا۔ اے علیؑ تم پر بعد میرے
ظلم کیا جائے گا۔ اور جو شخص تم
پر ظلم کرے گا تو اس کا ظلم مجھ پر
ہو گا۔ اور جو شخص تمھارے ساتھ
انصاف کرے گا تو اس کا انصاف
مجھ پر ہو گا۔ اور جو تمھارا منکر ہو گا
وہ میرا انکاری ہو گا۔ اور جو تم سے
محبت کرے گا وہ میرا دوست ہو گا
اور جو تم سے عداوت رکھے گا وہ میرا

نفقد عصانی۔
واعتقادنا فی من
جحد امامة امیر
المومنین علی بن ابیطالب
والائمة من بعده
بجحد نبوة جمیع الانبیاء
اعتقادنا فی من اقربا
میرالمومنین وانکر
احدا من بعده
من الائمة انه بمنزلة
من اقر بجمیع الانبیاء
وانکر نبوة محمد۔
وقال الصادق ع
المنکر لآخرنا
کالمنکر لاولنا۔
وقال النبی
صلی اللہ علیہ والہ وسلم
الائمة من بعدی اثنا
عشر اولھم امیرالمومنین

دشمن ہوگا۔ اور جو تمھاری اطاعت
کرے گا وہ میرا فرماں بردار ہے اور
اور جو تمھاری مخالفت کرے وہ میرا
نافرمان ہے۔ اور ہمارا اعتقاد اس
شخص کے بارے میں جو شخص حضرت
امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب اور
ان کے بعد والے ائمہ کی امامت کا
انکار کرے تو ایسا شخص اس کے
مانند ہے جو تمام نبیوں کی نبوت
کا منکر ہو۔

اور جو شخص امیرالمومنین علیہ السلام
کی امامت کا معتقد ہو لیکن ان جناب
کے بعد والے اماموں میں سے کسی
ایک کا انکار کرے تو اس کے متعلق
ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ شخص گویا تمام
نبیوں کا مقر ہے مگر ہمارے نبی
جناب محمد مصطفیٰ کی نبوت کا منکر ہے
امام جعفر صادقؑ نے فرمایا جو شخص
ہمارے آخری امام کا منکر ہو تو گویا وہ

علی بن ابی طالب - و
آخرهم المهدی القائم۔
طاعتهم طاعتی و معصیتهم
معصیتی ومن انکر وا
حد امنهم فقد انکرنی
وقال الصادق علیه
السلام من شک فی
کفر اعدائنا الظالمین
لنا فهو کاذب وقال
امیرالمومنین ما زلت
مظلوماً منذ ولدتنی
امی حتی ان عقیلاً کان
یصیبه الرمد فیقول
لاتذرونی حتی
تذروا علیاً فیذرونی
ومالی رمد۔
واعتقادنا فی من
قاتل علیاً فانه
کما قال النبی

ہمارے پہلے امام کا منکر ہے۔ جناب
رسول خدا نے فرمایا۔ میرے بعد
بارہ امام ہوں گے۔ کہ ان میں سے
پہلے امام امیر المومنین علیؑ بن ابیطالب
ہیں۔ اور سب کے آخر میں مہدی
قائم ہوں گے۔ ان کی پیروی میری
پیروی ہے۔ اور ان کی مخالفت
میری نافرمانی ہے۔ اور جو شخص
ان میں سے ایک کا بھی انکار کرے
تو وہ میرا منکر ہوگا۔
امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے
جو شخص ہمارے دشمنوں کے کفر میں
جنہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے شک
کرے وہ جھوٹا ہے۔
حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا
جب سے میری ولادت ہوئی ہے مجھ
پر ظلم ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ جب
عقیلؑ آشوب چشم میں مبتلا ہوتے تھے
تو کہتے تھے اول علیؑ کی آنکھ میں دوا

من قاتل عليا فقد
حاربني ومن حاربني
فقد حارب الله وبقول النبي
لعلي عليه السلام
وفاطمةؑ والحسنؑ والحسينؑ
انا حرب لمن حاربكم
وسلم لمن سالمكم
واما فاطمة فاعتقادنا
فيها انها سيدة النساء
العالمين من الاولين
والآخرين وان الله
عز وجل يغضب
بغضبها ويرضى برضاها
لان الله فطمها و
فطم من احبها
من النار وانها
خرجت من الدنيا
ساخطة على ظالميها
وغاصبي حقها ومن

تب میری آنکھ میں دوا ڈال لیتے تھے حالانکہ
میری آنکھیں دکھتی ہوئی نہ تھیں۔

اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ
سے جنگ کرنے والا کافر ہے کہ رسولِ
خدا نے فرمایا۔ جو علیؑ سے لڑا وہ مجھ سے
لڑا اور جس نے علیؑ سے جنگ کی اس
نے مجھ سے جنگ کی۔ اور جس نے مجھ
سے جنگ کی وہ خدا سے لڑا۔ اور حضور
سرورِ عالمؐ نے حضرت علیؑ و فاطمہ زہراؑ
اور حسنینؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا
جو تم سے لڑے گا اس سے میری لڑائی ہے
اور جو تم سے صلح رکھے گا اس سے میری
صلح ہے۔ جناب فاطمہ زہراؑ کے بارے
میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ معظمہ زنان
اوّلین و آخرین کی سردار ہیں۔

اور خدائے عزّوجل ان کے
غضب سے غضبناک اور رضامندی
سے راضی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ
نے اس معصومہ کو اور ان کے شیعوں کو

نفی من ابیها ان شها
وقال النبی صلی اللّٰه
علیه و آله ان فاطمة
بضعة منی من اذاها
فقد اذانی و من
غاظها فقد غاظنی
ومن سرّها فقد سرّنی
وقال ان فاطمة
بضعة منی و روحی
التی بین جنبی
لیسوئنی ما سائها
ولیسرنی ما سرّها۔
واعتقادنا فی البرائة
انها واجبة من
الاوثان الاربعة
یغوث ۔ یعوق نسر
هبل ومن الانداد
الاربع اللات والعزی
والمنات والشعری و

آتشِ دوزخ سے آزاد کر دیا ہے اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جناب سیدہ کا دنیا سے کوچ ایسے حال میں ہوا کہ وہ معصومہ غضبناک تھیں ان لوگوں پر کہ جنھوں نے ان پر ظلم کیا اور انکے حق کو چھینا اور میراثِ پدر سے روکا حالانکہ جناب رسولِ خدا فرما چکے تھے کہ فاطمہ میرا ایک حصہ ہے جو کوئی فاطمہؑ کو ایذا دے گا ۔ اس کی ایذا مجھ پر ہوگی اور جو اس کو غصہ میں لائے گا وہ مجھے غصہ میں لائے گا ۔ اور جو اسے خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا ۔ اور فرمایا فاطمہ میری پارہ جگر ہے اور میری روح ہے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میں ہے مجھے بری معلوم ہوتی ہے ۔ وہ چیز جو فاطمہؑ کو بری معلوم ہو اور خوش کرتی ہے مجھے وہ چیز جو اسکو خوش کرے اور برائت کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ

ومن عبدهم ومن جمیع اشیاعهم اتباعهم وانهم شر خلق الله وانه لایتم الاقرار بالله ورسوله و بالائمة المعصومین الا بالبرائة من اعدائهم۔

واعتقادنا فی قتلة الانبیاء وقتلة الائمة المعصومین انهم کفار مشرکون مخلدون فی اسفل درک من النار ومن اعتقد بهم غیر ما ذکرناه فلیس عندنا من دین الله فی شیئ۔

ہے کہ چار بتوں سے بیزاری واجب ہے۔ وہ یغوث اور یعوق اور نسر اور ہبل ہیں۔ اور چار ضدوں سے بھی نفرت واجب ہے۔ وہ یہ ہیں لات اور عزیٰ اور منات اور شعرے۔ اور ان لوگوں سے بھی بیزاری واجب ہے جو ان کی عبادت کرتے ہیں۔ اور ان کے گروہ میں ہیں اور ان کے تابعدار ہیں۔ اور یہ سب لوگ بدترین خلائق ہیں۔ اور یہ بھی عقیدہ ضروری ہے کہ خدا کی وحدانیت اور رسول اللہؐ کی رسالت اور ائمہ معصومین کی امامت کا اقرار پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان کے دشمنوں سے بیزاری اور نفرت نہ ہو۔ اور ہمارا عقیدہ نبیوں کے قاتلوں اور ائمہ معصومین کے قاتلوں کے بارے میں یہ ہے کہ یہ لوگ کافر مشرک ہیں۔ دوزخ کے سب سے نیچے

طبقے میں ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔
اور جو شخص ان کے بارے میں اس
کے برخلاف عقیدہ رکھے جو ہم نے ذکر کیا
وہ ہمارے نزدیک دین خدا میں کچھ بھی
نہیں ہے۔

باب الاعتقاد فی آباء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآباء علیؑ

قال الشیخ اعتقادنا فیھم انھم مسلمون من آدم الی ابیہ عبد اللہ وان اباطالب کان مسلماً و امّہ

حضرت رسولؐ خدا اور امیر المومنینؑ کے والد اور اجداد کے متعلق عقیدہ

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان حضرات
کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ
سب آدم علیہ السلام سے لے کر
جناب رسول خداؐ کے والد ماجد
عبداللہ تک مسلمان[۱] تھے اور حضرت

---

[۱] جناب رسولِ خداؐ کا نور جس جس کی پشت میں حضرت آدمؑ سے حضرت عبداللہ تک رہا وہ سب کے سب خدا کو ایک جانتے تھے۔ خدا کے سوا کسی کو کبھی انھوں نے سجدہ نہیں کیا۔ سات ان میں سے نبی تھے۔ یعنی آدمؑ، شیثؑ، نوحؑ، الیاسؑ ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، الیسعؑ۔ حضرتؐ کے آباؤ اجداد کا موحّد اور خدا پرست ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ (باقی صفحہ آئندہ پر)

آمنة بنت وهب كانت مسلمة وقال النبي اخرجت من نكاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم۔	ابوطالب مسلمان تھے۔ اور جناب رسول خدا کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب مسلمان تھیں۔ جناب رسول خدا نے فرمایا میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ اور حضرت آدم سے لے کر میرے اجداد میں
وروی ان عبد المطلب كان حجة وابا طالب	کوئی زنا سے پیدا نہیں ہوا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یعنی خدائے عزیز و رحیم پر تم بھروسا رکھو۔ وہ تمہارے حال کا نگران ہے جبکہ تم اٹھتے ہو اور اس وقت بھی نگران تھا جب تم عبادت گذاروں کی پشتوں میں منتقل ہو رہے تھے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت رسولؐ کے اجداد خدا پرست تھے اور کافر نہ تھے۔ افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو اس آیت کے معنی بدلتے ہیں۔ اور افضل المرسلین کے باپ دادا کو کافر سمجھتے ہیں۔ وہ رسول اللہ کو روز جزا کیا منہ دکھائیں گے؟۔ مترجم بدایونی۔

لہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہؐ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالب کافر تھے۔ حضرت نے فرمایا وہ لوگ جھوٹے ہیں۔ بلکہ حضرت ابوطالب مومن تھے ان کا شعر جو حضرت رسالتمآب کی مدح میں ہے ان کے ایمان کی دلیل ہے۔ وہ یہ ہے:۔ الم تعلموا انا وجدنا محمدا نبیا کموسیٰ خط فی اول الکتب۔ یعنی اے قریش کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ ہم نے محمد کو موسیٰ کی طرح نبی پایا ہے۔ یہ تو سب سے پہلی کتاب (توریت) میں لکھ دیا گیا ہے پس تم لوگ کیوں انکی نبوت کا اقرار نہیں کرتے ہو۔ مترجم بدایونی۔

مروی ہے کہ حضرت عبد المطلب حجت خدا تھے۔ اور جناب ابو طالب ان کے وصی تھے۔

باب الاعتقاد فی التقیہ

تقیہ کے متعلق اعتقاد

قال الشیخ اعتقادنا فی التقیہ انہا واجبۃ ومن ترکہا کان بمنزلۃ من ترک الصلوٰۃ۔ وقیل للصادقؑ یا ابن رسول اللہ انا نریٰ فی المسجد من یعلن لسبب اعدائکم و یسمیہم فقال مالہ لعنہ اللہ یعرض بنا وقال تعالیٰ (پ ۷ع ۱۹)

شیخ نے فرمایا۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ تقیہ[1] واجب ہے۔ جو شخص تقیہ کو ترک کرے تو اس کے مانند ہے کہ جس نے نماز کو ترک کیا۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ یا ابن رسول اللہ میں ایک شخص کو مسجد میں دیکھتا ہوں جو آپ کے دشمنوں کو کھلم کھلا برا کہتا ہے۔ اور ان کا نام لیتا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ کیا ہو گیا ہے اس ملعون کو کہ وہ ہم کو معرض ہلاکت میں ڈالنا چاہتا ہے

---

[1] تقیہ کے معنی ہیں مذہب کو دشمنوں کے خوف سے پوشیدہ کرنا جبکہ مارے جانے یا لٹنے یا آبروریزی کا خوف ہو بشرطیکہ تقیہ کی وجہ سے اصل دین اسلام برباد نہ ہو ورنہ تقیہ جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح قتل مومن ناحق میں بھی تقیہ نہیں ہے۔ (مترجم بدایونی)

لَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

خدا نے فرمایا ہے نہ برا کہو (مشرکوں کے سامنے) ان کو جنھیں یہ لوگ خدا کے سوا پکارتے ہیں۔ ورنہ یہ لوگ جہالت میں آکر دشمنی سے خدا کو برا کہیں گے۔

قال الصادقؑ فی تفسیر هذه الآیة لا تسبوهم فانهم یسبوا علیکم قال الصادقؑ من سب ولی الله فقد سب الله ومن سب الله عز وجل کبه الله تعالیٰ علی منخریه فی نار جهنم۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کو برا نہ کہو ورنہ یہ لوگ تمہارے علیؑ کو برا کہیں گے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص ولی اللہ[1] کو ناسزا کہے تو اس نے خدا کو برا کہا اور جس نے خدا کو برا کہا خدائے تعالیٰ اس کو دونوں نتھنوں کے بل جہنم کی آگ میں ڈالے گا۔

وقال النبیؐ لعلیؑ من سبک یا علی فقد سبنی ومن سبنی

اور جناب رسول خداؐ نے حضرت امیر المومنینؑ سے فرمایا۔ اے علیؑ جو شخص تم کو ناسزا کہے اس نے مجھے ناسزا

---

[1] ولی اللہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا لقب ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ جو شخص حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو ناسزا کہے گا وہ خدا کو ناسزا کہنے والا ہے۔ (مترجم بدایونی)

فقد سب الله والتقية واجبة لا يجوز رفعها الى ان يخرج القائم فمن تركها قبل خروجه فقد خرج عن دين الله وعن دين الامامية وخالف الله ورسوله والائمة عليهم السلام وسئل الصادق عن قول الله عزّ وجل (پ ۲۶ ع ۱۴) إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ قال اعملكم بالتقية۔

وقد اطلق الله اظهار موالاة الكافرين في حال التقية وقال الله عزّ وجل لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ

کہا اور جس نے مجھے ناسزا کہا اس نے خدا کو برا کہا اور تقیہ واجب ہے اور اس کا ترک جائز نہیں ہے جب تک کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام ظاہر نہ ہو جائیں۔ اور جو شخص ان حضرت کے ظاہر ہونے سے پہلے تقیہ کو ترک کرے گا وہ دین اور مذہب امامیہ اثنا عشریہ سے خارج ہو جائے گا۔ اور خدا تعالیٰ اور رسول اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے خلاف کرے گا۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا اِنَّ اَکرَمَکُم کی تفسیر دریافت کی گئی حضرت نے جواب دیا کہ اتقاکم سے وہ شخص مراد ہے جو تقیہ پر زیادہ عمل کرتا ہو۔ اور وہی خدا کے نزدیک زیادہ گرامی ہے۔ اور خدا نے تقیہ کی حالت میں کفار سے دوستی ظاہر کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور حق سبحانہ و تعالیٰ

المؤمنين ومن يفعل
ذلك فليس من الله
في شيء الا ان تتقوا
منهم تقاة وقال تعالى
(پ ۲۸ رکوع ۸ ممتحنہ) لا ينهٰكم
الله عن الذين لم
يقاتلوكم في الدين
ولم يخرجوكم من
دياركم ان تبروهم
وتقسطوا اليهم ان الله
يحب المقسطين ٥
انما ينهٰكم الله عن
الذين قاتلوكم
وظاهروا على اخراجكم
ان تولوهم ومن
يتولهم فاولئك
هم الظلمون ٥
قال الصادق انى
لاسمع الرجل في المسجد

نے ارشاد فرمایا ہے۔ مومنین کو لازم
ہے کہ وہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کفار کو
دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا
اس کو خدا سے کچھ غرض نہیں ہے۔
مگر یہ کہ تم ان سے بے حد خوف رکھتے
ہو۔ (تو زبانی دوستی کا اظہار کر سکتے ہو)
خدا نے فرمایا ہے اللہ نے تم کو ان
کافروں سے نیکی کرنے اور انصاف سے
پیش آنے سے نہیں روکا ہے جو تم
سے دین کے معاملہ میں نہیں لڑے۔ اور
تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔
بے شک اللہ انصاف کرنے والوں
کو دوست رکھتا ہے۔

ہاں خدا نے تم کو ان کافروں سے
محبت کرنے کو منع کر دیا ہے جو دین کے
بارے میں تم سے لڑے اور تم کو تمہارے
گھروں سے نکالا اور تمہارے شہر بدر
کرنے میں مدد پہنچائی۔ اور جو شخص ان کو
دوست رکھے گا وہ ظالم ہے۔ امام

وهو لشيعتنا لا يستر منه بالمسارهة كي لا يرائي۔

وقال الخ خالطوا الناس بالبرانية وخالفوهم بالجوانية ما دامت الامرة صبيانية۔

وقال عليه السلام الخ ان الريا مع المومن شرك ومع المنافق في داره عبادة وقال الخ من صلى معهم في الصف الاول فكانه صلى مع رسول الله صلى الله عليه واله وسلم في الصف الاول وقال الخ عودوا مرضاهم واشهدوا جنائزهم وصلوا في مساجدهم وقال الخ كونوا لنا زينا ولا تكونوا علينا شيناً

جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا - میں خود سنا کرتا ہوں ایک شخص مسجد میں مجھے برا کہہ رہا ہے پس میں ستون کے پیچھے پوشیدہ ہو جاتا ہوں تا کہ وہ مجھے نہ دیکھے۔

نیز انھی حضرت نے فرمایا تم مخالفین سے ظاہر میں میل جول رکھو اور باطن میں ان کی مخالفت کرو جب تک کہ معاملہ دل ہی دل میں رہ سکے۔

نیز فرمایا - مومن سے ریا کاری شرک ہے اور منافق سے اس کے گھر میں ریا عبادت ہے۔ نیز فرمایا جو شخص مخالفین کے ساتھ ان کی صفِ اوّل میں نماز پڑھے تو گویا اس نے رسول اللہ کے ہمراہ صفِ اول میں نماز پڑھی۔

نیز فرمایا - ان کے بیماروں کی عیادت کیا کرو - اور ان کے جنازوں میں شریک ہو جایا کرو - اور انکی مسجدوں میں نماز پڑھا کرو - نیز فرمایا تم ہمارے

وقال رحم اللہ امرأ احبّبنا الی الناس ولم یبغضنا الیھم وذکر القصّاصون عند الصادقؑ فقال لعنھم اللہ انھم یشنعون علینا وسئل عن القصاص ایحل الاستماع لھم قال لا - قال ؑ من اصغیٰ الی ناطق فقد عبدہ فان کان الناطق عن اللہ فقد عبد اللہ وان کان الناطق عن الابلیس فقد عبدہ - وسئل الصادقؑ عن قول اللہ (پ ۱۹ ع ۱۵) اَلشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاوٗن قال ھم القصّاصون. قال النبیؐ من اتی ذابدعة فوقرہ فقد

لیے زینت ہو۔ اور ہمارے لیے وبال نہ ہو جانا۔[1] نیز فرمایا خدا رحم کرے۔ اس شخص پر جو مخالفین کے دلوں میں ہماری محبت پیدا کرے اور ان کو ہمارا دشمن نہ بنائے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے قصہ گویوں کا ذکر ہوا۔ حضرت نے فرمایا خدا لعنت کرے ان پر کہ یہ لوگ ہم پر طعن کرتے ہیں۔ انھی حضرت سے سوال کیا گیا آیا قصہ گو کی کہانی سننی جائز ہے۔ حضرت نے جواب دیا جائز نہیں ہے۔ نیز انھی حضرت نے فرمایا جو شخص کسی بات کرنے والے کی طرف کان لگائے۔ تو وہ اس کا عبادت گذار ہوگا۔ پس اگر وہ بات کرنے والا خدا کی باتیں کر رہا ہے تو سننے والا خدا کا عبادت گذار ہے۔ اور اگر بولنے والا شیطانی قصے بک رہا ہے تو سننے

---

[1] یعنی ایسا کام کیا کرو کہ مخالفین ہم سے خوش رہیں اور وہ باتیں نہ کرنا کہ یہ لوگ ہمیں ایذا پہنچائیں۔ (مترجم بدایونی)

سعی فی هدم الاسلام واعتقادنا فی من خالفنا فی شیئ واحد من امور الدین کاعتقادنا فی من خالفنا فی جمیع امور الدین

والا ابلیس کا عبادت گذار ہے۔ کسی نے امام جعفر صادق سے قول خدا . . . . کے معنی پوچھے۔ حضرت نے فرمایا۔ شاعروں سے وہ لوگ مراد ہیں جو جھوٹے قصے کہا کرتے ہیں۔

جناب رسولؐ خدا نے فرمایا۔ جو شخص کسی بدعتی[1] کے پاس جا کر اس کی توقیر وعزت کرے تو اس نے اسلام کے گرانے میں کوشش کی۔ ہمارا عقیدہ ان لوگوں کے بارے میں جو کسی ایک دینی[2] بات میں ہمارے مخالف ہیں ایسا ہے کہ جیسا ان لوگوں کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے جو دین کی ساری باتوں میں ہمارے مخالف ہیں۔

---

[1] احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ جو شخص کسی فعل حرام میں مشغول ہو تو اس کی طرف سے گزرنے والوں کو چاہیے کہ اس کو سلام نہ کریں۔ مترجم بدایونی۔

[2] یعنی جو شخص کسی بات میں ہمارا مخالف ہے تو ہمارے نزدیک وہ کل باتوں میں ہمارا مخالف ہے۔ مترجم بدایونی۔

باب الاعتقاد فی العلویة

قال الشیخ اعتقادنا فیهم انهم ال رسول الله وان مودتهم واجبة لانها اجر الرسالة قال الله تعالیٰ (پ ۲۵ ع ۴) قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ والصدقة علیهم محرمة لانها

اولاد علی علیہ السلام کے متعلق اعتقاد

شیخؒ نے فرمایا ہے۔ اولاد حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ سب اولاد رسول ہیں۔ مودۃ ان کی فرض ہے کیونکہ وہ رسالت کا اجر ہے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے۔ اے رسولؐ ان سے کہہ دو میں تم سے رسالت کی مزدوری نہیں چاہتا لیکن میرے صاحبانِ[1] قرابت سے محبت و مودت رکھنا اور صدقہ[2] ان پر

---

[1] تفسیر مجمع البیان میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور سعید بن جبیر اور عمرو بن شعیب اور دیگر اصحاب کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ قربیٰ سے عترت اور ذریت رسول مراد ہے۔ اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔ سعید ابن جبیر نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت مودت نازل ہوئی تو اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ کون لوگ ہیں جنکی مودت کا خدا نے ہم کو حکم دیا ہے۔ حضرت نے جواب دیا علیؑ و فاطمہؑ اور ان دونوں کی اولاد ہے۔ [2] سادات علوی و فاطمی کے علاوہ کل وہ لوگ جو حضرت ہاشم کی اولاد میں ہیں ان پر بھی صدقہ اور زکوٰۃ غیر ہاشمی کی حرام ہے۔ سادات تو ان سے افضل اور اشرف ہیں۔ (مترجم بدایونی)

اوساخ مافی ایدی
الناس وطہارۃ لھم
الاصدقتھم لعبیدھم
واما لھم وصدقۃ
بعضھم علی البعض
واما الخمس فیحل لھم
عوضاً عن الزکوٰۃ
قد منعوا منھا و
اعتقادنا فی المسیئ منھم
ان علیہ
ضعف العذاب و فی
المحسن منھم ان لہ
ضعف الثواب و بعضھم
اکفاء لبعض لقول النبی
حین نظر الی بنی ابیطالب
علیؑ و جعفر طیارؑ قال
بناتنا لبنینا و بنونا
لبناتنا قال الصادقؑ
من خالف دین اللہ

حرام کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ صدقہ لوگوں
کے ہاتھوں کی چیزوں کا میل ہے۔
صدقہ سے ان کے مال پاک ہوتے ہیں
لیکن اولاد رسولؐ کا صدقہ ان کے
غلاموں اور کنیزوں پر اور ان میں سے
بعض کا صدقہ بعض پر حلال ہے،
جب کہ مال زکواۃ لینے کی ان کو ممانعت
کی گئی تو اس کے عوض میں خمس ان
کے لیے حلال قرار دیا گیا۔

اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ سادات
میں جو شخص بدکار ہے اس پر بہ نسبت
اوروں کے دونا عذاب ہوگا۔ اور ان
میں سے جو نیکوکار ہے اس کے واسطے
دونا ثواب ہے۔ اور یہ لوگ آپس میں
ایک دوسرے کے نسبت میں ہمسر ہیں
کیونکہ جناب رسول خداؐ نے جب کہ
حضرت ابوطالب کی اولاد یعنی حضرت
علیؑ اور حضرت جعفر طیار کو دیکھا تو فرمایا
ہماری بیٹیاں (نسب میں) ہمارے بیٹوں

ولتولى اعداء الله او عادى اولياء الله فالبراءة منه واجبة كائناً من كان ومن اى قبيلة كان.

وقال امير المومنين لابنه محمد بن الحنفية تواضعك فى شرفك اشرف لك من شرف آبائك.

قال الصادق ولايتى بامير المومنين احب لى من ولادتى منه عليه السلام

کے مانند ہیں اور ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کے ہمسر ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص دین خدا کے خلاف کرے اور دشمنانِ دین سے دوستی رکھے یا اولیاء اللہ سے دشمنی رکھے تو اس سے بیزاری ونفرت واجب ہے۔ خواہ وہ کوئی[1] ہو اور کسی قبیلہ سے ہو۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے فرزند محمد حنفیہ سے فرمایا، تمہارا اپنے شرف میں تواضع اور انکساری کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔ اس شرف سے جو تم کو باپ دادا سے حاصل ہوا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ حضرت امیر المومنینؑ کی ولایت کا عقیدہ رکھنا مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ان حضرت کی اولاد

---

[1] اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو سید سنی ہو جائے یا اور کوئی مذہب دین امامیہ اثنا عشریہ کے خلاف اعتقاد کرے تو بیزاری اس سے واجب ہے اسی طرح مذہب امامیہ کے خلاف جو شخص کوئی کام کرے تو اس سے بھی بیزاری واجب ہے۔ مترجم ملتانی۔

وَقَالَ اللہُ تعالیٰ
(سورہ حدید پ ۲۷ ع ۲۰) لَقَدْ
اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرَاہِیْمَ
وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِہِمَا
النُّبُوَّةَ وَالْکِتَابَ
فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ وَّ
كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ ۝
وَسُئِلَ عَنِ الصَّادِقِ
علیہ السلام عن قول
اللہ تعالیٰ ثُمَّ اَوْرَثْنَا
الْكِتَابَ الَّذِيْنَ
اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا
فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ
وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَّ
مِنْهُمْ سَابِقٌ اِلَى
الْخَيْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ
قال الظالم لنفسہ
ھنا من لم یعرف حق
الامام و المقتصد

میں ہوں خدا نے فرمایا ہے۔ ہم نے
نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بنایا۔ اور ان
دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب
قرار دی۔ پس ان میں سے بعضے
(یعنی انبیاء اور اوصیاء) ہدایت
پر ہیں اور اکثر ان میں سے فاسق ہیں
امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس
آیت کی تفسیر پوچھی گئی۔ کہ اللہ نے
فرمایا ہے پھر ہم نے کتاب کا وارث
ان لوگوں کو بنایا جن کو اپنے بندوں
میں سے ہم نے منتخب کر لیا تھا پس
ہمارے بندوں میں سے اور بعضے
اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں
اور بعضے میانہ رو ہیں اور بعضے نیکیوں
میں باذن خدا آگے رہنے والے ہیں
امام نے فرمایا۔ ظالم سے مراد وہ شخص
ہے جو حق امام کا شناسا نہ ہو اور
مقتصد وہ ہے جو امام کے حق کا شناسا
اور باذن خدا نیکیوں میں

من لیرجف حق والسابق
بالخیرات باذن الله
هو الامام و سئل
الصادق علیه السلام
ابنه اسماعیل ما حال
المذنبین منا قال
لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ
وَلَا اَمَانِیِّ اَهْلِ
الْکِتٰبِ مَنْ یَّعْمَلْ
سُوْٓءً یُّجْزَبِهٖ وَلَا
یَجِدْلَهٗ وَلِیًّا وَّ
لَا نَصِیْرًا ٥ قال ابو جعفر
فی حدیث طویل
لیس بین الله وبین
احد قرابة ان احب
الخلق الی الله اتقهم
له واعملهم بطاعة
الله والله ما یتقرب
العبد الی الله عزوجل

بڑھا ہوا رہنے والا امام زمانہ ہے
امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان
کے فرزند اسماعیل نے دریافت کیا
ہم میں سے جو لوگ گنہگار ہیں ان کا
کیا حال ہوگا۔ امام نے فرمایا نہ تمہاری
امیدیں پوری ہوں گی اور نہ اہل کتاب
کی۔ جو شخص برا کام کرے گا اس کی
سزا اسے دی جائے گی۔ اور وہ
اپنے لیے کوئی حامی اور مددگار نہ پائے
گا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک
طولانی حدیث میں فرمایا کہ خدا کے
اور کسی بندے کے درمیان میں رشتہ
ناتہ نہیں ہے۔ خدا کے نزدیک ساری
مخلوق میں وہ شخص زیادہ پسندیدہ ہے
جو اس سے زیادہ ڈرتا ہو اور خدا کی
طاعت میں زیادہ عمل رکھتا ہو۔
خدا کی قسم اللہ کی درگاہ میں کوئی
بندہ مقرب نہیں ہوتا لیکن طاعت
کی وجہ سے اس کو تقرب حاصل ہوتا ہے

الا بطاعة ما معنا
براءة من النار ولا على
الله لاحد من حجة
من کان لله مطیعاً
فھولنا ولی۔ ومن
کان لله عاصیاً۔ فھو
لنا عدو ولا ینال
ولا یتنا الا بالورع
والعمل الصالح (پ۱۲ ع ۴)
وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ
إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَ
إِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ
أَنْتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ ۔
قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ
مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ
عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا
تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ
بِهِ عِلْمٌ ۖ إِنِّي أَعِظُكَ
أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۔

(اور نہ) ہمارے پاس نہ تو دوزخ سے
رہائی کا پروانہ ہے اور نہ کسی کے پاس
خدا کے مقابلہ میں کوئی حجت ہے۔ جو
شخص خدا کا مطیع ہے وہ ہی ہمارا دوست
ہے۔ اور جو شخص خدا کا نافرمان ہے
وہی ہمارا دشمن ہے۔ ہماری دوستی تو
سوائے پرہیزگاری اور عمل صالح کے
کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جبکہ
نوح علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے
میرے پروردگار یہ میرا بیٹا میرے اہل
میں سے ہے اور بہ تحقیق تیرا وعدہ
حق اور سچا ہے۔ اور تو سارے حاکموں
سے زیادہ انصاف والا ہے۔ خدا
نے جواب دیا۔ اے نوح یہ تمہارے
اہل میں سے نہیں ہے۔ یہ تو عمل بد ہے
تم ایسی بات کی مجھ سے درخواست نہ
کرو جس (کے نتیجہ) کی تم کو خبر نہیں
ہے میں تم کو نصیحت کرتا ہوں ایسا
نہ ہو کہ تمہارا شمار جاہلوں میں ہو جائے

قَالَ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ
اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ
لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَاِنْ
لَّمْ تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْ
اَكُنْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝
وسئل الصادق علیه
السلام عن قول الله
عزوجل (پ ۲۴ ع ۳)
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى
الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى
اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ
اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ
مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝
قال من زعم انه
امام ولیس بامام
قل وان کان علویا
قال وان کان علویا و
فاطمیا قال علیه
السلام لاصحابه لیس

نوحؑ نے عرض کیا۔ اے میرے رب میں
تیری درگاہ میں پناہ مانگتا ہوں کہ میں ایسی
بات کا تجھ سے سوال کروں جس کا مجھے
علم نہیں ہے۔ اگر تو مجھے معاف
نہ فرمائے گا اور مجھ پر رحم نہ کرے گا
تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو
جاؤں گا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام
سے آیہ ذیل کی تفسیر پوچھی گئی کہ خدا
فرماتا ہے۔ روز قیامت ان لوگوں
کو جنہوں نے خدا پر جھوٹ بولا ہے
دیکھو گے کہ چہرے ان کے سیاہ ہیں
کیا دوزخ میں متکبروں کا ٹھکانا نہیں
ہے۔ امامؑ نے جواب دیا وہ شخص مراد
ہے جو امام نہ ہو اور امامت کا جھوٹا دعوی
کرے۔ کسی نے عرض کیا کہ وہ جھوٹا
مدعی اگرچہ علوی ہو تب بھی یہی
حال ہو گا؟ حضرت نے فرمایا۔ اگرچہ
علوی اور فاطمی ہو۔
حضرت صادقؑ نے اپنے صحاب

بينكم وبين مخالفكم الا المضمر قيل فای شيئ المضمر قال الذی تسمونه بالبرائة ومن خالفكم وجاره فابرؤا منه وان كان علويا او فاطميا وقال عليه السلام لاصحابه فی ابنه عبد الله انه ليس على شيئ مما انتم عليه وانی ابرء منه براء الله عز وجل ۔

سے فرمایا۔ تمھارے اور مخالفین کے درمیان (تقیہ کے وقت) صرف مضمر کا فرق ہے۔ کسی نے عرض کیا مضمر کیا چیز ہے۔ فرمایا مضمر وہی ہے جس کا تم نے برائت نام رکھا ہے جو شخص تمھارا مخالف ہو اس سے اور اس کے ساتھی سے تم بیزاری رکھو۔ اگرچہ وہ مخالف علوی اور فاطمی ہو۔ نیز انھی حضرت نے اپنے اصحاب سے اپنے فرزند عبد اللہ کے بارے میں فرمایا۔ یہ ناخلف اس (مذہب حق) پر نہیں ہے جس پر تم ہو۔ میں اس سے خدا کی خوشنودی کے لیے بری اور بیزار ہوں۔

باب الاعتقاد فی الاخبار المفسرة والمجملة

قال الشيخ اعتقادنا فی الاخبار المفسرة

مفسر اور مجمل حدیثوں کے متعلق اعتقاد

شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ جن حدیثوں میں تفصیلی حکم مذکور ہے

انه يحكم على المجمل كما قال الص عليه السلام۔

وہ حدیثیں مجمل حدیثوں کی توضیح قرار دی جائیں گی۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

باب الاعتقاد فی الحظر والاباحة

حرمت اور جواز کے متعلق اعتقاد

قال الشیخ رح اعتقادنا فی ذلک ان الاشیاء کلها مطلقة حتی یرد فی شیء منها نهی

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا ہمارا عقیدہ اس میں یہ ہے کہ تمام چیزیں مباح ہیں جب تک کہ کسی چیز کے متعلق ممانعت وارد نہ ہو۔

باب الاعتقاد فی الاخبار الواردة فی الطب

ان حدیثوں کے متعلق اعتقاد جو طب کے متعلق وارد ہوئی ہیں

قال الشیخ رح اعتقادنا فی الاخبار الواردة فی الطب انها علی وجوه منها ما قیل علی هواء مکة والمدینة فلا یجوز استعماله

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا جو حدیثیں طب کے بارے میں وارد ہیں۔ ان کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ چند قسم کی ہیں۔ بعض وہ ہیں جن میں مکہ اور مدینہ کی ہوا کی صفت بیان کی گئی ہے۔ پس ان حدیثوں کو اور بلکول

فی سائر الاھویۃ و
منہا ما اخبر بہ
العالم علی ما عرف
من طبع السائل
لم یتعد موضعہ
اذ کان اعرف بطبعہ
منہ ومنہا ما دلسہ
المخالفون فی الکتب
لتقبیح صورۃ المذہب
عند الناس ومنہا
ما وقع فیہ سہو
من ناقلہ ومنہا
ما حفظ بعضہ و
نسی بعضہ وما روی
فی العسل انہ شفاء
من کل داء فہو
صحیح ومعنی انہ
شفاء من کل
داء بارد۔

کی ہوا کے مطابق کرنا جائز نہیں ہے
اور بعض ایسی ہیں کہ معصومؑ نے مریض
کی طبیعت کو پہچان کر دوا بتائی اور
اس کے استعمال کی جگہ سے تجاوز
نہیں کیا۔ (بلکہ وہ جگہ محدود رکھی) کیونکہ
وہ حضرت بہ نسبت مریض کے اسکے
مزاج سے زیادہ واقف تھے اور بعض
وہ ہیں کہ مخالفوں نے دھوکا دینے کے
لیے کتابوں میں لکھ دیا ہے۔ تاکہ عوام
کے نزدیک مذہب حق کی صورت بری
معلوم ہو۔ اور بعض وہ ہیں کہ راوی
نے ان کی نقل میں سہو کیا ہے (اور
بھولے معصوم کی طرف منسوب کر دیا
ہے) اور بعض ایسی ہیں کہ راوی کو کچھ
حصہ ان کا یاد رہا اور کچھ بھول گیا اور
شہد کے متعلق جو یہ وارد ہے کہ وہ
ہر مرض کے لیے شفا ہے پس یہ حدیث
صحیح ہے لیکن اس کے معنی یہ ہیں
کہ شہد ان مرضوں کی دوا و شفا ہے

جو سردی سے پیدا ہوتے ہیں۔

وما روي في الاستنجاء بالماء البارد لصاحب البواسير فان ذلك ان كان بواسيره من حرارته.

اور یہ جو روایت میں ہے - کہ بواسیر والے کو ٹھنڈے پانی سے استنجا کرنا چاہیے۔ پس یہ اس صورت میں ہے کہ جب اس کو گرم چیزوں سے بواسیر ہوئی ہو

وما روي في باذنجان من الشفاء فان في وقت ادراك الرطب لمن ياكل الرطب دون غيره من الاوقات.

اور یہ جو روایت میں ہے کہ بینگن میں شفا ہے، پس یہ حکم خاص اس وقت کے لیے ہے کہ جب خرما پکنے لگے - اس شخص کے لیے حکم ہے جو خرما کھائے - ہر وقت اور ہر زمانے کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔

واما ادوية العلل الصحيحة عن الائمة فهي آيات القرآن وسوره والادعية على حسب ما وردت به الآثار بالاسانيد القوية والطرق الصحيحة.

البتہ بیماری کی ٹھیک ٹھیک دوائیں جو ائمہ علیہم السلام سے منقول ہیں پس وہ قرآن کی آیتیں اور سورے ہیں۔

اور وہ دعائیں جو ایسی حدیثوں میں وارد ہیں جن کی سندیں قوی اور طریقے صحیح ہیں۔

قال الصادق ؑ كان في ما مضى يسمى الطبيب المعالج فقال موسى بن عمران يا رب ممن الداء قال مني قال ممن الدواء فقال من عندي۔ فقال فما يصنع الناس بالمعالج فقال يطيب بذالك واصل الطب التداوي روي كان داود تنبت في محرابه كل يوم حشيشة فتقول خذ لي فاني اصلح لكذا وكذا فراى في آخر عمره حشيشة تنبت في محرابه فقال لها ما اسمك فقالت فقالت انا الخر...

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ پچھلے زمانہ کے لوگ معالج کو طبیب کہتے تھے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا تھا۔ اے میرے رب بیماری کس کی جانب سے ہے۔ فرمایا میری جانب سے۔ موسیٰ نے عرض کیا، دوا کہاں سے ہے؟ فرمایا میرے پاس سے پھر موسیٰ نے عرض کیا۔ پس یہ لوگ معالج کے پاس جا کر کیا بناتے ہیں؟ فرمایا۔ اس تدبیر سے وہ اپنے دل کو خوش کرتے ہیں۔ پس اسی وجہ سے معالج کو طبیب کہنے لگے۔ لغت میں طب کے معنی دوا کرنے کے ہیں مروی ہے کہ حضرت داؤدؑ کی محراب میں ہر روز ایک گھاس اُگتی تھی اور وہ کہتی تھی۔ اے داؤد مجھے لیجیے کہ میں آپ کے فلاں فلاں کام میں آؤں گی۔ پس حضرت داؤدؑ نے اپنی

فقال داؤد علیه السلام خرّب المحراب فلا ینبت فیه شیئ بعده قال النبی من لم یشفه الحمد فلا شفاه الله۔

آخر عمر میں دیکھا کہ ان کی محراب میں ایک گھاس اُگی ہے۔ حضرت نے اس سے پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ اس نے جواب دیا۔ میرا نام خروبیہ ہے۔ پس حضرت داؤد نے فرمایا۔ یہ میری محراب تباہ ہو گئی۔ اب اس کے بعد یہاں کوئی چیز نہ اُگے گی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ جس کسی کو سورۂ حمد شفا نہ دے تو اسے خدا بھی شفا نہ دے۔

باب الاعتقاد فی الحدیثین المختلفین

دو مختلف حدیثوں کے متعلق اعتقاد

قال الشیخؒ اعتقادنا فی الاخبار الصحیحة عن الائمة انها موافقة لکتاب الله متفقة المعانی غیر مختلفة لانها

شیخؒ نے فرمایا۔ ہمارا اعتقاد ان صحیح حدیثوں کے متعلق جو ائمہ علیہ السلام سے منقول ہیں یہ ہے کہ وہ حدیثیں قرآن کے مطابق ہیں معنی کے لحاظ سے وہ سب متفق ہیں ان میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ وہ

مأخوذة من طريق الوحي عن الله سبحانه ولو كانت من عند غير الله لكانت مختلفة.

ولا يكون الاختلاف لظواهر الاخبار الا لعلل مختلفة مثل جاء في كفارة الظهار عتق رقبة وجاء في آخر صيام شهرين متتابعين وجاء في خبر اطعام ستين مسكينا وكلها صحيحة فالصيام لمن لم

سب ماخوذ ہیں وحی ربانی کے طریقے سے جو اللہ سبحانہ کے پاس سے آئی ہے۔ ہاں اگر خدا کے علاوہ کہیں اور سے آئی ہوتیں تو ان میں اختلاف ضرور ہوتا۔ جن حدیثوں کے ظاہری لفظوں میں اختلاف ہے تو اس کے مختلف اسباب ہیں۔ مثلاً کفارۂ ظہار[1] کے متعلق ایک حدیث میں ایک بندہ آزاد کرنا آیا ہے اور دوسری حدیث میں دو ماہ کے پے درپے روزے وارد ہوئے ہیں۔ اور تیسری حدیث میں ساٹھ مسکینوں کا کھانا دینا مروی ہے۔ اور یہ تینوں حدیثیں صحیح ہیں (وجہ اختلاف یہ ہے کہ) روزے اس شخص پر واجب ہیں جسے آزاد

[1] ظہار کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنی زوجہ کی پشت کو اپنی ماں کی پشت سے تشبیہ دے۔ پس جو شخص ایسا کرے گا تو اس کی زوجہ اس پر اس وقت تک حرام رہے گی کہ وہ کفارہ ادا کرے۔ اور جب تک وہ کفارہ نہ دیگا اس زوجہ کے ساتھ اس کی ہمبستری جائز نہ ہوگی۔ (مترجم بدایونی)

يجد العتق والاطعام
لمن لم يستطع الصيام
وقد روی انه یتصدق
بما یطیق وذلک محمول
علی من لم یقدر
علی الاطعام ومنها
ما یقوم کل واحد
منها مقام الآخر
مثل جاء فی کفارة
الیمین اِطْعَامُ عَشَرَةِ
مَسَاکِینَ مِنْ اَوْسَطِ
مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِیْکُمْ
اَوْ کِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ
رَقَبَةٍ ؕ وَمَنْ لَّمْ
یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ
اَیَّامٍ ؕ
فاذا ورد فی کفارة
الیمین ثلثة اخبار
احدها الاطعام وثانیها

کرنے کو غلام نہ ملے۔ اور اطعام اس
شخص کے لیے ہے جو روزہ رکھنے
کی قوت نہ رکھتا ہو۔ اور یہ بھی مروی
ہے۔ کہ جتنی قدرت اس کو حاصل
ہو اتنا صدقہ دے دے۔ یہ
حکم اس شخص کے لیے ہے جو ساٹھ
مسکینوں کو کھانا دینے پر قدرت نہ
رکھتا ہو۔ اور بعض حدیثیں ایسی ہیں
کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی
قائم مقام ہو جاتی ہے۔ (آدمی کو
اختیار ہے جس پر چاہے عمل کرے)
مثلاً قسم توڑنے کے کفارہ میں وارد
ہوا ہے۔ دس مسکینوں کو کھانا دو
جو تم اکثر اپنے گھر والوں کو کھلاتے
ہو۔ یا ان دس مسکینوں کو کپڑا پہناؤ
یا ایک بردہ آزاد کرو۔ اور جو آزاد
کرنے کے لیے بردہ نہ پائے تو وہ تین
روزے رکھے۔ پس کفارۂ قسم میں تین
حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ایک میں

الكسوة وثالثها تحرير
رقبة كان ذلك عند
الجاهل مختلفة و
ليس بمختلف بل كل
واحدة من هذه الكفارات
تقوم مقام الاخرى۔
وفي الاخبار ما ورد للتقية
وروى عن سليم بن
قيس الهلالي انه قال
قلت لامير المومنين ؑ
اني سمعت من
سلمان ومقداد و
ابي ذر شيئا من
تفسير القرآن ومن
الاحاديث عن النبي

اطعام کا حکم ہے۔ دوسری میں لباس پہنانے
کا حکم ہے۔ تیسری میں بندہ آزاد کرنے
کا حکم ہے۔ تو یہ حدیثیں جاہل کے نزدیک
مختلف ہیں۔ حالانکہ ان میں اختلاف[له] بالکل
نہیں ہے۔ بلکہ ان تین کفاروں میں سے
جو ایک ادا کیا جائے گا وہ باقی دو
کفاروں کا قائم مقام ہو جائے گا۔
اور احادیث میں سے ایسی بھی ہیں جو تقیہ
کی حالت میں وارد ہوئی ہیں اور سلیم بن
قیس ہلالی سے مروی ہے، وہ کہتے
ہیں، میں نے حضرت امیر مومناں کی
خدمت میں عرض کیا۔ میں نے سلمان
اور ابوذر اور مقداد سے بعض آیات
کی تفسیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم کی بعض حدیثیں ایسی سنی

له اختلاف تو اس صورت میں ہوتا کہ بے وجہ تین شخصوں کو قسم توڑنے کے عوض میں
جدا جدا تین حکم دیے جاتے اور جبکہ ایک ہی شخص کو تین حکم دیے
گئے اور اسے اختیار دیا گیا کہ جس پر چاہے عمل کرے۔ کفارہ ادا ہو جائے گا
تو پھر اختلاف [illegible]

غیر ما فی ایدی الناس
وسمعت منک تصدیق
ما سمعت منهم
ورأیت فی ایدی الناس
اشیاء کثیرة من تفسیر
القرآن ومن الاحادیث
عن النبی انتم مخالفون
فیها وتزعمون ان
ذلک کله باطل
افتری الناس یکذبون
علی رسول الله متعمدین
ویفسرون بآرائهم۔

قال فقال علی علیه
السلام قد سئلت
فافهم الجواب فان
فی ایدی الناس حقا
وباطلا وصدقا وکذبا

ہیں کہ اور لوگ اس کے برخلاف کہتے
ہیں۔ اور ابو ذر وغیرہ سے جو کچھ سنا ہے
اس کی حضور سے میں نے تصدیق
سنی ہے۔ اور لوگوں کے پاس میں نے
اکثر آیتوں کی تفسیر ایسی دیکھی ہے اور
جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم کی بعض حدیثیں ایسی پائی
ہیں کہ آپ حضرات ان کی مخالفت کرتے
ہیں۔ اور آپ لوگوں کا گمان یہ ہے
کہ یہ عوام الناس کی تفسیریں باطل
ہیں۔ تو کیا حضور کی رائے میں یہ عوام
الناس جناب رسول اللہ پر عمداً
جھوٹ بولتے ہیں۔ اور یہ لوگ قرآن
کی اپنی رائے سے تفسیر کرتے ہیں۔
راوی کہتا ہے امیر المومنین علیہ
السلام نے فرمایا۔ اے سلیم جب کہ
تم نے سوال کیا ہے تو اس کا جواب
بھی سمجھ لو۔ ان آدمیوں کے پاس جو
کچھ ہے حق بھی ہے۔ باطل بھی ہے

وناسخا ومنسوخا - و
خاصا وعاما ومحكما
ومتشابها وحفظا و
وهما وقد كذب على
رسول الله في عهده
حتى قام خطيبا
فقال ايها الناس قد
كثرت الكذابة
على فمن كذب على
متعمدا فليتبوأ مقعده
من النار ثم كذب
عليه من بعده وانما
اتاكم الحديث من
اربعة ليس لهم
خامس رجل منافق
اظهر الايمان متصنع
بالاسلام لا يتأثم
ولا يتحرج ان يكذب
على [illegible] متعمدا

اور سچ بھی ہے - جھوٹ بھی ہے اور ناسخ
بھی - منسوخ بھی ہے - اور خاص بھی
ہے اور عام بھی ہے - اور محکم بھی ہے
متشابہ بھی ہے - بعض چیزیں ان
کو خوب یاد ہیں اور بعض میں وہم ہو گیا
ہے - جناب رسول خدا کی حیات
اور زمانہ میں آنجناب پر جھوٹ بولا
گیا - یہاں تک کہ حضرت خطبہ پڑھنے
کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا -
ایہا الناس مجھ پر جھوٹ والوں
کی کثرت ہو گئی ہے (یاد رکھو) جو
شخص مجھ پر عمداً جھوٹ بولے گا
وہ اپنی جگہ جہنم میں بنائے گا - پھر
حضرت کی وفات کے بعد ان جناب
پر جھوٹ بولا گیا -

جتنی حدیثیں تمھارے پاس آئی ہیں
ان کے راوی اور ناقل چار ہی قسم کے
ہیں - پانچواں نہیں ہے - ایک وہ منافق
ہے جس نے ایمان کو ظاہر کیا ہے

فلو علم الناس انه
منافق كذاب لم يقبلوا
منه ولم يصدقوه
ولكنهم قالوا هذا
من صحب رسول الله
ورآه وسمع منه
فاخذوا منه وهم
لا يعرفون حاله
وقد اخبر الله عن
المنافقين بما اخبرهم
ووصفهم بما وصفهم
فقال عز من قائل پ ۲۸ ع
وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ
اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ
يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ
لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ
خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ
ثم تفرقوا بعده
وتقربوا الى ائمة

وہ اسلام کو ضائع کرتا ہے۔ اور اسکے
نزدیک رسول اللہؐ پر عمداً جھوٹ بولنے
میں نہ کوئی گناہ ہے اور نہ مضائقہ ہے
اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ یہ شخص منافق
اور بڑا جھوٹا ہے تو وہ لوگ نہ اس کی
بات مانتے اور نہ اس کو سچا سمجھتے۔
لیکن وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہؐ
کے صحابی ہیں اور اُن جناب کو انھوں
نے دیکھا ہے۔ اور ان جناب کا کلام
سنا ہے۔ جبھی تو عوام الناس ان
منافقوں سے حدیثیں لیتے ہیں۔
درآنحالیکہ ان کے حال سے یہ
لوگ بے خبر ہیں۔ باوجودیکہ خدا نے
منافقوں کے متعلق خبر دی ہے اور
ان کی پہچان بھی بتا دی ہے۔ چنانچہ
خدا نے فرمایا ہے اور جب (اے رسول)
تم لوگوں کو دیکھتے ہو تو ان کا ڈیل
ڈول تمھیں بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اور
اگر وہ لوگ باتیں کرتے ہیں، تو تم

الضلالة والدعاة
الی النار بالزور والکذب
والبهتان فولوهم
العمال واکلوا بهم
الدنیا وحملوهم الی
رقاب الناس وانما
الناس مع الملوك
والدنیا الا من عصمة
الله فهذا احد الاربعة
ورجل آخر سمع من
رسول الله شیئا ولم
یحفظه علی وجهه
ووهم فیه ولم
یتعمد کذبا فهو فی
یده یقول به ویعمل
به ویرویه و
یقول انا سمعته
عن رسول الله فلو علم
المسلمون انه وهم

ان کی باتیں سنتے ہو۔ (مگر یہ لوگ عقل
اور علم سے خالی ہیں) گویا یہ لوگ
چند لکڑیاں ہیں جو دیوار کے سہارے
لگا دی گئی ہوں۔ الغرض رسول اللہؐ کے
بعد یہ منافقین متفرق ہو گئے۔ اور جھوٹ
بول بول کر بہتان لگا لگا کر و فریب
سے گمراہی کے سرغنہ اور دوزخ کی
طرف بلانے والوں سے یہ منافقین
جا ملے۔ پس ان جباروں نے ان کو
حاکم بنا دیا۔ اور ان کی وجہ سے دنیا
کو خوب کھایا۔ اور ان منافقوں کو ظالم
بادشاہوں نے آدمیوں کی گردنوں پہ
سوار کر دیا۔ عوام الناس تو بادشاہوں
اور دنیا کا ساتھ دیتے ہیں۔ مگر وہ
لوگ مستثنیٰ ہیں جن کو خدا نے
عصمت عطا فرمائی ہے۔ پس یہ ہے
چار میں سے ایک راوی۔ دوسری قسم
کا راوی وہ شخص ہے جس نے رسول اللہؐ
سے کوئی حدیث سنی لیکن اس کو پوری

لم يقبلوه ولو علم
هو انه وهم لرفضه
ورجل ثالث سمع من
رسول الله شيئا امر به
ثم نهى عنه وهو
لا يعلم فحفظ منسوخه
ولم يحفظ الناسخ
فلو علم انه منسوخ
لرفضه ولو علم
المسلمون ان ما
سمعوه منه انه
منسوخ لرفضوه
ورجل رابع لم
يكذب على الله
ولا على رسول الله
مبغضا للكذب خوفا
من الله عز وجل
وتعظيما لرسول
الله ولم ينسه بل

طرح یاد نہ رکھا اور اپنے وہم سے کچھ کا
کچھ سمجھ لیا۔ اس نے عمداً رسول اللہؐ پر
جھوٹ نہیں بولا۔ جو حدیث اس کے
پاس ہے وہی دوسرے کو بتاتا ہے اور
خود بھی اس پر عمل کرتا ہے اور کہتا ہے
میں نے رسول اللہؐ سے یہ حدیث سنی
ہے۔ پس اگر مسلمانوں کو علم ہو جاتا
کہ اس حدیث میں وہم ہو گیا ہے تو
وہ اس راوی سے اس حدیث کو قبول
نہ کرتے اور اگر وہ راوی خود بھی جان
لیتا کہ اسے وہم ہو گیا ہے تو وہ خود
بھی اسے چھوڑ دیتا۔ اور تیسرا شخص
وہ جس نے رسول اللہؐ سے کسی چیز
کے بارے میں سنا کہ آنجناب نے
اس کا حکم دیا ہے۔ پھر حضرت نے
اس کی ممانعت کر دی۔ مگر اس راوی
کو خبر نہ ہوئی۔ یا اس راوی نے سنا
کہ حضور نے کسی چیز کی ممانعت فرمائی
ہے۔ پھر اس کا حکم دے دیا۔ مگر

حفظ ما سمع علی وجهه فجاء به کما سمع لم یزد ولا ینقص منه وعلم الناسخ والمنسوخ فعمل بالناسخ ورفض المنسوخ۔ وان امر النبیؐ مثل القرآن ناسخ ومنسوخ خاص وعام محکم ومتشابه وقد یکون من رسول اللہ کلام له وجهان کلام عام وکلام خاص مثل القرآن قال اللہ عزّ وجلّ فی کتابه مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا فاشتبه علی [illegible] بعض [illegible]

اسے علم نہ ہوا پس اس نے حکم منسوخ کو یاد کر لیا اور ناسخ کو بوجہ لاعلمی کے یاد نہ کیا۔ اگر اسے علم ہو جاتا کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے تو ضرور وہ اس حکم کو چھوڑ دیتا۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کو خبر ہو جاتی کہ یہ حکم منسوخ ہے تو وہ لوگ بھی اس کو چھوڑ دیتے۔ اور چوتھا شخص وہ ہے کہ جس نے نہ کبھی خدا پر جھوٹ بولا اور نہ رسول پر جھوٹ بولا۔ وہ تو خدا کے خوف سے اور رسول اللہؐ کی تعظیم سے جھوٹ سے عداوت رکھتا ہے۔ اور نہ وہ کوئی بات بھولا ہے۔ بلکہ جس طور سے اس نے کوئی حکم سنا ہے پوری طرح سے اس کو یاد کیا ہے۔ جیسا اس نے سنا ہے ویسا ہی اس نے بیان کیا ہے۔ نہ اس نے کچھ اس میں بڑھایا ہے اور نہ کم کیا ہے۔ اسے ناسخ اور [illegible]سوخ کا علم ہے۔ اس نے ناسخ پر

ما نهى الله ورسوله
وليس كل اصحاب
رسول الله يسئلونه
وليستفهمونه - لان
فيهم قوما ما كانوا
يسئلونه ولا يستفهمونه
لان الله عز وجل نها
هم عن السؤال فقال (پ ۷ ع ۴)
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
لَا تَسْئَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ
إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ
وَإِنْ تَسْئَلُوا عَنْهَا
حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ
تُبْدَ لَكُمْ عَفَى اللهُ
عَنْهَا وَاللهُ غَفُورٌ
الرَّحِيمٌ ۰ قَدْ
سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ
قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا
بِهَا كَافِرِينَ ۰ فمنعوا

عمل کیا ہے اور منسوخ کو چھوڑ دیا ہے
جناب رسول خدا ؐ کے احکام قرآنی
کے ناسخ اور منسوخ اور خاص و عام
اور محکم و متشابہ ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہے
کہ رسول اللہ ؐ کے کلام کی احکام قرآنی
کے مانند دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک
صورت کے لحاظ سے، وہ عام ہے
اور دوسرے پہلو کے اعتبار سے وہ
خاص ہے۔ خدائے عزوجل اپنی
کتاب میں فرماتا ہے "جو احکام رسول
تمھارے پاس لائے ہیں ان کو لو، اور
جس بات سے منع کر دیا ہے اس سے
باز رہو۔ اس کلام مجمل سے بے علم
پر وہ باتیں مشتبہ رہ گئیں جن کی خدا
اور رسول ؐ نے ممانعت کر دی ہے اور
رسول اللہ ؐ کے تمام صحابی ایسے نہ تھے
کہ وہ آنجناب سے ہر ہر بات کو دریافت
کرتے اور کسی مطلب کے سمجھنے کی درخواست
کر سکتے۔ کیونکہ اصحاب میں کچھ لوگ وہ

عن السوال حتی کانوا
یحبون ان یجیٔ الاعرابی
فیسئل عنہ وھم
لیسمعون ۔

وکنت لا دخل
علی رسول اللہ فی
کل لیلۃ دخلۃ
واخلوا بہ کل یوم
خلوۃ یجیبنی عما اسئل
وادور معہ حیث ما
دار وقد علم اصحاب
رسول اللہ انہ لم
یکن یصنع ذلک
باحد غیری وربما
کان ذلک فی بیتی
وکنت اذا دخلت علیہ
فی بعض منازلہ
اخلانی واقام نسائہ
ولم یبق غیری وغیرہ

تھے جو آنجناب سے نہ سوال کر سکتے تھے
اور نہ کسی بات کے سمجھنے کی خواہش
کر سکتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ خدا نے
ان کو سوال کرنے سے روک دیا تھا۔
جیسا کہ قرآن میں فرماتا ہے۔ اے
ایمان والو تم ایسی چیزوں کی بابت
سوال نہ کیا کرو کہ اگر وہ تم سے ظاہر
کی جائیں گی تو تمھیں برا معلوم ہوگا۔
اگر قرآن نازل ہوتے وقت دریافت
کیا کرو گے تو تمھارے لیے وہ باتیں
ظاہر کر دی جایا کریں گی ان (گذشتہ
باتوں) کو خدا نے عفو کر دیا (اب
ایسے سوال نہ کرنا) خدا بخشنے والا حلیم
ہے۔ تم سے پہلے لوگوں نے بھی ایسی
باتیں پوچھی تھیں۔ پھر وہ لوگ ان
سے منکر گئے۔

الغرض سوال کرنے کی ان لوگوں
کو ممانعت کر دی گئی تھی۔ جبھی تو وہ
لوگ خواہشمند رہتے تھے کہ کوئی

واذا اتانی ھو للخلوة اقام
من فی بیتی ولم
لیقم عنا فاطمة ولا
احد من ابنی و
کنت اذا سألته
اجابنی واذا سکت
ولفنت مسائلی
ابتدانی فما نزلت
علی رسول اللّٰہ اٰیة
من القرآن ولا شیٔ
علمہ اللّٰہ تعالیٰ من
حلال او حرام او
امر او نھی او طاعة
او معصیة او شیٔ
کان او یکون الا وقد
علمنیہ واقرءہ واملاء
علی کتبتہ بخطی و
اخبرنی بتاویل ذلک
ظاھرہ وباطنہ و

بدوی آئے اور رسول اللہؐ سے کوئی
مسئلہ پوچھے تو یہ بھی سُن لیں۔
اور میں تو رسول اللہؐ کی خدمت میں
ہر شب حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور میں
ہر روز اُن جناب سے گرا تخلیہ کیا کرتا تھا
جو کچھ میں دریافت کرتا تھا اس کا
وہ حضرت مجھے جواب دیتے تھے
اور جس جگہ وہ حضرت جاتے تھے
میں بھی جاتا تھا۔ اور سارے صحابہ
کو خبر تھی۔ کہ وہ جناب میرے سوا کسی
کے ساتھ ایسا تخلیہ نہ کرتے تھے اور
اکثر یہ تخلیہ میرے ہی مکان میں ہوا
کرتا تھا۔ اور جب کبھی میں اُن حضرت
کے پاس کسی مکان میں ان کے
داخل ہوتا تھا، تو وہ جناب خلوت
میں مجھے بُلا لیتے تھے۔ اور اپنی بیبیوں
کو ہٹا دیتے تھے۔ میرے اور آنحضرت
کے سوا کوئی (اس جگہ) باقی نہ رہتا تھا
اور جس وقت وہ حضرت تخلیہ کے

فحفظته ثم لم
انس منه حرفا
وکان رسول اللہ
اذا اخبرنی بذالک
کلہ یضع یدہ
علی صدری
ثم یقول اللھم
املأ قلبه علماً
وفهماً ونوراً
وحلماً وایماناً
وعلمه ولا تجهله
واحفظه ولا تنسه
فقلت له ذات
یوم بابی انت
وامی یا رسول اللہ
هل تتخوف علی
النسیان فقال
یا اخی لست اتخوف
علیک النسیان ولا

لیے میرے یہاں تشریف لاتے جو کوئی
میرے مکان میں موجود ہوتا اس کو
ہٹا دیتے تھے - مگر فاطمہ زہراؑ کو
اور میرے دونوں فرزندوں کو نہ اٹھاتے
تھے - اور جب میں سوال کرتا وہ
جناب مجھے جواب دیتے تھے
اور جب میں خاموش ہو جاتا اور
میرے مسائل ختم ہو جاتے تو وہ حضرت
خود ابتدا فرماتے تھے بس نہ
کوئی آیت قرآنی ہے جو رسول اللہؐ
پر نازل ہوئی ہے اور نہ کوئی دوسری
چیز ہے جو خدا نے ان کو سکھائی
ہے، خواہ حلال ہو یا حرام، خواہ
امر ہو یا نہی، خواہ طاعت ہو یا
معصیت یا گذری ہوئی ہو یا آنے والی
مگر یہ کہ آنحضرتؐ نے وہ سب باتیں
مجھے تعلیم کر دیں اور پڑھا دیں اور
مجھے لکھوا دیں۔ اور میں نے ان کو
اپنے خط میں لکھ لیا۔ اور ان کے

الجهل وقد اخبرني
عزّ وجل انه
قد اجابني فيك
وفي شركائك
الذين يكونون
من بعدك - فقلت
يا رسول الله ومن
شركائي قال الذين
قرن الله طاعتهم
بطاعته وطاعتي
فقلت منهم يا
رسول الله قال الذين
قال الله فيهم
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا
الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ
مِنْكُمْ قلت يا
رسول الله من هم
قال الاوصياء و

رموز اور مطالب اور ہر ایک کا ظاہر باطن
مجھے بتا دیا پس میں نے ان کو یاد کر لیا
پھر میں اس میں سے ایک حرف بھی
نہیں بھولا - اور جب وہ حضرت مجھے
ان باتوں کی خبر دیتے تھے تو اپنا دست
مبارک میرے سینے پر رکھ کر خدا
کی درگاہ میں یوں دعا کرتے تھے - الٰہی
تو اس کے دل کو علم و فہم اور نور و حلم و
ایمان سے مملو کر دے - اور اسکو ہر بات
سکھا اور اسکو کسی چیز سے جاہل نہ رکھ -
اور اسے حافظہ عنایت فرما - اس کو کوئی
چیز نہ بھولنے دے - میں نے ایک دن
عرض کیا تھا یا رسول اللہ میرے ماں باپ
حضور پر فدا ہو جائیں کیا جناب کو میرے
نسیان کا خوف ہے - ارشاد فرمایا - اے
برادر مجھے اندیشہ نہیں ہے کہ تم کسی بات
کو بھول گے - اور کسی چیز سے ناواقف رہو گے
بہ تحقیق خدائے عزوجل نے مجھے خبر دی ہے
کہ اس نے میری دعا تمھارے حق میں اور

والذین هم الاوصیاء
من بعدی فلا
یتفرقوا حتی یردوا
علی حوضی هادین
مهدیین لا یضرهم
کید من کادهم
ولا خذلان من
خذلهم مع القرآن
والقرآن معهم
لا یفارقونه ولا
یفارقهم بهم
ینتصر امتی وبهم
یمطرون وبهم
یدفع البلاء
وبهم یستجاب
لهم الدعاء فقلت
یا رسول الله سمهم
لی فقال انت یا
علی ثم ابنی

تمہارے ان شریکوں کے بارے میں جو
تمہارے بعد ہوں گے قبول فرمائی ہے
میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ میرے
شرکاء کون ہیں۔ حضرت نے فرمایا، وہ
ہیں جن کی فرماں برداری خدا نے اپنی
اور میری پیروی سے ملا دی ہے۔ میں
نے عرض کیا وہ کون ہیں یا رسول اللہؐ
ارشاد فرمایا۔ وہ ہیں جن کی شان میں
خدا نے فرمایا ہے اے ایمان
والو اللہ کی اطاعت کرو اور فرماں بردار
بنو رسول کے اور ان حاکموں کے جو تم
میں سے تم پر خدا کی طرف سے مقرر
ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ
وہ کون ہیں۔ فرمایا۔ وہ میرے بعد
میرے اوصیاء ہیں۔ جن کے باہم
تفرقہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ سب
ہدایت کرتے ہوئے ہدایت یافتہ
میرے پاس حوض پہ وارد ہوں گے
جو ان سے مکر کرے گا اس کا فریب

هٰذا و وضع يده
على راس الحسن
ثم ابنى هٰذا
و وضع يده على
راس الحسين ثم
سميك يا اخى
وهو سيد العابدين
ثم ابنه سمى
محمد باقر علمى
وخازن وحى الله
وسيولد على فى
زمانك يا اخى
فاقرئه منى السلام
وسيولد محمد فى
حيوتك يا حسين
فاقرئه منى السلام
ثم جعفر ثم موسىٰ
ثم على بن موسىٰ
ثم محمد بن على

ان کو ضرر نہ پہنچائے گا۔ اور جو ان کی نصرت
ترک کرے گا وہ ان کے لیے مضر نہ ہوگا
وہ قرآن کے ساتھ رہیں گے قرآن ان کے
ہمراہ رہے گا۔ نہ وہ قرآن کو چھوڑیں گے
نہ ان سے قرآن جدا ہوگا۔ انھی کی وجہ سے
میری امت کی مدد کی جائے گی۔ انھی کی برکت
سے ان پر مینہ برسایا جائیگا۔ اور انھی کے
صدقہ میں بلائیں رد کی جائینگی اور انھی کے
سبب سے دعائیں قبول کی جائیں گی۔ میں نے
عرض کیا یارسول اللہ انکے نام مجھے بتا دیجیے
حضرت نے فرمایا اے علیؑ پہلے ان میں سے تم
ہو۔ پھر تمھارے بعد میرا یہ فرزند اور ہاتھ رکھا
حسنؑ کے سر پر، پھر اس کے بعد میرا یہ دوسرا
فرزند اور ہاتھ رکھا حسینؑ کے سر پر۔ پھر اسکے
بعد اے برادر تمھارا ہمنام ہوگا لقب سید العابدین
ہوگا۔ پھر اس کا بیٹا میرا ہمنام ہوگا۔ جو میرے علم
کو کھولے گا۔ وہ خدا کی وحی کا خزانہ دار ہوگا
اور اے برادر تمھارے زمانہ میں علی پیدا ہونگے
تم ان کو میرا سلام کہہ دینا۔ اور اے حسینؑ

ثم علی ابن محمد
ثم الحسن بن علی الزکی
ثم من امته اسمی
ولونه لونی القائم
بامر الله فی اخر الزمان
المهدی الذی یملا
الارض قسطا و
عدلا کما ملئت
ظلما و جورا انی
لاعرفه یا سلیم
حیث یبایع بین
الرکن والمقام
واعرف اسماء
انصاره واعرف
قبائلهم قال سلیم
بن قیس ثم لقیت
الحسنؑ والحسینؑ
بالمدینة بعد ما
ملک معاویة فحدثتهما

تمہاری حیات میں محمدؑ پیدا ہونگے تم ان کو میرا
سلام کہہ دینا۔ پھر جعفرؑ پھر موسیٰؑ ہونگے
پھر علیؑ بن موسیٰؑ۔ پھر محمدؑ بن علیؑ، پھر
علیؑ بن محمدؑ ہوں گے۔ پھر حسنؑ بن علیؑ زکی
ان کا لقب ہوگا۔ ان کے بعد وہ ہوگا
جس کا نام میرا سا نام اور اس کا رنگ
میرا سا رنگ ہوگا۔ جو احکامِ الٰہی کو آخر
زمانہ میں قائم کرے گا۔ جو مہدیؑ ہوگا
وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر
دے گا جس طرح کہ وہ ظلم و ستم سے
لبریز ہوچکی ہوگی۔ اے سلیم خدا کی قسم
میں جانتا ہوں کہ حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم
کے مابین اس سے بیعت کی جائے گی
اور میں ان کے ناصروں کے نام بھی
پہچانتا ہوں۔ اور ان کے قبیلوں سے
بھی واقف ہوں۔

سلیم بن قیس نے کہا۔ ایک عرصہ
اس کے بعد جب کہ معاویہ ملکِ شام کا
حاکم تھا۔ مدینہ میں امام حسنؑ اور امام

هذا الحديث عن
ابيهما قالا صدقت
قد حدثك امير
المؤمنين هذا
الحديث ونحن جلوس
وقد حفظنا ذلك
عن رسول الله كما
حدثك لم يزد فيه
حرفا قال سليم
بن قيس ثم لقيت
علي بن الحسين
عليه السلام وعنده
ابنه محمد الباقر
فحدثته بما سمعته
عن ابيه فقال سمعت
عن امير المؤمنين
عن رسول الله وهو
مريض وانا صبي ثم قال
ابو جعفر عليه السلام و

حسینؑ کی ملاقات کے لیے میں حاضر
ہوا۔ میں نے ان دونوں سے ان
کے والد ماجد کی یہ حدیث بیان
کی۔ دونوں نے فرمایا تم سچ کہتے
ہو۔ بہ تحقیق اس حدیث کو امیر المومنین
علیہ السلام نے تم سے بیان کیا تھا اور
ہم بھی اس جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور
ہم نے یہ حدیث رسول اللہؐ سے سنی
ہے۔ بعینہ ہمارے بابا نے تم سے
بیان کی۔ ایک حرف اس میں نہیں
بڑھایا ہے۔ سلیم کہتے ہیں پھر میں علیؑ
بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا
اس وقت ان کے پاس ان کے
فرزند محمد باقرؑ تشریف رکھتے تھے
پس میں نے ان کے والد ماجد کی
یہ حدیث جو آنحضرتؐ سے سنی تھی
بیان کی۔ ان جناب نے فرمایا۔ میں
نے اپنے بچپنے میں امیر المومنینؑ سے
رسول اللہؐ کی یہ حدیث سنی ہے۔ اس

اقرانی جدی عن
رسول اللہ وانا صبی۔
قال ابان بن ابی
عیاش فحدثت علی
بن الحسین بھذا
الحدیث کلہ عن
سلیم بن قیس الھلالی
فقال صدق وقد جاء
جابر ابن عبد اللہ
الانصاری الی ابنی
محمد وھو یختلف
الی الکتاب فقبلہ
واقراہ السلام عن
رسول اللہ قال ابان
بن ابی عیاش فحججت
بعد موت علی بن
الحسین فلقیت اباجعفر
محمد بن علی بن الحسین
فحدثت بھذا الحدیث

وقت امیر المومنینؑ بیمار تھے پھر حضرت
ابوجعفر یعنی امام محمد باقر علیہ السلام
نے فرمایا جب کہ میرے جدِّ نامدار
نے مجھے رسول اللہؐ کا سلام پہنچایا
تھا۔ اس وقت میں بچہ تھا۔

ابان ابن ابی عیاش کہتے ہیں
میں نے حضرت علی ابن الحسین
علیہما السلام سے سلیم بن قیس ہلالی
کی بیان کی ہوئی پوری حدیث بیان
کی۔ حضرت نے جواب دیا۔ سچ کہا
سلیم نے۔ بہ تحقیق حضرت جابر بن
عبداللہ انصاری میرے فرزند محمد باقر
کے پاس آئے تھے۔ وہ اس وقت
مدرسہ جا رہے تھے۔ پس جابر نے
ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور ان کو
جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا سلام پہنچایا۔ ابان
بن ابی عیاش کہتے ہیں حضرت
امام زین العابدینؑ کی وفات کے

كله عن سليم بن
قيس فاغرورقت عيناه
فقال صدق سليم رحمه
الله وقد اتى الى ابى
بعد قتل جدى
الحسين عليه السلام
وانا عنده فحدثه
بهذا الحديث
بعينه وقال له
صدقت والله يا سليم
قد حدثنى بهذا
الحديث ابى عن جدى
امير المؤمنين عليه
السلام قال الشيخ ابو جعفر
وفى كتاب الله عز و
جل ما يحسبه الجاهل
مختلفا متناقضا و
ليس بمختلف ولا
متناقض وذلك مثل

بعد میں حج کے لیے گیا۔ پس میں حضرت
ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت
میں حاضر ہوا اور میں نے یہ حدیث جو سلیم
بن قیس ہلالی سے سنی تھی پوری حضرت
کے سامنے بیان کی۔ جسے سنکر آنجناب
کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا
خدا رحم فرمائے سلیم پر۔ اس نے
سچ کہا تھا۔ وہ میرے جد بزرگوار کی
شہادت کے بعد میرے بابا کے پاس
آئے تھے۔ میں بھی ان جناب کی
خدمت میں موجود تھا۔ پس سلیم نے
بعینہٖ یہی حدیث بیان کی تھی میرے
بابا نے فرمایا تھا۔ اے سلیم تم سچ کہتے
ہو خدا کی قسم مجھ سے میرے
بابا نے میرے جد بزرگوار جناب
امیر المومنین علیہ السلام کی یہ حدیث
بیان کی تھی۔ شیخ ابو جعفر صدوق
فرماتے ہیں خدائے عز و جل کی کتاب
میں بعض آیتیں ایسی ہیں جنکی نسبت

قولہ تعالیٰ (پ ۸ ع ۱۳) فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا و قولہ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ثم قال بعد ذلک (پ ۱۶ ع ۱) وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا - ومثل قولہ (پ ۳۰ ع ۲) يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُوْنَ

جاہل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ آیتیں باہم مختلف اور ضد ہیں - حالانکہ نہ ان میں اختلاف ہے اور نہ تناقض ہے - مثلاً قول باری تعالیٰ - آج ہم ان کو فراموش کریں گے جیسا کہ وہ لوگ ہماری اس دن کی ملاقات بھولے ہوئے تھے - (دوسرا) قول خدا کا وہ لوگ خدا کو بھول گئے - خدا نے ان کو فراموش کر دیا - پھر تیسری آیت میں فرماتا ہے اور تمھارا رب بھولنے والا نہیں ہے[1] -

---

[1] فالیوم ننسٰھم الخ اور نسوا اللہ اور وما کان ربک نسیا ان تینوں آیتوں میں اختلاف نہیں ہے اس لیے کہ پہلی دو آیتوں میں نسیان کے معنی جزائے نسیان کے ہیں - جیسا کہ ہم نے ابتدائے کتاب میں لکھا ہے کہ زبان عرب میں جو خطا کا نام ہے وہی نام اس کی سزا کا ہوتا ہے - ہاں تیسری آیت میں نسیان کے معنی فراموشی ہیں - پس اگر پہلی دو آیتوں میں نسیان کے معنی فراموشی کہے جاتے تو اختلاف ہو جاتا - لیکن ان میں تو نسیان بمعنی فراموشی نہیں ہے - لہذا اختلاف بشرطِ فہم مترجم ...

اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ
الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا
وقولہ تعالیٰ (پ۲۰ ع ۱۵)
ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ
یَکْفُرُ بَعْضُکُمْ
بِبَعْضٍ وَّ یَلْعَنُ
بَعْضُکُمْ بَعْضًا ومثل
قولہ تعالیٰ (پ۲۳ ع ۱۶)
اِنَّ ذٰلِکَ لَحَقٌّ
تَخَاصُمُ اَھْلِ النَّارِ ثُمَّ
یقول (پ۲۶ ع ۱۶) لَا تَخْتَصِمُوْا

اور مثلاً قول خدا اس دن روح
فرشتہ اور دیگر ملائکہ صف بستہ
کھڑے ہوں گے۔ کوئی ان میں سے
کلام[1] نہ کرے گا۔ مگر وہ شخص جس کو
خدا اذن دے گا۔ اور وہ ٹھیک
بات کہے گا۔ دوسرا قول پھر روز قیامت
تم میں سے بعضے بعض کو کافر بنائیں
گے۔ اور تم میں سے بعضے بعض
کو لعنت کریں گے۔ اور مثلاً قول
خدا ہے۔ بے شک یہ دن حق ہے
دوزخ والوں کا جھگڑا اس دن ہوگا

۱؎ اس آیت میں لا یتکلمون الخ کے معنی ہیں کہ وہ لوگ شفاعت نہ کریں گے۔ مگر وہ شخص شفاعت کرے گا جس کو خدا کی اجازت ہوگی۔ اور یہ آیہ ثم یوم القیمۃ الخ میں یہ ہے کہ بعضے بعض کو کافر بنائیں گے اور لعنت کریں گے لہٰذا اس آیت میں اور پہلی آیت میں اختلاف کی صورت یہ تھی کہ ایک آیت سے روز قیامت بات کرنے کی ممانعت اور دوسری سے اجازت ظاہر ہوتی ہے حالانکہ ان دونوں آیتوں میں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ عام طور سے ہر شخص شفاعت نہ کر سکے گا۔ اور دوسری آیت سے ظاہر ہوا کہ جہنمی لوگ آپس میں برا کہیں گے لہٰذا دونوں آیتوں میں بالکل اختلاف نہ ہوا۔ (مترجم بدایونی)

لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ۝ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى (پ ۲۳ ع ۲) اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ ومثل قوله تعالٰى وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ثُمَّ

پھر فرماتا ہے۔ میرے پاس جھگڑا نہ کرو[1] میں نے تمہارے پاس ڈرانے والے پہلے ہی بھیج دیئے تھے۔ اور فرماتا ہے۔ آج کے دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے۔ اور ہم سے ان کے ہاتھ کلام کریں گے۔ اور جو کچھ وہ کرتے تھے اس کی گواہی ان کے پاؤں دیں گے۔ اور مثلاً قول خدا ہے۔ اس دن بہت سے چہرے بارونق ہوں گے۔ اپنے رب کی نعمت[2] دیکھتے

---

[1] آیہ ان ذلک الخ سے خدا نے روز قیامت کی حالت بیان کی ہے۔ اس دن دوزخیوں میں جھگڑا ہوگا اور لا تختصموا الخ سے ظاہر ہوگا کہ جھگڑا کرنے سے وہ لوگ روک دیئے جائیں گے۔ اور ان دونوں آیتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے اختلاف کی صورت تو یہ تھی کہ ایک آیت میں یہ ہوتا کہ قیامت کے دن لوگ جھگڑا کریں گے اور دوسری میں ہوتا کہ اس دن کوئی جھگڑا نہ کرے گا۔ (مترجم بدایونی)

[2] آیہ الی ربھا الخ اور تدرکہ الابصار میں اختلاف نہیں ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ پہلی آیت الی بمعنی نعمت ہے جو اسم ہے اور کلمہ ربھا کی طرف مضاف ہے۔ پس مطلب اور معنی یہ ہوئے کہ وہ چہرے یعنی خدا کے مومن بندے اپنے رب کی نعمت دیکھ رہے ہوں گے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ؕ

ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے۔ آنکھیں اس کو نہ دیکھیں گی۔ وہ بینائیوں کا ادراک کرتا ہے۔ اور وہ باریک بیں ہر چیز کی حالت سے باخبر ہے۔

ومثل قولہ تعالیٰ (پ ۲۵ ع ۵)

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ

اور مثلاً قول خدا کا کسی بشر کی مجال نہیں ہے کہ اللہ اس سے بغیر وحی[1] اور پردہ کے کلام کرے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دوسری وجہ یہ ہے کہ کلمہ الیٰ حرف جر سمجھا جائے اور اس کا مجرور جو لفظ ربھا کی طرف مضاف ہو یعنی لفظ نعمت وہ محذوف مانا جائے۔ پس معنی یہ ہوں گے کہ مومن بندے روز قیامت اپنے رب کی نعمت کا انتظار کرنے والے ہوں گے۔ کہ جب حساب ختم ہو تو اللہ کی نعمت ہمیں میسر آئے۔ لہٰذا آیت میں اور دوسری آیت میں اختلاف نہ ہوا۔ اختلاف کی صورت تو یہ تھی کہ ایک آیت سے خدا کی رویت کا جواز اور دوسری سے اس کے دیدار کی نفی ظاہر ہوتی حالانکہ ایسا نہیں ہے (مترجم)

[1] خدا نے اپنے نبیوں سے دو طریقے سے کلام کیا ہے۔ ایک وحی یعنی فرشتہ کے ذریعہ سے۔ دوسرے پردہ اور حجاب کے پیچھے سے۔ جیسا کہ خدا نے درخت میں کلام پیدا کیا تھا۔ جس نے حضرت موسیٰ سے باتیں کی تھیں۔

(مترجم بدالیعفی)

ثم یقول (پ ۶ ع ۳) وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ وقال (پ ۸ ع ۱) وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ.

پھر فرماتا ہے کہ اللہ نے موسٰیؑ سے کلام کیا۔ اور فرمایا اور دونوں (آدمؑ وحواؑ) کو ان کے رب نے آواز دی کیا۔ میں نے تم دونوں کو اس درخت کی ممانعت نہیں کی تھی۔[1]

ومثل قوله تعالٰی (پ ۱۱ ع ۱۲) لَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ

اور مثلاً قول خدا مختار سے رب سے ذرہ بھر نہ زمین کی کوئی چیز پوشیدہ ہے اور نہ آسمان کی۔ اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز مخفی ہے اور نہ بڑی۔ یہ سب چیزیں کتاب روشن میں مذکور ہیں[2]

---

[1] آیہ ما کان لبشر الخ اور آیہ کلم اللہ اور آیہ ونادٰھما الخ میں اختلاف نہیں ہے اس لیے کہ اختلاف تو اس صورت میں ہوتا کہ ایک آیت میں یہ کہ اللہ نے کسی سے کلام نہیں کیا اور دوسرے میں یہ ہوتا کہ اللہ نے موسٰیؑ سے باتیں کیں اور آدمؑ وحواؑ کو آواز دی بلکہ پہلی آیت سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کے کلام کرنے کے دو طریقے ہیں ایک وحی دوسرے ورائے حجاب پس خدا نے حضرت موسٰیؑ سے جو باتیں کیں۔ وہ ورائے حجاب سے تھیں یعنی درخت میں کلام پیدا کر دیا تھا۔ اور حضرت آدمؑ وحواؑ سے بذریعہ وحی کے کلام ہوا تھا لہٰذا آیات میں اختلاف نہ ہوا۔ (مترجم)

[2] آیہ لا یعزب الخ اور لا ینظر [illegible] الخ اور انہم عن ربہم الخ میں اختلاف نہیں [illegible] تھا کہ ایک میں یہ ہوتا کہ اللہ کو ہر شے کا علم ہے۔ اور دوسری میں یہ ہوتا کہ اللہ کو بعض چیزیں معلوم نہیں۔

مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ
اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝
ثم یقول (پ ۳ ع) وَلَا
یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ
وَلَا یُزَكِّیْهِمْ ویقول
اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ
لَمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ومثل قوله
(پ ۲۹ ع ۲) ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ
فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ
بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا
هِیَ تَمُوْرُ ۔ وقوله تعالی
اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ
اسْتَوٰی ۔ ثم یقول وَ
هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ

پھر فرماتا ہے روزِ قیامت اللہ نہ اُن کی
طرف نظر ڈالے گا۔ اور نہ اُن کو پاک
کرے گا۔ اور فرماتا ہے۔ یہ لوگ
(یعنی کفار) اپنے پروردگار سے
محجوب رہیں گے۔
اور مثلاً قول خدا کیا تم
لوگ نڈر ہو گئے ہو اُس سے جو
آسمان میں ہے کہ وہ زمین کو دھنسا
دے پس وہ حرکت میں آجائے
اور مثلاً قول خدا رحمٰن عرش پر
مستوی (غالب) ہے۔ پھر فرماتا
ہے۔ اللہ وہ ہے جو آسمانوں
میں ہے اور زمینوں میں ہے جو
تمہارے بھید کو جانتا ہے۔ اور

لہ آیہ ءامنتم الخ اور الرحمٰن الخ اور هُوَ اللّٰهُ الخ پہلی آیت کا مضمون
یہ ہے کہ اللہ کی قدرت آسمان میں ہے اور تیسری آیت کا ماحصل یہ ہے کہ اسکی
قدرت تمام آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ اور دوسری آیت سے یہ ظاہر ہے
کہ اللہ عرش پہ غالب ہے یعنی عرش اس کی مخلوق ہے۔
(مترجم بدایونی)

وَالْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۞ وَقَالَ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۔ (ولقیول پ ۲۶ ع ۱۶) وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ

کھلی ہوئی باتوں کو بھی اور جو تم کرتے ہو اس سے بھی آگاہ ہے۔ خدا نے فرمایا[1] نہیں ہوتی ہے۔ تین شخصوں کی بات چیت مگر اللہ اُن میں (گویا) چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ آدمیوں میں گفتگو ہوتی ہے۔ مگر اللہ ان میں (گویا) چھٹا ہوتا ہے۔ نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ۔ مگر جہاں کہیں ان کا مجمع ہو اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ ہم بہ نسبت اپنے بندہ کے اس کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں۔ اور فرمایا بس ان (کافروں)

---

[1] آیہ ما یکون الخ اور نحن اقرب الخ میں اختلاف نہیں ہے۔ اس لیے کہ پہلی آیت سے یہ ظاہر ہوا کہ خدا ہر مجمع اور جلسہ کی گفتگو سے باخبر ہے اور دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ خدا اپنے بندوں کے حالات سے اس طرح واقف ہے کہ جیسے وہ شخص واقف ہو جو اس کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہو۔ اور ہر وقت اسکے ساتھ رہے بس دونوں آیتوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ اختلاف کی صورت تو یہ تھی کہ ایک آیت میں یہ ہوتا کہ خدا کو بعض بندوں کے حالات معلوم نہیں ہوتے۔ دوسری میں یہ ہوتا کہ خدا کو کل بندوں کے حالات معلوم ہیں۔ (از مترجم عبد المولی)

مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ	کو اسی بات کا انتظار[1] ہے۔ کہ فرشتے
وَقَالَ وَھَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ	ان کے پاس آئیں یا تمھارا رب
اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِیَھُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ	آئے۔ یا تمھارے پروردگار کی بعض
اَوۡ یَاۡتِیَ رَبُّکَ اَوۡ یَاۡتِیَ	نشانیاں آئیں۔ اور مثلاً خدا وفات[2]

[1] او یاتی ربک اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ خدا کسی کے پاس آتا ہے یا کفار اس کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اس لیے کہ ان کفار نے جناب رسول خدا کے جواب میں یہ کہا تھا۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ تمھارے رب کا عذاب ہم پر کیونکر آتا ہے۔ لہذا خدا کے آنے سے اس کے عذاب کا آنا مراد ہوا۔ (مترجم بدایونی)

[2] آیہ یتوفیکم الخ اور توفتہ الخ اور الذین تتوفھم الخ اور آیہ اللہ یتوفی الخ ان چاروں میں اختلاف نہیں ہے اس لیے کہ پہلی تین آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرشتے قبض روح کرتے ہیں اور چوتھی آیت سے معلوم ہوا کہ خدا موت دیتا ہے وجہ یہ ہے کہ خدا ہی نے ملک الموت کو قبض روح پر مقرر فرمایا ہے۔ دوسر فرشتے بھی اس کے حکم سے قبض روح کرتے ہیں۔ پس فرشتوں کا روح قبض کرنا خدا کا اپنے بندوں کو ہلاک کرنا ہوا۔ کیونکہ خدا نے ہی موت وحیات کو پیدا کیا ہے۔ وہی پیدا کرتا ہے وہی ہلاک کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے صاحب تفسیر مجمع البیان نے آخر والی آیت کے یہ معنی لکھے ہیں۔ کہ سوائے خدا کے اور کسی کو موت پر قدرت نہیں ہے۔ جب تک خدا کا حکم نہ ہو کسی کو موت نہیں آسکتی۔ جب اسے منظور ہوتا ہے ذی روح کو موت آجاتی ہے۔ خواہ اس کے مقرر کیے ہوئے اسباب میں سے کسی ذریعہ سے موت آئے۔ (مترجم بدایونی)

بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ ۝
ومثل قوله تعالیٰ
يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ
الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثم
يقول تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا
وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝
وَقَالَ الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ ۔ وَقَالَ
اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ
حِيْنَ مَوْتِهَا ۝
ومثله فی القرآن
كثير وقد سئل عنه
رجل من الزنادقة
عن امير المومنين
عليه السلام فاخبره
بوجوه اتفاق معانی
هذه الآيات و
بين له تاويلها
وقد اوردت الخبر...

دیتا ہے۔ تم کو وہ ملک الموت جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔ پھر فرماتا ہے ہمارے فرشتوں نے اس کو مار ڈالا اور وہ کسی کو چھوڑتے نہیں ہیں اور فرمایا فرشتوں نے ان کو موت دے دی اور فرمایا اللہ نفسوں کو ان کی موت کے وقت مار ڈالتا ہے اس قسم کی آیتیں قرآن میں بکثرت ہیں۔ جن کے متعلق زندیقوں میں سے ایک شخص نے حضرت امیر المومنینؑ سے سوال کیا تھا حضرت نے ان آیتوں کے معانی متفق ہونے کے وجوہ اور سب کے مطالب بیان فرما دیے تھے۔ میں نے اس حدیث کو مع شرح کے کتاب التوحید میں درج کیا ہے اور خدا کی مشیت و مدد سے ایک مستقل کتاب اس باب میں لکھوں گا۔ خیریت کے ساتھ

فی ذٰلک مسند البشرحہ	رسالہ تمام ہوگیا۔
فی کتاب التوحید	اس کتاب کا حاجی زائر شیخ
وساجرد فی ذٰلک	محمد اعجاز حسن بدایونی نے ترجمہ کیا۔
کتابہ بمشیتہ	یہ ترجمہ بخیریت تمام ہوگیا۔ الحمد للہ۔
وعونہ تعالیٰ۔	ماہ ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ
تمت بالخیر و ترجمہ	
الحاج الزائر الشیخ محمد اعجاز حسن	
البدایونی؛	

قولِ مترجم

میرا یہ پہلا ترجمہ ہے۔ میں نے یہ رسالہ اپنے والد ماجد کی خدمت میں ہدیہ دیا تھا۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ میرا یہ ترجمہ طبع نہیں ہونے پایا تھا کہ والد ماجد نے رحلت فرمائی۔ اس رسالہ کا نام "ہدیۂ جعفریہ" رکھا تھا۔

قطعہ

تاریخ اِنتقال والدِ مرحوم اعلی اللہ مُقامہٗ

حاجی و زائرِ جہاں گردِ زمانہ قانعے نیک سیرت پاک صورت بہرِ ہر یکیں پناہ

چند نوبت حج بیت اللہ آوردہ بجا باوجودِ بے سر و برگی نمودہ طیّے راہ

از زیاراتِ ائمہ ہم شرف اندوود شُد در رواج خیر بودہ شغل او شام و پگاہ

مدرسہ قائم نمودہ جا بہ جا از سعیِ خود اجرایں خیرات جاری بہر او بدہ الٰہ

روز شنبہ از مہِ شعباں دوم تاریخ بود شد بوفقِ کُلُّ نفسٍ در زمینش جائیگاہ

مسکنش شہر بدایوں آنکہ مشہور جہاں است   مدفنش اندر جلالی اہل آں ذی عز و جاہ

مصرع سالِ وفاتش زد رقم کلکِ جلیل

مولوی جعفر حسن رفتہ ز دنیا آہ آہ

۳۲ —————— ۱۳ھ

احقر افقر عبد الجلیل مارہروی

۳۲ —————— ۱۳ھ

القرآن الحکیم

ترجمہ و تفسیر

مولانا حکیم حافظ فرمان علی صاحب اعلی اللہ مقامہ

امامیہ مشن پاکستان نے افادۂ مومنین کے لیے زرِ کثیر صرف کر کے اس قرآن مجید کو شایانِ شان طباعت کے شائع کیا ہے۔ صرف ایک ہزار نسخے طبع کرائے گئے ہیں۔ جلد طلب فرمائیے۔ ورنہ اتنے کم ہدیہ پر یہ قرآن مجید آپ کو کہیں نہ مل سکے گا۔

کتابت:۔ جلی اور معیاری　　طباعت: اعلیٰ اور حنائی

کاغذ: سفید، گرنافلی　　جلد: مضبوط اور سنہری لکھائی

ھدیہ: ساڑھے بارہ روپے۔ ممبرانِ امامیہ مشن سے صرف دس روپے

(علاوہ محصول ڈاک)　(ممبری نمبر کا حوالہ ضروری ہے)

آنریری جنرل سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان لاہور

ایک پیسہ یومیہ

سے قدرے زیادہ ادا کر کے آپ نصرتِ سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام کا فرض انجام دے سکتے ہیں۔ صرف پانچ روپے سالانہ فیس رکنیت لینے کے بعد سال بھر میں شایع ہونے والا انمول لٹریچر مع ماہنامہ پیامِ عمل بلا طلب و بلا قیمت بھیجا جاتا ہے۔ اس لٹریچر کی مجموعی قیمت سات روپے سے زیادہ ہوتی ہے۔ علومِ سرکار محمد و آل محمد ص کی نشر و اشاعت کی یہ آسان ترین صورت ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے ساتھ تعاون کیجیے۔ خود ممبر بنیے، اعزا اور احباب کو ممبر بنا لیجیے تاکہ ہم سب کی مشترکہ کوششوں سے بیش بہا دینی خدمات انجام دی جا سکیں۔

الداعی الی الخیر

آنریری جنرل سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان اردو بازار لاہور

22.05.2013 12:20